بسم اللہ الرحمن الرحیم

ی ۷۲

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

(القرآن حکیم)

ماہنامہ

معارف اسلام

لاہور

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

(از قلم مدیر اعزازی سید احسن عمرانی)

خصوصیاتِ ماہ شمسی و قمری

ماہ جولائی ۱۹۷۲ء مطابق جمادی الاول جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ

۱۵۔ جولائی ۱۹۷۲ء۔ وفات جناب سیدہؑ

تاریخہائے سعد و نحس

نیک = ۱، ۴، ۵، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۸ تا ۲۱، ۲۶، ۲۷، ۳۰، ۳۱ جولائی ۱۹۷۲ء

میانہ = ۲، ۲۹ جولائی ۱۹۷۲ء

نحس = ۳، ۶، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۲۲ تا ۲۵، ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء

مخصوص تاریخیں

۸، ۱۱، ۱۲ جولائی۔ نکاح کے لئے بد

۲۷۔ ۲۹۔ جولائی۔ قرض لینے دینے کے لئے بد

۸، ۱۶، ۲۰ جولائی۔ نحس۔

داخلہ قمر در عقرب ۲۰ جولائی رات ۸ بجکر ۱۴ منٹ

ختم قمر در عقرب ۲۳ جولائی صبح ۸ بجکر ۹ منٹ

طبی ہدایات از امام رضا علیہ السلام

گرمی کی شدت بدستور رہتی ہے۔ کنوؤں کا اور چشموں کا پانی کم ہو جاتا ہے تھوڑا تھوڑا پانی نہار منہ پینا مفید ہے۔ ٹھنڈی اور مرطوب ادویہ کا استعمال صحت کے لئے ضروری ہے۔ اور جلد ہضم اور لطیف غذا کھانا مفید ہے۔

(رسالہ ذہبیہ فی اسرار علوم الطبیہ مصنفہ امام رضا علیہ السلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صل علی محمد و آل محمد

تعلیمات قرآن مجید و محمد و آل محمد علیہم السلام کا مبلغ

ماہنامہ معارف اسلام لاہور

جلد ۱۸ | ماہ جمادی الاول جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق جولائی ۱۹۷۲ء | شمارہ ۴

ناشر:- ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹- بی شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

شیخ غیاث الدین پبلشر نے باہتمام ملک نور الٰہی پرنٹر تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹ بی شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

گفتنی ہا

راستی و درستی بہترین سیاست است

شان و مقام حضرت ابوطالب عمرانؑ ابن عبدالمطلب علیہما الصلوٰۃ والسلام

یادداشت :- آپ نے شمارہ جون میں بھی "شان و مقام حضرت ابوطالبؑ" گفتنی ہا میں پڑھا ہوگا۔ اس مرتبہ اسے پھر سے دینے کا مقصد یہ ہے کہ پچھلی مرتبہ اس کا کچھ حصہ رہ گیا تھا۔ اب شروع سے اس لئے دیا جا رہا ہے تاکہ آپ کو سلسلے کے لئے جون کا شمارہ نہ دیکھنا پڑے۔ (عمرانی)

خدا بُرا کرے یا ہدایت دے اُن علمائے سُو کو کہ جو والدینِ جناب رسولؐ اکرم و جناب امیر المومنینؑ اور والدِ خلیلِ رب العالمین حضرت ابراہیمؑ کو (معاذاللہ) کافر کہتے رہتے ہیں اور خود اُن کے ایمان و اسلام کی یہ حالت ہے کہ دن میں کئی کئی مرتبہ ٹوٹتا ہے اور کئی مرتبہ جُڑتا ہے۔ یہ عادت اِن لوگوں میں اتنی عام ہو گئی ہے کہ آئے دن کفر سازی کی مشینیں حرکت میں آئی رہتی ہیں اور فلاں کافر! فلاں کافر!! کا شور مچاتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ پیشتر زمانہ میں شبیہہ ذوالجناح کو محض دیکھ لینے سے نکاح ٹوٹ جانے کے فتاوے جاری کر چکے ہیں۔ اب اسی ایک بات پر غور کیجئے کہ جب ہر ایک نے، انہوں نے اِن کے آباؤ اجداد نے شبیہہ ذوالجناح کی زیارت کی تو نکاح کی حالت کیا ہوئی اور اُس کے بعد جو اولاد پیدا ہوئی وہ کیسی رہی۔ ایسی ہی غیر معقول باتیں دیکھ دیکھ کر تعلیمیافتہ طبقہ کا ایک بڑا حصہ دین و مذہب ہی سے متنفر ہو چکا ہے اور سوشلزم و کمیونزم کی لپیٹ میں آ چکا ہے اور آ رہا ہے۔ اس سب کی ذمہ داری اِن علمائے سُو پر ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ اور رسولؐ اکرم کے سامنے جوابدہ ہیں۔ آخر وہ علماء ہی تو تھے کہ جنہوں نے امام حسینؑ جگر گوشۂ رسولؐ یعنی امام وقت کے قتل کے فتوے دیئے تھے۔ اور عہد بنو امیہ و بنو عباس میں ہیچ اسلام

یعنی تعبیرات و تنسیخات آلِ محمدؐ کے مقابلہ میں سلاطین جور کے کہنے پر نئی فقہیں اور نئے اسلامی قوانین جاری کئے۔ اور آج دین ٹکڑے ٹکڑے نظر آتا ہے۔ حالانکہ دینِ اسلام تو دینِ فطرت ہے اور اس قدر سادہ (SIMPLE) اور آسان اور پاک و پاکیزہ ہے کہ ہر فردِ بشر کیلئے قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہے۔ بہر حال جو واقعات و حقائق اوپر بیان کئے گئے ہیں ان کی موجودگی میں ہے کوئی مائی کا لال و تاریخ سے کما حقہٗ واقف اور ذی علم ایسا کہ جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام پر حضرت ابو طالبؑ کے عظیم احسانات اور شفقت و پیار سے انکار کر سکے۔ آپؑ کے بارِ احسانات سے کسی فردِ مسلم کی بھی گردن نہیں اٹھ سکتی۔ اگرچہ فی الحقیقت اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی حفاظت اللہ تعالےٰ ہی کی ذمہ ہے اور وہی نگہبانِ حقیقی ہے۔ مگر ان واقعاتی اور تاریخی حقائق سے کون انکار کر سکے گا کہ ابو طالبؑ نہ ہوتے تو قریش کے ہاتھوں جناب سید المرسلینؐ قتل ہو جاتے اور دینِ اسلام قائم ہی نہ ہو سکتا۔ جناب ابو طالبؑ نے یہ سمجھ کر کہ محمدؐ نبیِ موعود سید المرسلین اور نبی آخر ہیں۔ آپ کی اپنے جان و مال سے حفاظت کی اور باوجود بیضۃ البلد و سردارِ مکہ ہونے کے (کیونکہ جناب رسولِ اکرمؐ کے والد حضرت عبد اللہؑ تو آنحضرتؐ کی ولادت سے پیشتر ہی وفات پا چکے تھے اور آنحضرتؐ جناب ابو طالبؑ ہی کی کفالت میں تھے اور یہی سردار مکہ تھے) آپ نے اپنی اولاد کو محمد مصطفےٰؐ اور اسلام پر قربان کر دیا۔ یہ قربانیاں جب سے لے کر آج تک کے تاریخی حقائق ہیں جو ناقابلِ انکار ہیں۔ مگر آج پاکستان میں جمہوری آزادی اپنا یہ رنگ دکھلا رہی ہے۔ کہ یہ علماء سُو کھلے بندوں توہینِ خاندانِ رسولؐ کر کے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں۔ کراچی سے ایک ماہنامہ "بیّنات" دیوبندی مسلک فکر کا نکلتا ہے۔ یہ اپنے آپ ہی کو مسلمان سمجھتے ہیں اور بقایا مسلمانوں کو گمراہ اور اُن کے معتقدات اور بزرگان دینِ اسلام قائم کرنے والوں کے خلاف توہین آمیز مضامین شائع کر کے گویا اپنے زعمِ باطل میں اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو قرآن میں فرماتا ہے کہ الم یجدک یتیما فآویٰ (پ ۳۰) الضحیٰ یعنی اے میرے حبیب کیا تم کو یتیم نہیں پایا پھر پناہ دی۔ یہ پناہ جناب ابو طالبؑ نے نہیں دی تھی تو اور کس نے دی تھی۔ خداوند تعالےٰ نے تو حضرت ابو طالبؑ کا پناہ دینا اپنا پناہ دینا فرمایا اور کراچی کا بیّنات لکھے :-

"ابو طالبؑ کی وفات ہجرت سے تین سال قبل اور شعب سے آنے کے ۲۸ دن

بعد ہوئی"۔ اِس وقت ابوطالب کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک ابوطالبؑ کا اسلام لانا ثابت نہیں یہ بدکار روافض کا خواہ مخواہ کا مکابرہ ہے۔

اِسی سال جب آپ نے ابوطالب کے لئے استغفار کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دُعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں۔ اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ (بیان القرآن حضرت تھانوی)"۔

(بینات کراچی اپریل ۱۹۷۳ء ص۱۷)

ہائے اِن مالیوں نے باغ اجاڑا اپنا

جو کفار قریش و مخالفانِ دین اسلام کے خلاف آیات نازل ہوئی تھیں وہ اپنے پُرانے دل کو تسلی دینے کیلئے جناب محافظ اسلام و محافظ سید المرسلین کے لئے چسپاں کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰی نے خود بروئے قرآن کسی کافر کا مشکور نہیں ہوتا۔ مگر یہاں پناہ ابوطالبؑ پناہ خدا تسلیم فرما رہا ہے۔ ہم اللہ تعالٰی کی مانیں یا ان بہکے و بگڑے ہوئے علماء سُو کی مانیں۔ جب یہ لوگ جو کہ ابن الندوہ اور ابن السقیفہ سے کم نہیں تو جب انہوں نے والدین نبیؐ اکرم کو (معاذ اللہ) کافر اور دوزخی تسلیم کر لیا تو جناب امیر المومنین کے والد کیلئے ان سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے۔ حکومت عالیہ کا فرض ہے پاکستان میں امن وامان کو قائم رکھنے کیلئے اور مُلک کی ترقی کو جاری رہنے دینے کیلئے بدلگام لوگوں کے منہ پر قانون کا مضبوط پٹہ چڑھائے تاکہ یہ اشتعال نہ پھیلا سکیں۔ (غ)

مبلغین وذاکرین کے لئے

آپ کی دینی خدمات سے انکار محال ہے۔ آپ نے گلی گلی۔ کوچے کوچے۔ گاؤں گاؤں قریہ قریہ اور شہر شہر اسلام کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو تاریخ اسلام سے روشناس کرایا۔ اگرچہ اس میں آپ کا روزگار بھی شامل ہے۔ مگر دینے والے نے آپ کو نہیں دیا۔ اس نے اپنے پیارے مظلومؑ کی خدمت میں نذرِ عقیدت پیش کی اور آپ نے مظلومؑ کا صدقہ

کھایا۔ وہی کربلا کا مظلوم آپ کا کفیل ہوا اُسی سے فیضیاب ہوئے۔ لہذا یہ نہایت پاکیزہ رزق ہے۔ دُنیا کا کوئی بھی کام بغیر خرچ اور رقم کے نہیں چلتا۔ ایک ہی شہر کی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑے تو بس۔ تانگہ۔ رکشا ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایک مُلک کے دُور دراز مقامات پر بغیر خرچ کے کیونکر پہنچ سکیں گے۔ اور پھر دینے والے نے تو نذرِ امامؑ دینا ہے آپ کو نہیں دینا۔ خود عہد معصومینؑ میں آئمہؑ ذاکرین سے اپنے جدّ کا ذکر سُن کر انعام یا ہدیہ دیتے رہے۔ حالانکہ سب سے بڑے عالم تو وہ خود تھے۔ مگر اپنے ماننے والوں سے ذکرِ مصائب اہلبیتؑ سُن کر خوش ہوتے تھے اور انعام دیتے تھے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض نہیں بلکہ اکثر حضرات اپنی تبلیغی خدمات کا معاوضہ پیشتر ہی بڑے کڑے انداز میں طے کرتے ہیں اور بڑی بڑی شرائط کے علاوہ گراں قدر رقوم کا مطالبہ کرتے ہیں اور پیشگی سودا بازی کرتے ہیں۔ یہ عمل قوم کو بہت کھٹک رہا ہے۔ اگرچہ قطع نظر دینی احکام کے اگر اسے سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس صورت حال سے ذاکرین و مبلغین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور انہیں مقبولیت حاصل کرنے کیلئے تبلیغ اسلام کیلئے خاص کوششیں جاری رکھنی پڑتی ہیں۔ اور دلائل و براہین اور دین حق کو اُجاگر کرنے کیلئے اپنی علمی کاوشوں میں اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے تبلیغ اسلام زیادہ موثر طریقے سے ہوتی ہے۔ بہرحال اس صورت حال پر ضرور کنٹرول ہونا چاہئے۔ اور پاکستان میں اس اہم کنٹرول سے ہماری واحد مرکزیت قائم ہو سکے۔ مگر ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ اور امامؑ وقت کے سامنے جوابدہ ہیں۔ واقعات اور روایات کی درستگی نہایت ضروری ہے۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے کوئی غلط، بناوٹی یا غیر مصدقہ روایت بیان کریں گے تو ایک دفعہ تو واہ واہ ہو جائیگی۔ مگر اس کا غلط تاثر مومنین کے دماغ میں رہ جائیگا اُس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ اور آپ جوابدہ ہونگے۔ ایک وقت تھا کہ ماہِ محرم الحرام میں ہر مومن کا اور بالخصوص سادات کرام کا ہر گھر عزاخانہ بنا ہوتا تھا۔ مومنین تو تھوڑے ہی ہوتے تھے۔ مگر محلے کے تمام غیر شیعہ ان مجالس میں کھنچے چلے آتے۔ آپ صرف مظلومیت حسینؑ بیان کرتے اہلبیتؑ اطاہرین کے مصائب سناتے تھے مظلومیت میں اتنی کشش ہے اور مُسلم تو درکنار کافر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں سکتا۔ بعدازاں مصائب کے ساتھ فضائل اہلبیتؑ بھی بیان کئے جانے لگے۔ شانِ اہلبیتؑ

اِس قدر بلند ہے کہ سورج کی چمک بھی ماند پڑجاتی ہے۔ یہ **فضائل و مصائب** ملّتِ گریہ کُن کے پاس وہ زبردست ہتھیار ہیں کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں، کوئی جواب نہیں۔ اگر ہمارے واعظین و ذاکرین صرف اِنہیں ہر دو پر کاربند رہتے تو اِس وقت نمایاں اکثریت آپ کی ہوتی۔ مگر جس وقت ذکر و بیانات میں بعض چیزیں ایسی بیان کی گئیں جو دوسرے کے لئے دلآزار ثابت ہوئیں۔ تو دوسروں نے بھی آپ کی مجالس میں آنا ہی بند کر دیا۔ اگرچہ برصغیر میں آپ کی ترقی کا رُخ دیکھ کر کہ عوام آپ کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔ نفاق کا بیج مناظرہ کی صورت میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان نے بویا اور اُس کے فرزند مولوی عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشری کا بم پھینکا (یا انگریزوں نے پھنکوایا کہ مسلمانوں میں آپس میں پھوٹ پڑ جائے) اتمامِ حجت کے لئے جواب دینا ضروری تھا لہٰذا ایک کے دسیوں جواب دیئے گئے۔ اِس کے بعد بھی اگر ہم دُور اندیش ہوتے تو تحریری صورت میں تو جواب و سوال ہوتے رہے مگر مجالسِ مظلومؑ کو اِس لعنت سے پاک رکھتے۔ اور وہاں صرف فضائل و مصائب ہی پر اکتفا کرتے۔ اہلبیت یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل کا سورج جس وقت طلوع ہوتا ہے۔ تو تمام چھوٹے بڑے ستارے گم ہی ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم ستاروں کی کم مائیگی اور گم شدگی کا بھی ڈھنڈورہ پیٹیں۔ میرا خیال اِس وقت ستاروں پرستوں کی طرف چلا گیا۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے ستارہ کے غروب ہو جانے یا معدوم ہو جانے پر اُس کی مذمت کی تھی۔ مگر اُس وقت وہ مجلسِ مظلومؑ نہ تھی بلکہ محلِ تبلیغ تھا۔ یہاں مجلسِ عزا رسیّد المظلومین کی بات ہو رہی ہے۔ از راہِ کرم اِس میں صرف فضائل اور مصائب کا بیان کریں۔ یہ مضمون بہت وسعت لئے ہوئے ہے۔ تمام عمر میں کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہماری یہی گذارش ہے کہ دوسرے کی دلآزاری سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔ اس سے ایک دفعہ مجمع میں واہ وا تو مچ جائے گی۔ مگر مذہب و ملّت کے مفاد کو سخت نقصان ہوگا۔ (غ)

ارشاداتِ معصومینؑ

شیدی توحید و معرفت الٰہی کا ایک نمونہ

(اقتباس از نہج البلاغہ من کلام امیر المومنینؑ)

صرف ترجمہ :- دین کی پہلی اساس اُس کی معرفت ہے۔ اور کمالِ معرفت اُس کی تصدیق ہے۔ اور کمال تصدیق اس کو یکتا ماننا اور واحد جاننا۔ اور کمالِ توحید اخلاص ہے۔ اور کمال اخلاص (اُس کی ذات سے) صفاتِ ظاہرہ کو دُور رکھنا ہے (اس لیے کہ صفت اور موصوف میں مغائرت ہوتی ہے) ہر صفت غیر موصوف ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہے۔ جس نے اُس کی توصیف میں ذات کو صفات میں ملایا۔ گویا اُس نے ذاتِ باری تعالےٰ میں دوئی پیدا کی۔ اور جس نے دوئی پیدا کی۔ اُس نے ذاتِ واحد کا تجزیہ کیا (اور اُس کے لیے جزو مانا) اور جس نے تجزیہ کیا اُس نے ذات کو نہ جانا اور جس نے نہ جانا۔ اُس نے اُس کی طرف اشارہ کیا۔ اور جس نے اشارہ کیا۔ اُس نے اُسے محدود کر دیا۔ اور جس نے اُسے محدود کر دیا اُس نے اُسے گن لیا ...... (ناتمام)

منظومات

مدحتِ سرکارِ ابوطالب علیہ السلام

(سید احسن عمرانی مدیر اعزازی معارف اسلام)

نہ ہو حاصل جسے دنیا میں عرفانِ ابوطالبؑ
وہ پہچانے خدا کے واسطے شانِ ابوطالبؑ

جو کر ڈالے بیاں اک شعر میں شانِ ابوطالبؑ
وہ ہے اس دور کا اختر ثناخوانِ ابوطالبؑ

نبیؐ وقت ہوتے ہیں امامِ عصر ہوتے ہیں
جو پل جاتے ہیں بچے زیرِ دامانِ ابوطالبؑ

محمدؐ سے نہیں پیارا مجھے کوئی بھی دنیا میں
دلیلِ دین و ایماں ہے یہ اعلانِ ابوطالبؑ

جلیں اپنی بلا سے جلنے والے آگ میں اپنی
بنیں ایندھن جہنم کا حریفانِ ابوطالبؑ

پڑا ہے وقت کوئی جب بھی توحید و رسالت پر
نظر آئے ہیں میداں میں جوانانِ ابوطالبؑ

قسم ربِ دو عالم کی یہ اک واضح حقیقت ہے
ابھی تک جاری و ساری ہے فیضانِ ابوطالبؑ

ابوطالبؑ کی خدمت سے ہو کوئی منحرف لیکن
بھلا سکتا نہیں اسلام احسانِ ابوطالبؑ

میسر حشر میں ہوگا لوائے حمد کا سایہ
چلے آؤ ابھی سے زیرِ دامانِ ابوطالبؑ

نہیں خاطر میں لاتے قیصر و کسریٰ کی شاہی کو
غلامانِ شہِ مرداں گدایانِ ابوطالبؑ

محمدؐ کی حفاظت نصرتِ اسلام بھی کرتا
رہا ہے زندگی بھر احسن ایمانِ ابوطالبؑ

حسینؑ اور کعبہ

(نتیجۂ فکر جناب کبیر انور جعفری مدظلہ)

(حسب فرمائش جناب خوشدل خاں صاحب آفیسر خزانہ جھنگ)

خِ سیاہ سے پردہ اُٹھا دیا تُو نے — شبِ حیات کو روشن بنا دیا تُو نے
یامِ عشقِ حقیقت سُنا دیا تُو نے — خدا کی ذات سے خود کو ملا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

یرِ عشق کی تعمیر بھی تجھی سے ہوئی — اُصولِ فقر کی تدبیر بھی تجھی سے ہوئی
لاو کرب کی تفسیر بھی تجھی سے ہوئی — غمی کو عیش کا نغمہ بنا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

ہمانِ زیست کی نشو و نما تجھی سے ہوئی — حیاتِ چشم کی آبِ حیا تجھی سے ہوئی
بہارِ خلدِ بریں کی بقا تجھی سے ہوئی — کمالِ حسنِ وفا کو بڑھا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

سینؑ! تیرے ہی دم سے ہے کائناتِ وفا — تجھی سے زندہ ہے شہرتِ دشتِ کربلا
ی کی شان بھی تُو بے زباں بھی اوجِ ثنا — تمام دہر کو در پہ جھکا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

تاعِ عشق بھی تُو ہے، کمالِ حسن بھی تُو — حجابِ شوقِ مشیت، جلالِ حُسن بھی تُو
نمازِ حق و صداقت، وصالِ حُسن بھی تُو — رہِ حقیقت سے دل کو ملا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

سوارِ دوشِ نبوت بھی تُو نمازی بھی تُو — شہیدِ فطرتِ انسان، نیاز و ناز بھی تُو
وشی کا باب اگر ہے تو جاں گداز بھی تُو — اجل سے اپنی خوشی کو ملا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

نگاہِ موت سے کھیلا تو مسکراتا ہوا — جھلستی ریت پہ ٹہلا تو لہلہاتا ہوا
اجل کی آنکھ سے آنکھوں کو بھی لڑاتا ہوا — جنابِ انورؔ کے دل کو رِجھا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

حق آگہی

(فکر بلند حضرت علامہ سید سہیل بنارسی لاہور)

حُسینؑ حُسنِ شہادت کی دل کشی لائے
جو بے نیازِ فنا ہے وہ زندگی لائے

سرِ فسانہ ہے ذبحِ عظیم کی آیت
منیٰ کی شان منیٰ کی بہار بھی لائے

یہ حوصلہ تھا اجل آشنا بشرؑ کا
خیالِ آب نہ ہنگامِ تشنگی لائے

رہِ خدا میں لٹانے کو دولتیں اپنی
پلا ہو گود میں زہراؑ کے جو وہی لائے

بیاضِ صبحِ شہادت ہے آیتِ قدرت
مجالِ شب نہیں ایسی سحر کبھی لائے

زہے ثباتِ قدم ناز کرتی ہے قدرت
حسینؑ نذر کو جب نذرِ آخری لائے

خزاں نصیب بیاباں ہے غیرتِ جنت
ہوائے تیغ کے جھونکے عجب تری لائے

فضائے جور میں دم گھٹ رہا ہے ظلمت کا
حسینؑ زیرِ عبا کیسی روشنی لائے

زمانہ دے گا زمانے کو فکر کی دعوت
ملے زبان کا ایسا اگر دھنی لائے

جدا زمانے سے انداز تھا شجاعت کا
سپر نہ کوئی دمِ تیر افگنی لائے

رہے جہانِ فنا میں یہ درس گاہ تھا
حسینؑ ایسا نصابِ حق آگہی لائے

سہیلؔ اس حق و باطل کی آزمائش میں
حُسینؑ لائے بھرے گھر کو یا نبیؐ لائے

غمِ حسینؑ

(از صوفی فضل الدین فدا، ایم کرنی لاہور)

آنکھوں کا نور قلب کی راحت غمِ حسینؑ — دونوں طرح ہے جلوۂ رحمت غمِ حسینؑ
اللہ کی ہے خاص عنایت غمِ حسینؑ — سو نعمتوں کی ایک ہے نعمت غمِ حسینؑ
ذوقِ جہاد و شوقِ شہادت غمِ حسینؑ — عنوانِ ارتقائے شجاعت غمِ حسینؑ
باطل کی سرخوشی سے بغاوت غمِ حسینؑ — حق کیلئے ہے زندہ حقیقت غمِ حسینؑ
پُر نور شاخ شاخ معطر ہے برگ برگ — رنگِ بہارِ باغِ حقیقت غمِ حسینؑ
بخشی ہے جس نے منزلِ عرفان و آگہی — وہ ہے چراغِ راہِ حقیقت غمِ حسینؑ
دنیا کے مال و زر سے کیونکر ہو بے نیاز — مومن کو ہے خزینۂ عظمت غمِ حسینؑ
سازِ حیات، سوزِ طلب، رونقِ نظر — اقلیمِ عشق کیلئے دولت غمِ حسینؑ
آنکھوں کو بخشتا ہے شریعت کی روشنی — دل کیلئے ہے نورِ حقیقت غمِ حسینؑ
دیتا ہے سب کو عظمتِ کردار کا سبق — فوز و فلاح کی ہے بشارت غمِ حسینؑ
ہر مجلسِ حیات میں کرتا ہے روز و شب — تجدیدِ احترام و عقیدت غمِ حسینؑ

میرے لئے ہے راہِ تمنا میں اے فداؔ
مینارۂ جمالِ صداقت غمِ حسینؑ

فضائلِ رسالتمآبؐ

(از قلم سید کاظم رضا بخاری مدظلہ بھوگیوال)

معلمِ قرآن بہ نگاہِ قرآن

اسلام کی نعمت ہر زمانے میں دو ہی ذرائع سے پہنچی ہے۔ ایک اللہ کا کلام اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کی شخصیتیں جن کو اللہ نے نہ صرف اپنے کلام کی تبلیغ، تعلیم اور تفہیم کا واسطہ بنایا بلکہ اس کے ساتھ عملی قیادت و راہنمائی کے منصب پر بھی مامور کیا تاکہ وہ کلام اللہ کا ٹھیک ٹھیک منشا پورا کرنے کے لئے انسانی افراد اور معاشرے کا تزکیہ کریں اور انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے نظام کو سنوار کر اس کی تعمیر صالح کر دکھائیں۔

یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ایسی لازم و ملزوم رہی ہیں کہ ان میں سے کسی کو کسی سے الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہو سکا اور نہ ہی وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکا۔ کتاب کو نبی سے الگ کر دیجئے تو وہ ایک کشتی بے ناخدا کے بغیر جسے لے کر اناڑی مسافر زندگی کے سمندر میں کتنے ہی بھٹکتے پھریں منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور دین کو خدا سے الگ کر دیجئے تو خدا کا راستہ پانے کے بجائے آدمی ناخدا ہی کو خدا بنا بیٹھتا ہے۔ قرآن اور محمدؐ دونوں چونکہ ایک مشن رکھتے ہیں ایک مقصد و مدعا کو لئے ہوئے آتے ہیں اس لئے ان کو سمجھنے کا انحصار اس پر ہے کہ ہم ان کے مشن اور مقصد و مدعا کو کس حد تک سمجھتے ہیں۔ اس چیز کو نظرانداز کر کے دیکھئے تو قرآن عبارتوں کا ایک ذخیرہ اور سیرت پاک واقعات و حوادث کا ایک مجموعہ ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور سیرت محمدی دونوں بحر ناپیدا کنار ہیں۔ کوئی انسان چاہے کہ ان کے تمام معانی اور فوائد و برکات کا احاطہ کرے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ جس چیز کی کوشش کی جا سکتی ہے تو آدمی ان کا زیادہ سے زیادہ فہم حاصل کرے اور ان کی مدد سے روح دین تک رسائی پائے، کیونکہ

اے کہ آئینی مسلمان زندہ است
پیکر مسلم ز قرآن زندہ است

یہ ایک نہایت بنیادی بات ہے جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے کہ نبی کوئی نئے نبی نہیں ہیں بلکہ جماعت انبیاء کے ایک فرد اور اس سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں جو ابتدائے آفرینش سے لیکر آپ کی بعثت تک جاری رہا اور جس میں ہر قوم اور ہر زمانہ کے انبیاء شامل ہیں قرآن حکیم نبوت و رسالت کو کسی ایک ذات کسی ایک ملک یا ایک قوم سے مخصوص نہیں کرتا بلکہ وہ صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ اللہ نے ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانہ میں ایسے مقدس نفوس پیدا کئے ہیں جنہوں نے انسان کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دی ہے اور گمراہی کے بُرے نتائج سے ڈرایا ہے۔

سورہ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۔ ہم صرف قبر کے مردوں کو سنانے والے نہیں تم صرف آگاہ کردینے والے ہو اور ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

غرض رسول کی دعوت وہی دعوت ہے جس کی طرف ابتدائے آفرینش سے ہر داعی حق بلاتا رہا ہے۔ اور آپ اسی دین فطرت کی تلقین کرتے ہیں جس کی تلقین اللہ کا ہر نبی اور رسول کرتا رہا۔ دوسرے الفاظ میں قرآن کو بھیجنے والے نے اس کے لانے والے سے صرف اتنی ہی خدمت نہیں لی کہ وہ اس کی آیات کی تلاوت کرے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے بلکہ اس نے اسی رسولِ پاک کے ذریعے سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

قرآن کی یہ تصریحات اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتی کہ محمدؐ پچھلے پیغمبروں میں سے کسی کی تکذیب یا کسی کے لائے ہوئے پیغام کی تردید کرنے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اس لئے آئے تھے کہ اس سچے دین کو جو اول دن سے تمام قوموں کے پیغمبر پیش کرتے چلے آئے تھے بعد کے لوگوں کی آمیزش سے پاک کرکے پھر پیش کر دیں۔

سورہ النحل میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا جس نے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے پرہیز کرو۔

کتاب اللہ سے مراد اللہ کے فرمان اور ارشادات کو جوں کا توں سنا دینا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قوموں کے اخلاق اور ان کی زندگی کو بُری صفات، بُری رسموں اور بُرے طریقوں سے پاک کیا جائے۔

سورہ النساء میں ارشاد ہو رہا ہے۔ اے محمدؐ ہم نے تم پر حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ تم اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر فیصلہ کرو۔

یہ درحقیقت لازمی امر ہے کہ نبوت محمدیؐ کی عالمگیری اور ابدیت اور تکمیل دین کا چونکہ قرآن کی مذکورہ بالا تصریحات کی رو سے محمدؐ کی نبوت تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے نہ کہ ایک قوم کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے نہ کہ ایک زمانہ کے لئے آپ کے ذریعہ وہ کام بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جس کے لئے دنیا میں انبیاء کے آنے کی ضرورت تھی اور دنیا کے سامنے اللہ کے کلام اور اللہ کے رسولؐ کا اسوۂ حسنہ اس طرح پیش کر دیا گیا کہ وہ ہر قسم کی تلبیس و تحریف سے پاک ہے اب صرف یہ ضرورت باقی ہے کہ اس سے علم حاصل کیا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

یہ تیری عظمتیں، یہ تیری نکہتیں ہمارے نبیوں کے سردار صلّ علیٰ
رہبر راہ حق مظہر نور خدا پیکر حسن انوار صلّ علیٰ

حضور سرکار دو عالمؐ پر لاکھوں درود و سلام آپ کو رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنایا آپ پیغمبر خدا، ہادیٔ برحق، سرور کائنات، فخر موجودات، محسن انسانیت، معلم آدمیت بنا کر بھیجا ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی دل و جان باد فدایت
چہ عجب خوش لقبی

آپ دنیا میں تشریف لائے تو دنیا ایک بتکدہ تھی دنیا کے بت کدے میں خدا کا پہلا گھر جسے اللہ کے حکم سے حضرت خلیلؑ نے تعمیر کیا تھا بعثت محمدیؐ سے پہلے لوگ بدی کی مسموم فضا میں پل رہے تھے احترام آدمیت فنا ہو چکی تھی فسق و فجور عام تھا۔ آدمی کا آدمی دشمن تھا بت پرستی تھی لوگ صراط مستقیم سے بھٹک چکے تھے۔ آپ کے آنے سے گمراہی ختم ہو گئی اور جیسی مکمل ہدایت آگئی اس سے پہلے کبھی نہ تھی ؎

مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

آپ نے لوگوں کو دعوت حق دی اللہ کا پیغام سنایا۔ پرہیزگاری کی فضیلت سمجھائی اور ان کے دلوں کو اسلام اور اسلام کی مواخات اور مساوات کے مضبوط بندھنوں سے جوڑ

دیا وہ بھائی بھائی بن گئے۔ یعنی فرد کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہوئی انفرادی زندگی سے اجتماعی زندگی کا نظام سنورتا چلا گیا۔ اور اسلام رگ و پے میں سما گیا۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایک متحرک انقلاب کیا۔ یہ اسی کا فیضان تھا کہ اہل عرب اسلام کی خاطر پر کمربستہ تھے۔ لیکن جہاں تک اس معلم قرآن حضور رحمۃ للعالمین کی سیرت طیبہ کے کمال اور اس کی جامعیت کا تعلق ہے تو اسے دوست تو دوست کنار اسلام کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سیرت محمدؐ انسانیت کے جمال و کمال کا آخری نقطۂ ارتقاء ہے۔ تاریخ کے کسی بھی دور میں کمال و جامعیت سے بھرپور ایسی مثالی زندگی کسی دوسری شخصیت کی ہرگز نہیں دکھائی جا سکتی۔

وہ جن مخلوق میں سب سے حسین تخلیق خالق کی
خدا کی سب خدائی میں نہ اُن سا دوسرا دیکھا

پہلی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ سیرت مصطفویؐ عام معنی کے اعتبار سے نہ صرف ایک کتاب تھی اور نہ محض ایک شخصی سوانح عمری بلکہ اس کے برعکس یہ سیرت پاک ایک مکمل تحریک تھی۔ جو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں پر محیط تھی۔

آپ کی زندگی ان دو لفظوں کی تصویر تھی۔ کَانَ خُلُقُہُ القرآن۔ حضورؐ کی زندگی عین قرآن تھی۔

سر ولیم میور فرماتے ہیں۔ سیرت طیبہ ایک روشن چراغ کی مانند ہے کائنات کا ہر ذرہ اس شمع نور سے جگمگاتا رہے گا۔

قرآن حکیم نے سب سے پہلے جس مسئلے کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت محمدؐ کا بچپن حضرت ابو طالبؓ کے ساتھ گزرا۔ جن کے اقوال و افعال اور خصائل و شمائل کی عملی تصویر حضورؐ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس برگزیدہ ہستی کا اثر ان کی تمام شخصیت پر نمایاں ہے یہ وہی ہستی ہیں جس کے لخت جگر میں سے کائنات حضرت علیؓ ہیں۔ اور ان کو حضرت فاطمہؓ جیسی زوجہ ملی اور حسنؓ و حسینؓ جیسے بیٹے ملے جن پر پوری کائنات کو ناز ہے۔ بیدم وارثی فرماتے ہیں۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساءؓ حسینؓ و حسنؓ مصطفےٰؐ علیؓ

حاصل کلام یہ ہے کہ انسانی فطرت کی جملہ مقتضیات کا پیکر رسالت کے جامۂ مقدس میں آتا ہے رسولؐ ہی کے وجود سے انسانیت کا ایک ایک پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے رسولؐ ہی کے وجود سے انسان انسانیت کے جملہ اوصاف سے متصف ہو کر انسان بن جاتا ہے اگر رسالت کا وجود صفحۂ ہستی پر نہ ہوتا تو موجودہ فطری انداز سے کے مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانیت کے اصول وضوابط یا متصف انسان کے تکوین بھی شاید نہ ہوتی۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما

اللہ نے قرآن میں حضورؐ کا نام لے کر نہیں پکارا بلکہ صفت کا ذکر کیا ہے۔ جیسے یایھا النبیؐ۔ یایھا الرسول۔ یایھا المدثر۔ یایھا المزمل۔ حضورؐ کا ادب رکن ایمان ہے حضورؐ کی گستاخی کفر، حضورؐ تمام دنیا کے لئے نبیؐ ہیں۔ حضورؐ مراد النبی کے مبین ہیں حضورؐ قرآن کے جانشین ہیں۔

نور وحدت سے ہے منور قلب ونظر کا گوشہ گوشہ
ناز! ہے یہ فیضان محمد صلے علیہ وآلہٖ وسلم

حضورؐ نے انسانی زندگی کے لئے ایک ضابطہ حیات پیش کر کے جس معاشرتی نظام کی بنیاد ڈالی ہے اس کا مرکزی اور کلیدی کارپرداز وہی مردِ مومن اور مردِ کامل ہے۔ جس کو حیدر کرار کہتے ہیں۔ یہ وہی مردِ مومن ہے۔ جس کا لال میدان کربلا میں ۷۲ جانثاروں کے ساتھ شہید ہو گیا۔

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

سیرت مصطفویؐ کے ساتھ ہمارا تعلق محض علمی اور ذہنی ہی نہیں قلبی اور روحانی بھی ہے ہماری دنیا اور آخرت دونوں کی اصلاح وتکمیل اقتدائے سیرت پر منحصر ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے پیغمبر اسلام کی سیرت اور سنت کو ہمارے لئے ایمان اور عقیدہ قرار دیا۔ قرآن حیاتِ رسولؐ کا مبین ہے اور حیات رسولِ قرآن کی مبین۔ قرآن اللہ سیرت النبی کی تفسیر ہے اور سیرت النبی اللہ کی تفسیر ہے

(بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

شخصیات اسلامیہ

از مولانا سید ظفر الحسنین صاحب قبلہ لاہور

حضرت ابو طالب علیہ السلام

ع
کی وفا ہم نے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

آج آدھی دُنیا ایسی ہے جو مُسلمان نہیں لیکن کسی شخصیت کو بھی یہ کہہ کر ہدفِ ملامت نہیں بنایا جاتا کہ اُس نے کلمہ نہیں پڑھا۔ مگر نہ معلوم کیوں اور کس لئے۔ حضرت ابوطالبؑ کے متعلق بار بار کہا اور لکھا جاتا ہے کہ اُنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

ایک طرف تو حضرت ابوطالبؑ اُس علیؑ کے باپ ہیں۔ جس نے کلمہ پڑھوانے کیلئے اور کلمہ پھیلانے کیلئے اور کلمہ قائم رکھنے کیلئے کُشتوں کے پشتے لگائے ہیں۔ اس لئے وہ دشمنانِ اسلام کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ دوسری طرف یہی حضرت ابوطالبؑ ہیں جن کے زیرِ سایہ حضرت رسولِ اکرم پروان چڑھے۔ سرکار ابوطالبؑ نے کٹھن سے کٹھن وقت میں رسالتؐ مآب کو بچایا۔ ان کیلئے مال، اولاد، وجاہت حکومت سب ہی کی تو بازی لگا دی۔ اگر عام مسلمانوں کو واقعی اسلام سے محبت ہوتی تو وہ حضرت ابوطالبؑ کا نام نہایت احترام سے لیتے اِن کے گُن گاتے احسان مند ہوتے۔ لیکن اسلام میں اکثریت تو اُن کی تھی جو جان بچانے کیلئے اسلام لائے تھے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے مذہب تو بدل دیا۔ مگر اپنے خیال پر جُوں کے تُوں ڈٹے رہے۔

ابنِ خلدون نے اپنے مقدمے میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں" عوام اپنا مذہب تو تبدیل کرتے ہیں۔ لیکن اپنی سابقہ روایات کو نہیں بدلتے۔ جب خدا وندِ عالم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ پُرنور حضرت آدم علیہ السلام کی پُشتِ مبارک وسط میں رکھا تو اُن کی پیشانی یکایک چمک اُٹھی۔ انگلیوں سے نُور کے چشمے

پھوٹ نکلے۔ حضرت ابوالبشر نے حیران ہو کر پوچھا پالنے والے یہ کیا"۔ ارشاد قدرت ہوا۔ "ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تمہاری پشت میں ودیعت فرمایا ہے"۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبدالمطلب تک یہ نور ایک ساتھ رہا۔ بعد ازیں اس نور کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حضرت ابوطالبؑ کی طرف منتقل ہوا جس سے امیرالمومنینؑ یعسوب الدین کی ولادت باسعادت ہوئی۔ دوسرا نور کا ٹکڑا حضرت عبداللہ کی طرف گیا جس سے غایت عالم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا۔ اسی امر کی تصدیق احادیث رسولؐ سے بھی ہوتی ہے۔

انا و علی من نور واحد (ترجمہ) میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں

ارشادِ قدرت ہے "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (ترجمہ) اور ہم نے تم کو سجدہ گزاروں کی پشت میں رکھا۔ (پارہ ۱۹ سورہ النمل رکوع ۱۵ آیہ ۲۱۹)

یہ پیش نظر رکھئے کہ تخلیق کی دو قسمیں ہیں۔ عالم امری، عالم خلقی۔ عالم امری سے انبیاء والمرسلین کی تخلیق ہوتی ہے۔ اور یہ دنیاوی تخلیق کی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تو تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔

اسی اسلام کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اسلام عوام الناس کا ہے۔ جس میں کلمہ کی پابندی ہے۔ اور دوسرا اسلام وہ ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت طیبہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ (ترجمہ) پالنے والے ہم دونوں باپ بیٹوں کو فعلیت اسلام پر باقی رکھنا۔ اور ہمارے اولاد کو بھی اُمت مسلمہ بنائے رکھنا۔ یہی قرآن تو یہ بتا رہا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کا اسلام عام اسلام نہیں جس کے لئے کلمہ کا زبان پر جاری ہونا ضروری ہے۔ معترض کو چاہئے پہلے اپنے اسلام اور کردار کو دیکھ لے۔ اس کے بعد حضرت ابوطالبؑ پر زبان اعتراض کھولے۔ جس طرح وہ روزہ دار جس نے کبھی بھول چوک کر روزہ رکھا ہو۔ عموماً دوسروں سے پوچھا کرتا ہے کہ آج تم نے روزہ رکھا ہے کہ نہیں۔ دراصل وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔ اسی طرح فتح مکہ بعد جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھنے والا ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تو کلمہ پڑھا لیا ہے۔ تاکہ

اس کی جان خطرے میں نہ پڑے۔ بھلا جن کا مرنا جینا اسلام کے لئے ہو۔ اُن کو اس پروپیگنڈے کی کیا ضرورت ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر پرورش پائی۔ لیکن اس کے باوجود اپنی والدہ گرامی ہی کا دودھ پیا۔ آسیہ زن فرعون نے مختلف قوموں، قبیلوں کی دائیاں بلائیں۔ ان کا دودھ پلانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ بہتیرے جتن کے پاپڑ بیلے۔ مگر سب بیکار۔ حضرت موسیٰؑ نے ان میں سے کسی کا دودھ پینا تھا اور نہ پیا۔ مگر جب خواہر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب آسیہ سے ایک شریف اور ہمدرد دائی کا تذکرہ کر کے اپنی ہی والدہ کو بُلا لیا۔ تو موسیٰؑ بلا تکلف دودھ پینے لگے۔
خداوند عالم نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر سے تمام سائے اُٹھا لئے۔ باپ کا سایہ پیدائش ظاہری سے پہلے ہی اُٹھ چکا تھا۔ تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ ابھی چند سال کے تھے کہ دادا بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ناظرین جانتے ہیں کہ از روئے شریعت صرف باپ اور دادا ہی بچے کے ولی ہوتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ماں کو بھی عرف عام میں سرپرست مانا جاتا ہے۔ اس بنا پر مکمل یتیمی کا تصور اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب نہ ماں ہو نہ باپ اور نہ دادا، غرض رسالت مآبؐ مکمل یتیم تھے۔ خداوند عالم اپنے کلام بلاغت نظام میں فرما رہا ہے۔
اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (پ سورہ والضحیٰ آیت) (ترجمہ) ہم نے تم کو یتیمی میں پناہ دی۔ اور سب جانتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اکرم کو حضرت ابو طالبؑ ہی نے پناہ دی۔ ان کی پناہ کو خداوند عالم نے اپنی بتائی۔ اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ پروردگار عالم معصوم کے فعل کے سوا کسی کام کو اپنا کام نہیں فرماتے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام معصوم عن الخطا تھے۔

(باقی ۔۔۔ دارد)

یادِ رفتگان

از جناب سید انور حسین شاہ صاحب
ریٹائرڈ تحصیلدار۔ وزیر آباد

موجِ دودِ آہ

ضیغم اسلام علامہ مرزا احمد علی اعلی اللہ مقامہ سے ہمارے خاندان کے بڑے دیرینہ مراسم تھے۔ عزیزوں سے بڑھ کر تعلقات تھے۔ غمی و خوشی کے ہر موقع پر شرکت لازمی تھی۔ ہمارے جد امجد سید غضنفر علی شاہ مرحوم کے وقت سے یہ راہ و رسم تھی۔ اللہ کے فضل سے ہمارے اجداد جہاں کہیں بھی رہے۔ مذہبی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔ مساجد اور امامباڑوں کی تعمیر ان کا معمول رہا۔ سرکاری ملازمتوں کے سلسلے میں جہاں کہیں بھی تعینات رہے۔ وہیں مذہب کی طرح ڈالتے رہے اور عزاداری ائمہ ہدیٰ کے فروغ کے لئے ہمیشہ سعی فرماتے رہے امامباڑہ کلاں فیروز پور اور امامباڑہ خیمہ سادات لاہور انہیں کی یادگاریں ہیں۔

میرے اب و جد سب ہی سرکار علامہ مرزا نے مرحوم کے بڑے ہی قدر شناس تھے۔ اس لئے میں بھی بچپن سے ہی ان سے متعارف تھا۔ ان کی شفقتِ بزرگانہ نے میرے دل کو موہ رکھا تھا اور میں ہمیشہ اپنے آپ کو ان کا روحانی بیٹا ہی سمجھتا رہا۔

دنیا اچھی، دین اکمل

علامہ موصوف نہایت ذہین و فطین اور ہوشیار و زیرک اور جسور و غیور اور عالم فاضل تھے۔ ان کے نام کے ساتھ علامہ واقعی زیب دیتا تھا۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا امتزاج سونے پر سہاگہ تھا امرتسر کے وہابی مدارسِ عربی میں تقیہ کی حالت میں عربی و دینی علوم حاصل کئے۔ اہلحدیث کے مدرسہ و مسجد میں مولوی ثناء اللہ سے بھی عربی تعلیم حاصل کی۔ ان سے معاملہ عجیب تھا۔ عربی ان سے پڑھتے مگر انگریزی ان کو پڑھایا کرتے تھے۔ دینی مدارس سے نہ کوئی گزارہ الاؤنس یا امدادی وظیفہ کبھی پایا اور نہ ہی مدرسوں کی روٹیوں پر کبھی رہے غرض بڑے مصائب سے علم دین حاصل کیا مگر مرحوم کی دقت پسند طبیعت نے اسے راحت جاں جانا۔ اور بہر نوع عربی و دینی علوم میں دستگاہ حاصل کر لی۔

اس عہد میں مسلمانوں میں مروجہ مغربی تعلیم عام نہ تھی۔ اور پھر ملازمت کے دروازے تو ان پر بالکل بند تھے۔ مگر علامہ خطیب اسلام (نور اللہ مرقدہ) کو اس تعلیم میں بھی خاص شغف رہا۔ اور اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے آپ ملٹری اکاؤنٹس میں ملازم ہو گئے۔ جہاں ہندوؤں سے مقابلہ ہو گیا۔ مقابلہ ہنود سے اور وہ بھی حساب و محاسبہ میں۔ کریلا وہ بھی نیم چڑھا۔ مگر مرزا نے مغفور نے بڑا کڑا مقابلہ کیا۔ علامہ موصوف نے اکاؤنٹس اور آڈٹ میں بھی خوب جوہر دکھائے اور دفتری ایفی شنیسی (EFFICIENCY) اور محکمانہ امتحانات میں امتیازی پوزیشن لیتے رہے۔ اور منازل ترقی طے کرتے ہوئے سرکاری ملازمت کے زینہ پر بفضل تعالیٰ بہت اونچے چڑھتے گئے۔

علامہ مرحوم نے ہر سبیل سے خود کفیل زندگی بسر فرمائی۔ ملازمت اور افسری کے کچھ رکھ رکھاؤ ہوتے ہیں۔ مگر موصوف میں فقر و زہد کا عنصر ہمیشہ غالب رہا۔ اور ہندوؤں سے میل ملاپ میں طہارت کا خاص خیال فرماتے۔

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

دورانِ ملازمت فرصت کی ہر گھڑی کو تبلیغ مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ میں بدل و جاں صرف فرماتے رہے۔ سخت سے سخت مناظرہ و مجادلہ میں بے دھڑک قدم رنجہ فرماتے رہے۔ مگر سرکاری ملازمت کے نازک آبگینے کو کسی طور ٹھیس نہ آنے دی۔ جن کے متعلق شاعر قلت کے قول تھے "دین ملائی سبیل اللہ فساد" اور تفریق امت جن کا مقصود"۔ ان مفسد قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا رہا۔ اور فی الواقع کئی مقامات پہ فسادات بھی رونما ہوا کئے۔ مگر علامہ موصوف کی ملازمت پہ کبھی کوئی حرف نہ آیا۔ اور نہ ہی کبھی کسی جگہ مرحوم کو خراش وجراحت ہوئی۔ اس عہد کے ہر بڑے مناظرہ میں آپ ہی میر مناظرہ ہوتے رہے۔ کامیابی آپ کے قدم چومتی۔ مخالفین ہمیشہ زک کھاتے اور شکستِ فاش کا منہ دیکھتے۔ علامہ مرحوم کی طبیعت بڑی جلالی جوشیلی اور انداز بڑا غضنفرانہ ہوا کرتا تھا۔ حق کی طرفداری خود ہی دلیر بنا دیتی ہے مگر جوش کے وقت ہوش پوری طرح قرار و قابو میں رکھتے اور عدوئے اہلبیت کی گرفت کرتے ہوئے پنجۂ سخت کو کام میں لاتے۔ ؎

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے بُرندہ و براق

مناظرے بے بدل

ہمارے دادا مرحوم سید غضنفر علی شاہ کیریاں ضلع ہوشیارپور میں سرکاری تعینات پر تھے۔ آپ نے وہاں امام بارگاہ مع متعلقہ جائداد وقف کیا۔ ان کی سربراہی میں اس مقام پر ضیغم اسلام علیہ الرحمۃ اور مولوی عبد الشکور کاکوروی لکھنوی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ عیسائی پادری عبدالحق صدر اور منصف ٹھہرائے گئے۔ دو دن مناظرہ ہونا طے پایا تھا۔ مگر فولادبازو ضیغم اسلام کے ٹھوس اور فولادی دلائل کی زد اور رد نے اسے پہلے ہی دن نڈھال کر دیا۔ اور دوسرے روز منہ کالا کرتا ہوا وہ کوہاٹ کی طرف راہ فرار اختیار کر گیا۔ آپ قبلہ نے کتابوں کا گٹھڑ اٹھوا کر اس کا تعاقب فرمایا۔ اور بھاگتے کو پکڑ پکڑ کر ابلاغ حق کیا۔ اور کھینچ کھینچ کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ مگر وہ نجدی پھولی سانس کے ساتھ بھاگتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ لکھنؤ جا کر دم لیا۔

میرے والد میر خورشید حسین مرحوم و مغفور کی نگرانی میں دو مناظرے ہوئے۔ فیروزپور کی انجمن تذکرۃ المعصومین نے انتظام کیا۔ اور یہ دونوں مناظرے بھائی کا باڑہ اور گورو ہرسہائے ضلع فیروزپور کے مقامات پر میری ہوش میں ہوئے۔

(۱) مناظرہ بھائی کا باڑہ کی مفصل روئیداد مناظرہ نمبر اخبار درنجف ۱۹۲۳ء میں اور پھر رسالہ منتظر اتحاد میں چھپی۔

بھائی کا باڑہ ضلع فیروزپور (بھارت) میں ایک گاؤں تھا۔ گاؤں کے مالکان سکھ تھے۔ کچھ گھر مسلمانوں کے تھے۔ جن میں ایک گھرانہ شیعہ مسلک اختیار کر گیا۔ یہ مسلمان سکھوں کے ساتھ تو رس بس کر رہتے تھے۔ مگر انہوں نے اس شیعہ گھرانے سے سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، گل بات، لین دین اور حقہ پانی اور رشتہ ناطہ سب بند کر دیا گویا ترک تعلقات مکمل کر لئے۔ اور یہ سب علاقہ کے ملاں کے اکسانے پر تھا۔ وہ شیعہ بیچارہ جگراؤں پہنچا اور ارسطو جاہی مدرسہ فنگ کے علاء آقائی سید مرتضیٰ حسین بن شمس العلماء ابن ارسطو جاہ اور ان کے شاگرد رشید آقائی سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہم کو صورت حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے تذکرۃ المعصومین کو لکھا۔ اور علامہ ضیغم اسلام کا پتہ دیا۔ غرضیکہ پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری مدظلہ العالی (موگا) نے شرائط مناظرہ طے فرمائیں۔ مناظرہ سے قبل آس پاس کے اور دور دراز کے مومنین اور علماء امام باڑہ کلاں یعنی امام باڑہ

غضنفر علی شاہ فیروز پور میں جمع ہوئے - پھر جلوس کی شکل میں مناظرہ گاہ کی طرف گئے۔ عجب شان تھی - گاؤں بھائی باڑہ میں جا کر خیمہ زن ہوئے۔

اس مناظرہ کی خصوصیات یہ تھیں :-

(۱) علمائے شیعہ میں زہد کے مجسمے اور تقویٰ کے پیکر حضرات شامل تھے۔ فاضل اجل استاذ العلماء سید محمد باقر - مروجِ دینِ مبین مولانا سید مرتضیٰ حسین ارسطو جاہی - فخر الواعظین مولانا سید محسن علی شاہ سبزواری - مبلغ لاثانی مولانا سید غلام علی شاہ - حافظ بے بدل حافظ احمد اور احسن المناظرین ابوالفضاء علامہ مرزا احمد علی امرتسری اعلی اللہ مقامہم کے علاوہ مولانا محمد لطیف انصاری اور مولوی عنایت علی شاہ مرحوم شامل مناظرہ تھے۔

(۲) اہلسنت کی طرف سے بارہ تیرہ مولوی صاحبان تھے - جن کے چیدہ چیدہ مولوی محمد مسعود - ملا نظام الدین ملتانی اور قاضی فضل الرحمٰن تھے۔

(۳) ثالثانِ مناظرہ سکھ صاحبان تھے۔

سارا دن مناظرہ کا میدان گرم رہا - اہلسنت کی طرف سے مولوی محمد مسعود اور شیعوں کی طرف سے علامہ ضیغم اسلام میر مناظرہ ٹھہرے - گرما گرم بحث و مباحثہ ہوتا رہا - شام کے قریب مخالفین نے راہ فرار اختیار کی - اہل تشیع نے میدان میں ہی ظہرین کی نماز باجماعت ادا کی - غیر مسلم عربی دان ثالثانِ مناظرہ نے اپنا یہ فیصلہ علی الاعلان سنایا۔ "ہم متفقہ طور پر ثالث مقرر ہوئے - ہمارے روبرو فریقین کے نمائندہ مولوی صاحبان نے بحث کی - ہم فیصلہ دیتے ہیں کہ اس مباحثہ اور مناظرہ میں شیعہ غالب اور مدِ مقابل مغلوب ہوئے۔ ہم موخر الذکر کے گریز اور شکست کا فیصلہ دیتے ہیں۔" (دستخط اتم سنگھ - اوکھا سنگھ)

دورانِ مناظرہ جب مسئلہ فدک پر بحث ہو رہی تھی تو شیعہ مناظر مجاہد نے حضرت بی بی فاطمہؑ کے مصائب بعد رسولؐ گنوائے اور کتب اہلسنت سے ان اذیتوں کو دکھلایا جو خاتون جنتؑ نے برداشت کیں اور جن کی خاطر وہ عمر بھر روتی رہیں - جس کے باپ نے عام الحزن منایا اس نے بیت الحزن بنایا - واقعہ غضب صدیقہؑ بتلاتے ہوئے سرکار مرزا مرحوم (حشرہ اللہ مع المعصومین) کے انداز اس قدر پرسوز اور دلدوز تھے کہ مومنین داڑھیں مار مار کر رونے لگے - اور یوں مجلس مناظرہ مجلس عزا بن گئی۔

اعلان فیصلہ ثالثان کے بعد یہ مظفر و منصور گروہ نعرہ ہائے صلوٰۃ پڑھتا ہوا

جلوس کی شکل اختیار کر گیا۔ نعرۂ تکبیر، نعرہ رسالت اور نعرۂ حیدری گونج گونج گئے۔ یہ جلوس واپس امام باڑہ غضنفر علی شاہ میں آ گیا۔ وہاں مجلس عزا ہوئی جس میں مولانا محسن علیشاہ مرحوم اور علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ نے خطابت فرمائی۔ سرکار مرزا نے مرحوم نے آیۂ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار کی تفسیر فرمائی۔ دوسرے دن صبح فیروزپور چھاؤنی میں قبلہ صاحب نے آیہ مجیدہ محمد رسول اللہ والذین معہ کے عنوان پر لاجواب تقریر فرمائی۔

فیروزپور اور لاہور میں فاتح مناظر علامہ ضیغم اسلامؒ کا بڑا زوردار جلوس نکالا گیا۔ مومنین کا ایک جم غفیر تھا۔ گویا جنوداً لم تروھا کی یاد تازہ ہو گئی۔

(ب) دوسرا مناظرہ جو میں نے اپنی آنکھوں دیکھا اپنے کانوں سنا وہ گورو ہر سہائے تحصیل مکتسر ضلع فیروزپور کا تھا۔ یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ تمام اطراف و اکناف سے شیعان حیدر کرار جوق در جوق امام باڑہ کلاں میں اکٹھے ہوئے اور پھر جلوس کی شکل میں گورو ہر سہائے پہنچے۔ ہمارے مناظر علامہ ضیغم اسلامؒ جب جلسہ گاہ میں آئے تو عربی لباس زیب تن تھا اور اونٹ پر تن کر سوار بیٹھے تھے

اہلسنت کے بڑے بڑے عمامہ پوش علما تھے۔ تمام علاقے کے عامۃ المسلمین جانے مناظرہ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دوران مکالمہ علامہ مرزا نے مرحوم نے مد مقابل کو لوہے کے چنے چبوائے کہ ہر فولادی استدلال پر اس کا منہ پھیر گیا۔

علامہ مرزا نے مرحوم کی وہ تقریر آج بھی کانوں میں گونجتی ہے جس میں انہوں نے بتلایا کہ سکھ تعلیمات اسلام کی روشنی سے کس طرح متاثر ہیں۔ اور سکھ مت کے عقائد میں توحید کا کیا مقام ہے۔ گورو ہر سہائے میں سکھ آبادی بہت تھی۔ اور علاقہ کے گوروؤں کے پاس گرونانک کا وہ چولہ تھا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ سرکار علامہ مرزا صاحب نے اسلام اور سکھ مت میں جو قدر مشترک ہے اس تار کو اس انداز سے چھیڑا کہ سکھ گرویدہ ہو گئے۔ جب مرحوم نے سکھ گروؤں پر مظالم اور اس دوران میں شیعوں کے مددگار کردار کا ذکر کیا۔ تو مرزا نے مرحوم کی اس زمزمہ دری سے سکھوں نے واہگرو کے نعرے بلند کرنے شروع کئے۔ ادھر شیعان حیدر کرار نے نعرہ حیدری - یا علی کی صدائیں بلند کیں۔ عجیب نظارہ دل کشا تھا۔

گاؤں بھر میں ایک گھرانہ شیعہ تھا۔ باقی اوڈ تھے۔ مناظرہ میں علامہ ضیغم اسلام (خدا ان کی قبر کو روشن رکھے) نے مدمقابل کو وہ استدلالی پٹکھنیاں دیں کہ بعد مناظرہ ملاّئے تنگ نظر کے اکسانے پر اوڈوں نے جماعتِ حق پر حملہ کی نیت سے تعاقب کیا مگر تب تک مومنین گاؤں چھوڑ کر شہر کی سرحدوں میں داخل ہو چکے تھے۔ اس لئے نقضِ امن کا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔

ان دونوں مناظروں کے نتائج میں گاؤں کے گاؤں حلقہ بگوش مذہب اہلبیتؑ ہو گئے اور سکھوں پر بڑا ہی مفید اثر ہوا۔ یوں برسوں مرحوم کے دم قدم سے دینِ حقہ کی ترویج ہوتی رہی۔

فاتح مناظر ضیغم اسلامؒ نے اسی طرح سینکڑوں مناظرے کئے۔ نفاق کش اور کفر سوز دیں پرور اور اتحاد منظر۔ مرحوم کا اس قدر رعب و جلال تھا کہ کئی دفعہ مخالفین شاطرین ان کا نام سنتے ہی میدان چھوڑ بھاگ جانے کی راہ دیکھنے لگتے تھے۔ نجدکوہی کے پیرو اسداللہی غضنفر کے سامنے ٹھہرنے کا بھی حوصلہ نہ کر پاتے۔ مولوی عبدالشکور لکھنوی تو ایسا بھاگا کہ پھر پنجاب کا رُخ کبھی نہ کیا۔ اپنے استاد شعاراللہ سے عمر بھر میں چار چھ بار ڈٹ کر دوبدو مقابلہ کیا۔ ضیغم اسلامؒ کی گرج سے ہی مخالفین کا رنگ اڑ جاتا اور وہ ولیتم مدبرین کی زندہ تفسیر بن جاتے۔ مرحوم کے نام سے فسادی یوں بھاگتے جیسے غلیل سے کوّا اور لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔

عالم اجلؒ خطابت کے میدان میں بھی مرحوم ضیغم اسلامؒ اپنے وقت کے یگانہ تھے۔ اخبار اسد اور سرفراز لکھنؤ کی فائلیں گواہ ہیں کہ فیض آباد کے مرکز محراب و منبر پر آپ نے بےمثال تقاریر کیں۔ اپنے عہد کے مشہور ترین مقررین و خطیب ملک الناطقین سید سبط حسن مرحوم اور مولوی محمد رضا فلسفی مغفور اور مولوی مرتضیٰ حسین مرحوم کی موجودگی میں وہاں علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ نے کٹھن سے کٹھن مضامین پر طبع آزمائی فرمائی۔ وہاں طریقہ یہ تھا کہ منتظمین کی طرف سے منصفین (ججز) مقرر ہوتے تھے جو ہر مقرر کو نمبر دیا کرتے۔ جو پاسنگ مارکس نہ لیتا اس مقرر کو آئندہ سال مدعو نہ کیا جاتا۔ علامہ موصوف علی الاکثر اوّل رہے۔

میرے والد بزرگوار مرحوم میر خورشید حسین بھٹنڈہ ریاست پٹیالہ میں کسب معاش

کے سلسلے میں رہے۔ وہاں خالص ہندو آبادی میں انہوں نے انجمن اسلامیہ بنائی اور اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ آپ وہاں کل مسلمین میں ہر دلعزیز تھے۔ انجمن کے سالانہ اجلاس میں مسلمانوں کے ہر فرقہ کے علماء بلائے جاتے۔ سرکار خطیب اسلام کو بھی مدعو کیا جاتا۔ اسلام کے عالمگیر نظام پر تقاریر ہوتیں۔ یہاں مرزا ئے مرحوم جس قدر پاپولر تھے کوئی دوسرا عالم نہ تھا۔ توحید و نبوت و امامت اور محاسن اسلام پر فاضلانہ وعظ فرماتے اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش فرماتے اور ان کو تجارتی اور اقتصادی حالت کے سنوارنے کی صلاح دیتے۔

پانی پت ضلع کرنال کی سالانہ مجالس میں اپنے وقت کے بہترین مقررین کو مدعو کیا جاتا۔ علامہ موصوف نے حکیم مولوی مرتضےٰ حسین اعلیٰ اللہ مقامہ کے بعد تقریر فرمائی۔ شیعہ شستری مولوی لقاء علی حیدری اعلیٰ اللہ مقامہ بیساختگی اور وارفتگی کے عالم میں عش عش کرتے پائے گئے۔ واہ واہ کرتے پائے گئے۔

میرے بہنوئی سید اقبال حسین ریٹائرڈ ایس پی انبالہ چھاؤنی میں ملازم تھے۔ وہاں کی مجالس میں مرحوم علامہ مرزا صاحب نے وعظ فرمایا۔ تعلیم یافتہ یورپین وشو و اور معززان علاقہ بکثرت مجلس میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ ان انگریزی خواتین کے لئے علامہ خطیب اسلامؒ نے ایک مجلس انگریزی میں پڑھی۔ جو بیحد پسند کی گئی۔

خود میں جہاں بھی ملازمت کے سلسلے میں گیا۔ مرزائے مرحوم کو وہاں کے لئے تکلیف دیتا رہا۔ اور وہ بلا تکلف وہاں آتے رہے۔ عزاداری امام حق چونکہ مجھے ورثہ میں ملی ہے۔ میں جہاں کہیں بھی گیا۔ عزاء امام کا سلسلہ جاری کرتا رہا۔

شروع ملازمت میں میں تریرہ کے مقام پر متعین ہوا۔ ہم مومنین و مسلمین نے وہاں انجمن اسلامیہ بنائی اور مسلمانوں کا متحدہ جلسہ کروایا۔ ہر فرقہ کے بڑے نامی گرامی خطباء و علماء بلوائے۔ قبلہ مرزائے مرحوم (خدا ان کی روح کو شاد رکھے) نے توحید باری تعالیٰ پر جو تقریر فرمائی وہ بہت ہی کامیاب و لاجواب تھی۔ ہندو وکلا نے بہت سراہا۔ ایک آریہ ہندو وکیل نے کھڑے ہو کر کہا اگر اسلام اور توحید اسلام یہی ہے جو ہمارے نوجوان شیعہ عالم نے پیش کی ہے تو دنیا گواہ رہے کہ میں مسلمان ہوں۔ حیدری نعرے اور بجے کا رے سے آسمانوں تک گونج اٹھے۔ ہے

یہی دین محکم یہی فتح باب   کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب

اسی طرح میں ملازمت کے سلسلے میں دھرمسالہ - گڑھ شنکر - وزیر آباد - شاہدرہ اور شرقپور میں رہا - اور قبلہ صاحب مرحوم کو ہر جگہ وقتاً فوقتاً مدعو کرتا رہا - آپ وہیں وہیں اپنی خطابت کے چرچے چھوڑتے رہے - اور اتحاد بین المسلمین قائم کرتے رہے اور غیر مسلموں کو متاثر کرتے رہے - شرقپور میں بیرونِ در عزاداری کے لئے ماحول مناسب نہ تھا - میں نے احاطہ تحصیل میں مجالس عزا کروائیں - اور علامہ خیثم اسلام علیہ الرحمہ نے بڑے دلنشین موعظے دیئے - ان کا اثر یہ ہوا کہ شہر بھر کی زمین عزاداریٔ امام کے لئے ہموار ہو گئی -

میں نے منتِ مولا مانی تھی کہ اگر میرے اولاد نرینہ ہو گی تو بڑی زور دار مجلس ذکر امام کرواؤں گا - لہذا لڑکا ہونے پر میں نے پاکپتن شریف میں خاص مزار بد دیوان کے سامنے مجلس کروائی - اس کے لئے مرحوم قبلہ صاحب کو تکلیف دی گئی - آپ نے وہاں وہ یادگار موعظہ دیا جو آج تک سرزمین پاکپتن کو یاد ہو گا - وعظ کے خاتمہ پر حضرت مخدوم دیوان صاحب پاکپتن نے فرمایا - کہ انہیں ہمیشہ بلوایا کرو - مقبول ہیں ماشاء اللہ - اور بابا فرید کے مزار پر مجلس کی دعوت دی -

حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ علیہ الرحمہ نے تمام عمر بے ریا اور بلا طے شدہ معاوضہ کے خدمات دین سر انجام دیں - جزاہ اللہ خیر الجزاء - آج کل کے پیشہ ور مولویوں کی طرح نہیں کہ فیس طے ہوتی ہے - پرسنل سیکرٹری شرائط دین طے کرتا ہے - بڑے بڑے ہوٹلوں میں رہائش پذیر ہونے کے تقاضے ہوتے ہیں - پیشہ وروں کے یہ طور طریقے دیکھ کر سینہ سے اک ہوک اٹھتی ہے ۔

عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین و ایمان

عزادار افضل عزاداری پر ایک کتاب حسینی نامہ نگار سید محمد ہادی حسین صاحب نے مرتب فرمائی - جو ۱۹۵۵ء میں کراچی سے طبع ہوئی - اس کے باب ہشتم بعنوان لاہور کی عزاداری میں وقائع نگار کا یہ تاثر ملتا ہے - کہ ترویج و ترقی عزاداری لاہور کے ضمن میں اگر ابو الصفا ، جناب علامہ مرزا احمد علی صاحب امرتسری کا ذکر نہ کیا جائے تو ناسپاس گذاری ہو گی - علامہ موصوف اس پیرانہ سالی میں بھی دینی خدمات

برابر سجا رہے ہیں۔ اور علوم و معارف محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نشر و اشاعت میں مصروفِ عمل ہیں۔ اثباتِ عزاداری اور حلّت و جوازِ گریہ و ماتم میں ان کی نہایت جامع تحریر نشر ہوتی رہتی ہیں۔

حضرت قبلہ ضیغم اسلامؒ ۲۸ صفر المظفر کے شبیہ تابوت امام حسن علیہ السلام کے جلوس کے بانی اور موسس تھے۔ تابوت حسنؑ سبز قبا سارا سال جہاں زینت افروز رہتا ہے۔ اور ۲۸ صفر کو جہاں سے اٹھایا جاتا ہے۔ اس جگہ پر اس عزادار حسنی کو عین تابوت کے نیچے مدفن کو جگہ ملی اور خوب ملی۔ مرحوم کے مرثیہ میں چند بند میں نے بھی کہے تھے۔ ع

رہ گریزاں تجھے ثنا واللہ ہوں یا عبد الشکور — تیری اس حرب کا ہر شخص تماشائی ہے
مجلسوں میں تھی خطابت تیری سب سے بڑھ کر — فیض آبادی تیرا ہر سامع سودائی ہے
شروع کی تو نے عزا حسنؑ سبز قبا — حشر تک کام تیرا انجمن آرائی ہے
تیری آرام گہہ آخر خود تیری بنا کردہ ہے — تو حسینی ہے جگہ خوب تجھے بھائی ہے
عسکریؒ کی طرح ہو سوگ نشیں اے انورؔ — مرزا صاحب سے تیرا واسطہ آبائی ہے

اپنے عہد کے بہترین واعظ و مقرر، مجاہد نڈر و مناظر نے اس جہانِ صوت و صدا سے چلے جانے کے بعد بھی شہر خاموشاں کے بھیانک سناٹے کو پسند فرمایا۔ اور فانی دنیا کی آخری منزل اور بے ثبات جہان کی آخری قرارگاہ ان کو وہاں نصیب ہوئی جہاں قرآن خوانی اور ذکر محمدؐ و اہلبیتؑ کے سوا کوئی گہما گہمی اور ہمہمہ بھی نہیں ہوتی — آہ۔ موجِ دود آہ دل سے اٹھتی ہے کہ انتہی بے مثال و بینظیر ہستی روپوش ہو گئی۔ دیکھنے کو جیسے آنکھیں ترستی ہیں جس نے عزاداری امامِ حق کیلئے جہاد کبیر کیا۔ جوائمہ معصومین علیہم السلام کے ماننے والوں سے ہمیشہ پیچھ آ رہا جس نے ترویج حق اور فروغ جعفریت کی تگ و دو میں بے لوث و بے ریا خدمتگذاری کی آہ! وہ ضیغم اسلامؒ روپوش ہو گیا۔

خداوند متعال ربِ ذوالجلال مرحوم نیک خصال کے درجاتِ عالیہ کو اور بلند حال فرمائے۔

آہ! اس مردِ خلیق کے نکتہ ہائے دقیق و افکار تازہ و عمیق اب رہ رہ کر یاد آتے ہیں۔

آہ! آہ جگر خراش کا دھواں تھما ہیں یہ نقش بناتا دکھائی دیتا ہے ع

"شیرِ مرداں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی"

لہ عسکری ابن احمد خلف الصدق علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ

حفظانِ صحت

(از حکیم سید نوازش علی شاہ بخاری رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنز (یونانی) صدر بازار لاہور)

موسمِ گرما اور آپ کی صحّت

مومنین! ہمارے ائمہ کرام کی معجز نمائیاں اظہر من الشمس ہیں۔ ان کی بصیرت بالغہ سے دین و دنیا کا کونسا شعبہ پوشیدہ رہ سکا۔ علم طب میں جناب امام موسےٰ رضا علیہ اسلام کا تبحر علمی اور ان کے فیوض و برکات سے جو غلامانِ اہلبیتؑ استفادہ کر چکے ہیں، انہیں آپ کی حاذقی کا بخوبی اعتراف ہوگا۔

آپ موسم گرما کے تین مہینوں (مئی، جون اور جولائی) کے سلسلہ ہدایات میں فرماتے ہیں کہ اس موسم میں زیادہ نمکین چیزیں، حیوانات کے ثقیل حصے۔ چربی کھانا منع ہے۔ نیز زیادہ محنت اور ورزش، مشک و عنبر کا سونگھنا بھی منع ہے۔ ٹھنڈی مرطوب لطیف اور سریع الہضم غذائیں کھائیں۔ ذیل کا مضمون انہی ہدایات کی روشنی میں تفصیلاً ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے وسط اپریل سے وسط جولائی تک موسم گرما انتہائی شباب پر ہوتا ہے۔ اس موسم میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ کرۂ ارض کا یہ رخ شمسی شعاعوں کی زد میں پوری طرح آجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے زمین کا درجہ حرارت بیحد بڑھ جاتا ہے۔ فضا میں معلق آبی بخارات خشک ہو کر حبس کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ روئے زمین کے جملہ اجسام بشمول انسان شدتِ حدت و حرارت سے متاثر ہوتے ہیں۔ کبھی ہواؤں کا پھیلاؤ یکدم بڑھ جانے کے باعث آندھی چلتی ہے۔ جس میں گرد و غبار شامل ہوتا ہے۔ اگر ہوا کا دباؤ کم ہو تو آندھی کی بجائے گرم لُو چلتی ہے۔ جس سے اجسام جھلسنے لگتے ہیں۔

یہ موسم جانداروں کے لئے بیحد تکلیف دہ ہوتا ہے۔ انسانوں کی قوتِ کارکردگی کم ہو جاتی ہے۔ بھوک کم اور پیاس زیادہ لگتی ہے۔ کیونکہ معدہ کا فعلِ ہضم کمزور ہو جاتا ہے۔ اور جسم سے پسینے کے زیادہ اخراج کے باعث بار بار پیاس کی احتیاج ہوتی ہے۔ کیونکہ

خون جو گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اسے رگوں میں دوڑنے کے لئے پتلے سیال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح پسینے کے ساتھ جسم سے نمکیات بھی خارج ہو کر جسم کو کمزور کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اگر ایک طرف کھٹمل، مکھی اور مچھر جیسے انسان کے ازلی دشمن ان دنوں انسانوں کی نہ صرف نیندیں ہی حرام کرتے ہیں، بلکہ بالواسطہ ان میں مختلف بیماریاں پھیلانے کا بھی موجب بن جاتے ہیں۔ تو دوسری طرف اس موسم کی خصوصی بیماریاں مثلاً درد سر، گرانی، نزلہ زکام، نشار خون قوتی، گرمی دانے، دل دھڑکنا، دل کا ڈوبنا، بیہوشی، پیشاب کا جل کر آنا۔ ہاتھ پاؤں کا جلنا، قے، ہیضہ، چیچک اور بالخصوص لو لگنا، سن سٹروک، گردن توڑ بخار وغیرہ بھی کچھ کم تکلیف دہ نہیں ہیں۔

اگر خدانخواستہ کسی مذکورہ بالا مرض کا حملہ ہو جائے تو فوراً کسی قابل حکیم یا ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ حفظانِ صحت کے نقطۂ نظر سے چند ضروری اور اہم ہدایات حسب ذیل تحریر کی جاتی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے اس موسم کی تکالیف سے بچاؤ کیا جا سکتا ہے۔

علی الصبح منہ اندھیرے اٹھ کر سیر کیلئے جائیے۔ اس موسم میں یہی بہترین ورزش ہے۔ کوئی سخت قسم کی ورزش ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ حرکات سے جسمانی حرارت میں اضافہ ہو کر اندرونی اعضا کے لئے باعثِ نقصان ہو گا۔ صبح دوپہر اور شام باقاعدگی سے تازہ پانی اور صابن سے غسل کریں۔ تاکہ پسینہ اور گرد و غبار صاف ہو کر جلد کے مسام کھلے رہیں۔ ناشتے میں دہی کی لسی، دہی، مکھن، ڈبل روٹی کے سلائس حسب ضرورت تھوڑا سا جیم یا دودھ میں پکایا ہوا دلیہ یا سوجی کی روٹی، دال وغیرہ کھائی جا سکتی ہے دوپہر کو برف میں لگا ہوا دودھ اور چند بیسکٹوں پر گزر کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح چار بجے سہ پہر ٹھنڈا دودھ یا لسی استعمال کریں تو مناسب ہو گا۔ البتہ رات کے کھانے میں دودھ چاول، چپاتی، گوشت سبزی میں یا شوربے دار کھایا جا سکتا ہے۔ اگر دوپہر کے کھانے کی عادت پختہ ہو تو چپاتی، سبز پتوں والی سبزیاں یا دال اور دہی و لسی استعمال کر سکتے ہیں۔ دوپہر اور رات کے کھانوں کے ساتھ کھیرا، سلاد، چٹنی اور اچار ضرور استعمال کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان چیزوں سے نہ صرف کھانے کا ہی لطف دوبالا ہو جاتا ہے بلکہ کھانے کو ہضم کرنے کے فعل میں بھی یہ چیزیں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اور ان سے کھانے والے کی اشتہا بھی بڑھ جاتی ہے۔ مچھلی، انڈا اور زیادہ گرم مصالحہ والی چٹپٹی چیزوں

صفائی کر کے ان میں فینائل چھڑکیں۔ رات کو کمروں میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی ۵ فیصدی کا پاؤڈر پانی میں حل کر کے چھڑک دیں۔ اور کمروں کو بند کر کے صبح کھولیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کھٹمل لال بیگ، چھپکلیاں اور بچھو اور بعض اوقات سانپ تک بھی مر چکے ہونگے۔ اسی ڈی۔ ڈی۔ ٹی کا لوشن چارپائیوں اور پلنگوں میں ڈالنے سے کھٹملوں کا صفایا ہو جائیگا۔

سوتے وقت مچھردانی استعمال کریں اور اردگرد سب جگہ فلٹ پمپ سے فلٹ چھڑک دیں۔ تاکہ مچھروں سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو۔ تو سوتے وقت جسم کے ننگے حصوں پر اینٹی مسکیٹو کریم مل لیں یا صرف سرسوں کے تیل کی مالش کر کے سو جائیں اگرچہ اس سے بستر تو ضرور گندہ ہو جاتا ہے۔ مگر مچھروں سے محفوظ رہنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷)

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمیں
پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد

غرض کہ اسلام کی حیرت انگیز ترقی اور معلم قرآن اعلیٰ اصولوں کے مرہون منت ہے اسلام کی غرض و غایت دنیا میں امن و مصلحت قائم کرنا اور فتنہ و فساد کا نام و نشان ختم کر دینا ہے۔ اسلام اور قرآن کو سمجھنا تو اس وقت مکمل ہو سکتا ہے۔ جب رسول اللہ کے پیغام کو سمجھیں۔ جس کی وجہ سے آج چودہ سو سال بعد بھی دنیا کا ہر پانچواں انسان مسلمان ہے۔ اور جس کے نام کی اذانیں دنیا کے ہر حصے میں پانچ بار بلند ہوتی ہیں

وقت کا تقاضا ہے کہ بھٹکا ہوا انسان ایک دفعہ پھر قرآن اور پیغمبر اسلام سے رہنمائی حاصل کرے۔

سے پرہیز کریں۔

دن بھر میں جب بھی پیاس لگے تو بہتر ہے سادے پانی میں تھوڑا سا کھانے والا نمک شامل کر کے پی لیں۔ دہی کی پتلی لسی بھی ان دنوں نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوتی ہے شربت پینے کو دل چاہے تو شربت صندل، شربت بزوری معتدل۔ شربت نیلوفر، لیموں کی سکنجبین وغیرہ پی سکتے ہیں۔ شربت روح افزا اور اسی قبیل کے دوسرے شربت جو معیاری دواخانہ کے تیار شدہ ہوں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں شربت بہت زیادہ میٹھا نہیں پینا چاہئے۔ اور نہ ہی اس میں حد سے زیادہ برف ڈالنی چاہئے۔ کیونکہ برف فی الوقت تو ٹھنڈک دیتی ہے۔ مگر یہ اس کا خارجی اثر ہے۔ ورنہ حقیقتاً برف کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔ بچوں کو برف کے گولے اور قلفیاں کھانے سے منع کریں

اگرچہ آج کل بہت سے پھل بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ مگر ان میں فالسہ، آلو بخارا آڑو، جامن وغیرہ جس قدر طبیعت چاہے کھا سکتے ہیں۔ خربوزہ، اور آم کم کھائیں۔ خربوزہ کھانے کے بعد شکر کا شربت اور آم کھانے کے بعد دودھ کی لسی استعمال کرنی چاہئے۔ نرم نرم تر اور کھیرے نیز تربوز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ پپیتہ بھی اچھی چیز ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ ہر پھل کو کھانے سے پہلے صاف پانی سے دھو لینا ضروری ہے۔ ورنہ ان پر مکھیوں کے ذریعہ مختلف امراض کے جراثیم کی موجودگی آپ کو مبتلا مرض کر سکتی ہے۔ بازار میں کٹے ہوئے پھل نہیں کھانے چاہئیں۔

صاف ستھرا سوتی لباس پہنیں، پسینہ سے بھیگا ہوا بدبودار اور میلا لباس استعمال نہ کریں۔ ململ کی پتلی قمیص علی الصبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کے وقت تو استعمال کر سکتے ہیں، مگر دھوپ کے اوقات میں ہرگز ایسی پتلی قمیص استعمال نہ کرنی چاہئے۔ ورنہ لُو لگنے کا خطرہ ہے۔

اس کے علاوہ دھوپ میں چلتے ہوئے سر پر چھجے دار انگریزی ٹوپی استعمال کرنا چاہئے تاکہ آنکھوں اور گردن پر براہ راست سورج کی شعاعیں اثرانداز نہ ہو سکیں۔ اگر مذہبی طور پر یہ ٹوپی نہ پہننا چاہیں تو پھر چھتری کا استعمال لازمی ہے۔

گھر میں کھانے پینے کی جملہ اشیاء مکھیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے فریج یا کم از کم جالی کا استعمال ضرور کریں۔ علاوہ ازیں گھر کے تمام کونوں کھدروں اور نالیوں کو اچھی طرح روزانہ

تبصرہ

تحفہ زوجین

یہ کتاب ادارہ معارف اسلام لاہور نے شائع کی ہے کتابت طباعت نہایت دیدہ زیب ہے۔ بالخصوص ٹائیٹل جسے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ قیمت چار روپیہ

میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا۔ اس میں زن و شوہر کے فرائض تربیت اولاد کے قواعد اور خانہ داری کے آئین۔ اخلاقی نصائح کا بیان نہایت سلیقہ سے کیا گیا ہے۔ اگرچہ اور بہت سی کتابوں میں ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے لیکن جس جامعیت سے اس کتاب میں تذکرہ ہوا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس الحاد پرور دور میں جبکہ مغربی تہذیب نے اسلامی مراسم اور اخلاقی قدروں کو مسلمانوں کی نظروں سے گرا دیا ہے۔ ایسی کتابوں کی نشر و اشاعت بہت ضروری ہے۔ تاکہ جس دل و دماغ میں کچھ توجلیاں نی جاہیں۔ اور ان بھولے بسرے راستوں کو یاد دلایا جائے۔ جن پر دو چار قدم چلنے کیلئے بھی اب مسلمان تیار نہیں ہوتے۔ اسلامی معاشرہ کے ایک ایک پہلو کو مغربی تہذیب نے اس بری طرح بگاڑا ہے کہ اب اس کی صورت کا صحیح نقشہ بھی ذہن میں نہیں آتا۔

لہذا اس کتاب کے مصنفوں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس دینی درد کا احساس کرکے وہ نقش ابھار کر دئے جو گردش زمانہ سے حد درجہ مضمحل ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب ضرور ہر گھر میں ہونی چاہئے۔ مرد بھی پڑھیں عورتیں بھی پڑھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ امید ہے کہ معاشرہ کی تباہ کن رسوم کو ترک کرکے صحیح اختیار کیا جائیگا۔

راقم اثم سید ظفر حسن نقوی امروہوی

(از ادارہ)

اعلانات و اطلاعات

نوٹ فرمالیں :۔ وی پی واپس کرنا ادارہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ یہ آپ کا اپنا ادارہ ہے۔ آپ ہی کے پیسے سے چل رہا ہے کسی رئیس کی پشت پناہی نہیں لہذا زیادہ سے زیادہ ممبر اور خریدار بنائیں تاکہ تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کو گھر گھر پہنچایا جائے۔

خبر مسرت : مومنین کیلئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ فدا اہلبیتؑ حضرت فدا بخاری جو ملت جعفریہ کے جانے پہچانے کہنہ مشق شاعر ہیں انسپکٹر پولیس سے ترقی کرکے ڈی۔ ایس۔ پی ہوگئے ہیں۔ (عراقی)

صحت کیلئے دعا فرمائیں : مومنین ادارہ معارف اسلام کے روح رواں شیخ غیاث الدین صاحب مدیر اعلیٰ مسلسل دو ماہ سے بیمار ہیں دعا فرمائیں کہ مولا انہیں بیمار کربلا کے صدقے میں صحت کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین (عراقی)

ذرا سنئے : جس کسی نے عالم یا طالب علم کی راہ میں معقول امداد کی گویا اُس نے ۷۰ مرتبہ خانہ خدا کی تعمیر کی مومنین رسولؐ مقبول کی اس حدیث کی روشنی میں مرکز تہذیب الاطفال گلگت ایجنسی، زیادہ امداد کا مستحق ہے چونکہ اس مدرسے میں قوم کے نادار بچے اور بچیاں پڑھ رہے ہیں۔ آپ اپنے گرانقدر عطیات کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۔۔۔ حبیب بینک گلگت ایجنسی میں جمع کرائیں۔ شکریہ۔ مہتمم مدرسہ آل حسین

مجالس چہلم : انجمن جعفریہ خانپور سیداں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے زیر اہتمام مجالس چہلم برپا ہو رہی ہیں۔ جس میں مولانا محبوب علی شاہ ہمدانی۔ مولانا مرغ کرادوی جناب شیرازی صاحب مولانا قاضی سعید الرحمان علوی۔ مولانا مظہر الحق دیوبندی اور ذاکرین میں ریاض حسین موچھ۔ خادم حسین چک ۳۳ کے علاوہ اور بہت سے ذاکرین خطاب فرمائیں گے۔

سیکرٹری سرفراز حیدر شیرازی

جگر گوشۂ رسولؐ کا ماتم : انشاءاللہ حسب دستور سالہائے ماسبق ۱۴ جولائی ۱۹۷۲ء مطابق ۲ جمادی الثانی بروز جمعہ بر مکان سید محمد ولی شاہ ترمذی بلاک ۳ کوارٹر ۱۷ سیکٹر ۵ ڈی۔ نیو کراچی ۳۶ ایک مجلس عزا بسلسلۂ شہادت جگر گوشۂ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا بعد نماز مغرب منعقد ہوگی جس میں سید مسعود علی نقوی بیان فرمائینگے۔ بعد مجلس مشہور ماتمی انجمنیں جگر گوشۂ رسولؐ کا ماتم برپا کرینگی۔ زنانہ مجلس ۲ بجے دن ہوگی۔ ذاکرہ علی سوزخوانی اور بیگم جعفری خطاب کرینگی۔ منجانب سید محمد ولی شاہ ترمذی

غور فرمائیں

اُستاد الشعراء حضرت سہیل بنارسی کا مجموعہ

کلام قصائد اور سلام چار جلدوں میں
چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے اس کے
علاوہ سہیل صاحب کے کہے ہوئے پانچ
مختصر مرثیے بھی ایک کتاب کی صورت میں
چھپ کر آ گئے ہیں۔ ایسی کتابوں کا گھر میں
ہونا باعث برکت اور ان کا پڑھنا باعثِ
نجات ہے۔ شعراء کرام کیلئے اِن کتابوں کا
مطالعہ ضروری ہے۔ آپ سہیل صاحب
کی یہ کتابیں شعورِ عرفاں۔ نقوشِ عرفاں
شہودِ عرفاں۔ عروجِ عرفاں۔ اور پانچ
مختصر مرثیے آج ہی ادارہ معارف اسلام
کے دفتر سے منگا سکتے ہیں۔ (عمرانی)

صاحبان ایثار متوجہ ہوں

عالیجناب آقائے شریعتمداری قم ایران نے ادارہ ہذا کو نشر و اشاعت اور تبلیغ دین حقہ کیلئے سہم امام میں سے پچاس ہزار روپے سالانہ خرچ کرنے کا اجازہ مرحمت فرمایا ہے۔ چونکہ ادارہ کی چند ایک ضروری کتابوں کی اشاعت سرمایہ کی کمی کی وجہ سے رکی پڑی ہیں۔ لہٰذا صاحبان ایثار سے التماس ہے کہ وہ سہم امام میں سے گرانقدر رقوم ادارہ ہذا کو ارسال فرما کر ناصران آل محمدؐ کی سنہری فہرست میں اپنا نام درج کرائیں۔

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان مرکزی دفتر ۹ شاہ عالمی گیٹ لاہور

آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے محسن الحکیم مرحوم کی برسی

دنیائے اسلام کے عظیم محسن اور ملت جعفریہ کے مرجع اعظم مرحوم کی برسی لاہور میں مندرجہ ذیل مقامات پر ۲ جون تا ۱۶ جون ۱۹۷۱ء منائی گئی۔

(۱) مسجد کشمیری محلہ شیعاں (۲) مسجد خواجگان نارووالی اکبری گیٹ۔ (۳) جامع مسجد محمدی گلبرگ (۴) جامع مسجد ریلوے ورکشاپس (۵) جامع مسجد حسن آباد (۶) جامع مسجد کرشن نگر (۷) جامع مسجد شاد باغ (۸) جامع مسجد صدر بازار (۹) جامع المنتظر ماڈل ٹاؤن (۱۰) دفتر امامیہ مشن انارکلی۔

اس موقع پر مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کی گئی اور مجالس عزا منعقد کی گئیں جن میں مندرجہ ذیل علمائے کرام نے خطاب فرمایا (۱) مولانا سید صادق علی صاحب (۲) مولانا سید صفدر حسین صاحب نجفی (۳) مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل۔ (۴) مولانا السید علی موسوی (۵) مولانا سید اکبر عباس صاحب نجفی (۶) مولانا سید محمد جعفر صاحب زیدی

ان کے علاوہ جامع المومنین راولپنڈی میں اور دارالعلوم محمدیہ سرگودھا میں ایسی مجالس سے علی الترتیب مولانا محمد حسین صاحب اور مولانا الٰہی بخش صاحب نے خطاب فرمایا۔ (مرتب [illegible])

تحفہ زوجین

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مولانا مرزا احمد علی صاحب قبلہ مرحوم نے تالیف کیا تھا۔ اب نظر ثانی اور اضافے کے ساتھ اس کتاب کو مولانا سید محمد جعفر صاحب زیدی لاہور اور سید محمد فاضل صاحب مشہدی سابق ایڈیٹر انسائیکلوپیڈیا نے دوبارہ ترتیب دیا ہے اور زمانہ حال کے تقاضوں کے مطابق تمام متعلقہ مضامین کو جمع کر دیا ہے۔ اور فرمان خداوندی اور چہاردہ معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں اسلامی معاشرتی زندگی کے جملہ اصول بیان کر دیئے ہیں تاکہ میاں بیوی ان اصولوں پر چل کر دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں زیر مطالعہ رہے اور لڑکیوں کو جہیز میں دی جایا کرے۔ کتابت عمدہ۔ کاغذ کرنافلی۔ طباعت آفسٹ ضخامت ۶۷۲ صفحے۔ مجلد سائز ۲۰×۳۰/۱۶ پلاسٹک کور سے مزین۔ اتنی خوبیوں کے باوجود قیمت صرف چار روپے۔ جلد از جلد طلب کریں ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ (خرچہ ڈاک بذمہ خریدار)

ملنے کا پتہ } ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) ۹-بی شاہ عالمی گیٹ لاہور (پاکستان)



ماہنامہ
معارف اسلام
صفر المظفر ۱۳۸۰ھ
[redacted]
۱۹۶۰ء
[redacted]
اعزازی
کاظمی
اعزازی
الدین
فی پرچہ ۸
پانچ روپے
NAJIR
ادارہ معارف اسلام

راستی و درستی بہترین سیاست است

ماہنامہ معارف اسلام لاہور

مدیر اعزازی:- غیاث الدین

جلد ۶ | ماہ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق اگست ۱۹۶۰ء | شمارہ ۵

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

ایامِ عزا کے اثرات

ایامِ عزا امسال بھی حسبِ سابق آئے اور گذر گئے۔ سنہ ۶۱ ہجری کے بعد اسی طرح آتے اور گذر جاتے ہیں۔ اب انشاء اللہ تعالٰی گیارہ ماہ کے بعد یہ سلسلہ پھر شروع ہوگا مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم نے ان سے کیا سبق حاصل کیا اور ہماری زندگی پر انہوں نے کیا کیا اثرات چھوڑے؟ چونکہ مظروف ہمیشہ ظرف کی مناسبت و موافقت سے اپنا مقام پیدا کرتا ہے لہٰذا ہم اگر یوں کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم نے ایامِ عزا سے کیا کیا اثرات لئے؟

خدا ہمارے علمائے کرام۔ روسائے عظام۔ انجمنوں اور دیگر افرادِ ملت کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے دل کھول کر اپنے اپنے حسبِ توفیق حضرت پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شہادتِ عظمیٰ کا پُرسا دیا۔ محبوب کی خوشی میں خوشی اور غم میں غم منانا محبوں کا فرض ہے جو ملتِ گریہ کُن نے بطریقِ احسن پورا کیا۔ اسی سے قومی سرگرمیوں میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ ہر اسلامی تحریک میں حسین علیہ السلام ہی کا کردار پیش کر کے ملتِ خوابیدہ کو بیدار کیا گیا اور کیا جاتا ہے۔

تیرہ سو بیس (۱۳۲۰) برس سے ہر سال جو ہدیہ عقیدت پیش کیا جاتا ہے اگر اس کا حساب لگایا جائے تو کروڑوں روپیہ نہیں بلکہ یہ رقم اربوں اور کھربوں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے اور اسی سلسلۂ عزاداری میں جب سے اب تک لاکھوں آدمی بلا مبالغہ جامِ شہادت بھی نوش فرما چکے ہیں۔ دنیا کے مسلمان ہر سال متنوں نہیں بلکہ اپنا محتوں خون محض نواسۂ رسولؐ سے

جذبۂ محبت کے ماتحت بہا دیتے ہیں۔ حالانکہ عام طور پر تو ایک معمولی سی سوئی چبھنے کی تکلیف بھی انسان محسوس کر لیتا ہے۔ مگر یہاں جذبۂ محبت میں اگر زنجیریں تو ور کنار تلواروں تک سے ماتم ہوتا ہے۔ اور اس کی تکلیف کون محسوس کرتا ہے! کیا اس اہم امر واقعہ کو اس حدیث رسولؐ کے ماتحت سمجھا جائے جو حضور اکرمؐ نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمائی "یا بنی انک ستساق الی العراق و معک جماعۃ" لا یجدون الم مس الحدید (اے بیٹا ایک وقت آنے والا ہے کہ تم عراق کی جانب کھینچے جاؤ گے۔ اس وقت تیری معیت میں ایک جماعت ہوگی جو لوہے کے زخم کے درد کو محسوس نہ کرے گی) وہ مقدس جماعت انصار حسینؑ کی تو یوم عاشور ۶۱ھ حضورؑ کی معیت میں ہی شہید ہوگئی۔ اور معدد واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ نصرت امامؑ کا جذبہ اس قدر زور پکڑ گیا تھا کہ واقعتاً انہوں نے تیغ و تلوار، نیزہ و شمشیر کے شدید زخموں کو پرکاہ سے بھی زیادہ حقیر سمجھا۔ مگر ہر سال جو ہزاروں اور لاکھوں محبان حسینؑ آہنی ہتھیاروں کے زخم کھا کر ان کی اذیت جذبۂ محبت میں محسوس نہیں کرتے کیا یہ اس حقیقت کا بیّن ثبوت نہیں ہے کہ حدیث رسولؐ جو اوپر بیان کی گئی متواتر ہے اور صحیح ثابت ہوئی

مندرجہ بالا بیان بالکل درست اور صحیح۔ ملت کا جذبۂ محبت واقعی قابل قدر و صد ستائش۔ مگر افراد ملت نے اپنے آنسوؤں اور خون سے جو اپنی کثافتوں کو دور کیا اور اپنی ذہنیت کو پاکیزہ بنایا تو اس کے بعد سال کے بقایا گیارہ مہینوں کے لئے انہوں نے کیا پروگرام مرتب کیا؟ اور کونسی شاہراہ عمل پر گامزن ہونا شروع کیا؟ ذرا سوچیں تو سہی اور اپنے نفوس کا جائزہ لیں کہ کون کون سی برائی آپ نے ان ایام محرم میں اپنے سے دور کی ہے اور کون کون سے نیک اور صالح اعمال آپ نے ایام محرم گذارنے کے بعد اختیار فرمائے ہیں؟ آپ کے کردار میں پہلے کی نسبت کون کون سی خوبی پیدا ہوگئی ہے اور آئندہ آپ نے اپنی ذات سے اپنے نفس کو اپنے اقرباء کو اپنے ہمسائیگان کو اور ملت کو کیا کیا فائدہ پہنچانے کا تہیہ فرمایا ہے؟ ملت کے انتشار و نفاق کو دور کرنے میں آپ کا کردار کیا ہوگا۔ اور جن کی محبت کا آپ دم بھرتے ہیں اور جن کے جذبۂ محبت میں سرشار ہو کر ایام محرم میں آپ کو تن بدن کی ہوش نہیں رہتی۔ اُن کی تعلیمات کو آپ کس حد تک اپنانے میں کامیاب ہوئے ہیں؟ تاکہ جن مقاصد کیلئے انہوں نے شدید ترین

مہر نے جن بیبیوں کا سایہ تک دیکھا نہ تھا
بعد قتلِ سرورِ لب تشنگاں آہ یہ ہوا
شایاں بستند بازو و زینبؑ و کلثومؑ را
اے فلک آں ابتداء ایں انتہائے اہلبیتؑ

یہ سب کچھ ماہِ محرم اور صفر ہی میں واقع ہوا۔ صفر ہی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس کی **اٹھائیس تاریخ** ۱۱ھ کو خود حضور سرورِ عالمین سید المرسلین پیغمبر اسلام **حضرت محمد مصطفےٰ** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفاتِ ظاہری سے ہم آغوش ہوئے۔ تاریخی طور پر حضور کی بھی شہادت خفی ہی زہر سے واقع ہوئی۔ اور اسی تاریخ یعنی ۲۸ صفر ۵۰ھ کو فرزندِ رسول **حضرت امام حسن مجتبےٰؑ** یعنی رسولِ خدا کے دوسرے جانشین بھی زہر سے شہادت پاکر واصل بحق ہوئے۔ لہٰذا ان ایام کی اہمیت مسلمانوں کے نزدیک بہت بڑھ گئی۔ کیونکہ ماہ صفر میں نہ صرف خاندانِ رسالت ہی مصائبِ عظیم میں مبتلا ہوا۔ بلکہ ملتِ اسلامیہ بھی ان کے مصائب و جدائی کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوگئی

یہ ماہ صفر ہی تھا کہ اس کی ۳ تاریخ ۶۴ھ کو مسلم ابن عقبہ نے بحکم یزید خانہ **کعبہ پر آتش باری** کرکے اُس کے غلاف۔ سقف و تبرکات کو جلا ڈالا۔ جب خود خاندانِ نبوت اور ملتِ اسلامیہ مصیبتوں میں گھر گئی تھی۔ تو کعبہ کیوں ان سے پیچھے رہتا۔ کعبہ پر بھی لازمی طور پر مصائب کا نزول ہونا تھا جو عہد یزیدی میں ہوکر رہے

ماہ صفر ہی تاریخ ۷، ۱۲۸ھ رسولِ خدا کے ساتویں جانشین **حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کا یوم ولادت** بھی ہے۔ مگر تاریخ داں جانتے ہیں کہ حضرت کی تمام ظاہری زندگی حکومتِ وقت کی سختیاں جھیلتے جھیلتے ہی ختم ہوگئی۔ اس دنیا کی پچپن سالہ زندگی کا زیادہ حصہ قید خانہ ہی میں کٹا یہاں تک کہ ہارون رشید عباسی خلیفہ کے حکم سے قید خانہ ہی میں زہر سے شہید کر دیئے گئے اور نعش مبارک بھی قید خانہ ہی سے نکال کر پل بغداد پر رکھ دی گئی تاکہ مِلت کے لوگ دفن کرسکیں۔

ماہ صفر تمام اہل اسلام کیلئے غم محرم کو جاری رکھتا ہے۔ اس ماہ میں ایام غم میں عظیم اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو ماہ صفر تک غم میں مبتلا رہنا چاہئے تاکہ ہم پر خدا کی برکتیں نازل ہوں اور جذباتِ غم سے ہماری طبیعت میں استقلال، مستقل مزاجی و سنجیدگی پیدا ہو کر

مصائب جھیلے۔ اپنا گھر بار لٹایا اپنا تمام کنبہ حتیٰ کہ اپنے بچوں تک کو کٹوایا۔ اُن عظیم مقاصد کے حصول میں آپ کا کردار بھی کسی شمار میں ہے یا نہیں۔ خواہ وہ سمندر میں ایک قطرہ یا پہاڑوں میں ایک ذرہ بے مقدار ہی کی حیثیت کیوں نہ رکھتا ہو۔ آپ اپنے کردار کا جائزہ لیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کس حد تک محبان حسینؑ کہلانے کے مستحق ہیں قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہر فرد ملت کیلئے توجہ طلب ہے:۔

شیعتی تکونوا لنا زیناً ولا تکونوا لنا شیناً

(ہمارے محبو! ہمارے لئے زینت ہو۔ اور ہمارے لئے بدنمائی نہ بنو)

ماہِ صفر کا غم بھی محرّم سے کم نہیں!

واقعہ ہائلہ کربلا میں خاندانِ نبوت پر کوئی کم مصائب نہ توڑے گئے تھے جو اُن کی کسر واقعات مابعد میں پوری کی جاتی۔ مگر ہُوا ایسا ہی نواسۂ رسول حضرت سید الشہداء کا امتحان ختم ہوتے ہی نواسیٔ رسول ثانی زہراؑ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا امتحان شروع ہو گیا۔ نہ صرف آپ ہی کا بلکہ خاندان کی دیگر مخدرات، بچگان اور خاص طور پر امام وقت حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام کا امتحان بھی مصائب شدیدہ میں ثابت قدمی اور حفاظتِ دینِ اسلام کے لئے ظالموں کے ظلم کا شکار ہونے کے باوجود راضی برضائے خدا۔ ہزار میل کا سفر اس زمانہ میں جس زمانے کے سفر کی سختیوں کی وجہ سے ضرب المثل بن گئی "السفر سقر" نہ سڑکیں درست نہ انتظاماتِ آمدورفت صحیح۔ آجکل کے ترقی یافتہ زمانے اور اس زمانے کا کیا مقابلہ ؎

اٹھے ہیں لیکر چار اونٹوں کی عابدؑ نے کہا

لذتِ صحرا نوردی دُوریٔ منزل میں ہے

اور پھر خاندانِ رسول کے نازک بچے اور شہزادیاں اور زندانِ شام کی سختیاں۔ شاعر نے کیا حقیقت افروز مرقع کھینچا ہے ؎

وصل جس گھر میں نہ تھا روح الامین کو بے رضا

ہمارے مجلہ امور احسن طریقے سے سرانجام ہوسکیں اور ہم لہو ولعب سے کنارہ کشی اختیار کئے رہیں۔

آستانہ نبویؐ کے پردے

(شعائر اللہ کی عزت و حرمت)

شعائر اللہ یعنی خدا کی نشانیاں۔ اسلام میں شعائر اللہ کا مقام بہت بلند ہے قرآن حکیم میں ہے وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ (پ ۱۷ ع ۱۱) یعنی جو شخص خدا کی نشانیوں کی عظمت کریگا۔ پس یہ امر دلوں کی پرہیزگاری میں شامل ہے۔ اور کسی چیز کے شعائر اللہ ہونے کا معیار کیا ہے؟ ارشاد ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (پ ۲ ع ۳) بیشک صفا و مروہ (پہاڑیاں) خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ انہیں دیکھ کر خدا کی باتیں یاد آتی ہیں۔ ایک نبی اللہ کی والدہ پانی کی تلاش میں ان ہردو پہاڑیوں کے درمیان چکر لگاتی رہی تھی۔ آج بھی مسلمان حج کے موقع پر اُس کی یاد میں ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ ارشاد ہے فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا (پ ۲ ع ۳) پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ بجا لائے اُسے لازم ہے کہ اُن دونوں کے درمیان بھی طواف کرے یعنی جس طرح خانہ کعبہ کا طواف لازمی ہے صفا و مروہ کے درمیان بھی طواف لازمی ہے۔ یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ ایک نبیؑ اور اس کی والدہ کے ساتھ ان ہردو کو نسبت حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ۔ (پ ۶ ع ۵) اے ایمان لانے والو خدا کی نشانیوں کی بے توقیری نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ نذر کردہ قربانی کی اور نہ ان پٹوں کی (جو قربانی کے گلے پر ہوتے ہیں) یہ حرمت والے مہینے قربانی اور قربانی کے گلے کے پٹے سب کیوں شعائر اللہ قرار دیئے گئے؟ محض اس لئے کہ حرمت والے مہینوں میں برگزیدگان خدا کو خاص خاص حالات

پیش آنے جن سے ان کے خدا سے تعلقات کا اظہار ہوتا ہے۔ قربانی کا جانور اس لئے قابلِ عزت ہے کہ اسوۂ ابراہیمیؑ و اسمٰعیلؑ کی پیروی میں خدا سے محبت پیدا ہوتی ہے گلے کا پٹہ اس لئے کہ جو قربانی خدا کی راہ میں دی گئی اس کے گلے سے نسبت رکھتا ہے جب پٹہ محض اس لئے شعائر اللہ اور قابلِ عزت و توقیر ہے کہ قربانی کے گلے کا ہے اور قربانی اس لئے کہ وہ ایک نبی اللہ کا اُسوہ ہے تو اس سے اسلام میں "نسبت" کے مقام کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ نسبت ایک ایسی چیز ہے کہ اسی سے انسان بام عروج تک پہنچ جاتا ہے اور اس سے چاہِ ذلت میں غوطے کھاتا ہے۔ ایک ہی قسم کی اینٹ ایک ہی بھٹے سے نکل ہوئی اُسے کسی پیشاب گاہ سے نسبت ہو جائے تو تمام عمر اُس پر پیشاب پڑتا ہے اور اگر اسے کسی مسجد سے نسبت ہو جائے تو کوئی نجس حالت میں وہاں پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ جوتا لیکا اُس پر نہیں چل سکتا اور پھر وہ سب کیلئے قابلِ احترام بھی۔ وہی لکڑی ہے کہ چولھے میں جلانے کے کام آئے اور وہی لکڑی ہے کہ جب اُس سے تعزیہ بنایا جائے یعنی اُس کی نسبت نواسۂ رسولؐ سے قائم ہو جائے تو سب کیلئے قابلِ احترام قرار پائے۔ غرضیکہ دین میں نسبت کا مقام بہت بلند ہے عقلِ عمومی اور علومِ حاضرہ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ جب قربانی کے گلے کا پٹہ اُس قربانی کی وجہ سے بروئے قرآن قابلِ عزت و تکریم ہے تو جو چیز جناب پیغمبرِ اعظم سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منسوب ہو جائے۔ اُس کے مقام بلند کا کیا کہنا! اور غور فرمایئے کہ وہ جناب رسولؐ اکرم کے ہر کلمہ پڑھنے والے کیلئے کس قدر قابلِ عزت و تکریم ہوگی۔ مگر اخبارات میں جو حرمِ نبوی کے پردوں کا ذکر اور اُن کی طرف حکومتِ حجاز کی عدم توجگی بلکہ لاپرواہی کے اذکار پڑھنے میں آئے ہیں۔ ان واقعات سے نہ صرف حرم نبوی کی توہین بلکہ وہاں کی مسلمان حکومت کی زیادتی اور بے ادبی پر رہ رہ کر غصہ اور رونا آتا ہے۔ ذرا ذیل کے مندرجات پر غور فرمایئے۔ روزنامہ "نوائے وقت" لکھتا ہے:۔

"آستانۂ نبوی کے پردے" کے عنوان سے ایک مراسلہ قارئین کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ ایڈیٹر کے نام یہ خط ایک ایسے دوست نے لکھا ہے۔ جنہیں اسی سال حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے اندر خوابگاہ مقدس کے پردوں کے بارہ میں اُنہوں نے یہ لکھا ہے کہ :-

"آستانہ نبوی پر جب اس عاصی نے حاضری دی تو ایک منظر دیکھ کر دل بڑا دکھی اور بیتاب ہوگیا۔ سرکارِ دوعالم کی خوابگاہ پر جو پردے آویزاں ہیں وہ جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے اور کرم خوردہ ہیں اور بعض مقامات پر تو چیتھڑے نکل آئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پردے غالباً عثمانی ترکوں نے اپنے دورِ خلافت میں لگائے ..... تھے اس طرح ان پر شاید نصف صدی گزر چکی ہے، یہ پردے گرد و غبار سے بھی اٹے پڑے ہیں کیونکہ برسوں سے ان کی صفائی نہیں ہوئی۔ پردے اس وجہ سے نہ اتارے جا سکے کہ یہ اتنی بلندی پر آویزاں ہیں کہ سیڑھی لگائے بغیر انہیں اتارا نہیں جا سکتا اور کسی کو یہ جسارت نہیں کہ آستانہ عالیہ پر سیڑھی لگا کر اُن کو اتارے بجز اس کے کہ کوئی معصوم یہ فرض انجام دے یا روضہ اقدس کے جاروب کش یا کلید بردار۔"[1]

مذکورہ بالا منظر بلاشبہ سبھی مسلمانوں کیلئے رنج واندوہ کا باعث ہوگا۔ ہمارے مراسلہ نگار نے یہ لکھا ہے کہ

"ہم مسلمانانِ پاکستان اسے اپنی خوش بختی تصور کرینگے۔ اگر یہ پردے پاکستان میں تیار کئے جائیں اور اُنہیں ان کہنہ و بوسیدہ پردوں کی جگہ نصیب ہو۔ میں آپ کے اخبار کے توسط سے حکومت پاکستان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سعودی عربی حکومت سے اس امر کی اجازت حاصل کرے کہ پاکستان کو باب عالی کیلئے پردے فراہم کرنے کا شرف ملے"۔ (نوائے وقت ۱۹ جولائی ۱۹۶۰ء)

اس بے ادبی اور لاپرواہی کا راز نوائے وقت مجریہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء میں ایک اور مراسلہ سے ظاہر ہوتا ہے :-

"... شنید ہے کہ شاہ سعود نے حرم نبوی کے لئے جدید پردے تیار کروا کر مدینہ منورہ بھجوا دیئے ہوئے ہیں لیکن نجدی علماء کی مخالفت کی وجہ سے جدید پردے ابھی تک

[1] جب روضہ اقدس کے جاروب کش اور کلید بردار یہ کام بہ آسانی سرانجام دے سکتے ہیں اور پھر جبکہ نہ صرف مسجد النبی بلکہ مکہ معظمہ میں بھی اونچی عمارتیں موجود ہیں۔ تو پردوں کے بلند مقام پر لٹکانے سے بے ادبی کا عذر "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف ہے۔ جب پہلے لگائے گئے تھے تب بھی اونچائی اتنی ہی تھی (مدیر)

لٹکائے نہیں گئے۔ معلوم نہیں اس میں کہاں تک صداقت ہے لیکن بوسیدہ
پردوں کا بدل دینا نہایت ضروری ہے۔ حکومت پاکستان کی خدمت میں
التماس ہے کہ وہ حکومت سعودی عرب کی توجہ اس طرف مبذول کرائے ساتھ
ہی اپنے خرچ پر بوسیدہ پردے بدل دینے کی پیشکش کر دی جائے۔ تاکہ
بوسیدہ پردے جلد سے جلد تبدیل ہو کر آستانۂ عالیہ کی شایانِ شان پردے
آویزاں ہو جائیں۔ (نوائے وقت ۲۲ جولائی ۱۹۶۹ء)

غور فرمایا آپ نے کہ اس معاملہ میں بے ادبی رسولؐ کا مجرم صرف عرب کے نجدی علماء ہی کو گردانا گیا اور شاہ سعود کو نہیں۔ لوگوں کا تو لا دستور یہ ہے کہ جو بات معتقدہ نہ ہو، اُسے بیان کرنا مقصود ہو تو "شنید ہے" کہہ کر اُسے بیان کر دیتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہ موصوف نے پردے کس مقام سے کس مقام کو بھجوائے؟ جب وہ خود بھی وہاں ہی موجود ہیں اور پردے بھی۔ اور اس دوران میں متعدد مرتبہ روضۂ رسولؐ پر اُن کا گزر بھی ہوا ہوگا تو آخر کیا وجہ ہے کہ وہ نئے ہوئے پردے (اگر واقعی وہ بنائے جا چکے ہیں تو) آویزاں نہ کرائے گئے؟ کیا شاہ سعود کا عقیدہ نجدی علماء سے جداگانہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ عقیدہ تو اُن کا نجدی علماء کے مطابق ہی ہے اور ہم نے تو یہاں تک پڑھا اور سنا ہے کہ موجودہ خاندان کی حکومت کے قیام کے فوراً بعد جبکہ مزارات مقدسہ جنت البقیع (جس میں کہ حضرت خاتون جنتؑ اور دیگر اہلبیتؑ نبوی کے علاوہ اُمہات المومنینؓ اور صحابہ کرامؓ کے مزارات مقدسہ بھی شامل ہیں) منہدم کئے گئے تو یہ نعوذ باللہ روضۂ رسولؐ کو بھی "ھٰذا صنم اکبر" کہہ کر گرا دینا چاہتے تھے مگر مسلمانانِ عالم کے خوف سے ایسا نہ کر سکے۔ تو اب بھی جو ذمہ داری اُن پر دنیا کے کروڑ اہل اسلام کے جذبات عقیدت کی وجہ سے پڑتی ہے اس سے چشم پوشی کیوں؟ کیا حکومت سعودی عرب خدا نخواستہ دیوالیہ ہو گئی ہے۔ جو وہ پردوں کا معمولی خرچ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ تو ایک ہر سال حج کے موقعہ پر وہ دنیا کے ہر طبقہ کے مسلمانوں سے کروڑہا روپے ٹیکسوں اور دوسرے طریقوں سے جمع کر لیتی ہے۔ جس کے لئے ہر ملک میں اُس نے کئی ایجنسیاں بھی بصورت دفاتر معلمین حج و زیارات کی صورت میں قائم کی ہوئی ہیں۔ ہم تو اپنے جان و مال پر کُلّی طور سے محمدؐ و آل محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو متصرف مطلق سمجھتے ہیں۔ مگر سعودی عرب تو اپنے قدرتی ذخائر مثلاً تیل و پٹرول وغیرہ کی وجہ سے دولتمند ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ حکمران خاندان کے بعض اُمراء

بعض اخبارات کی ناعاقبت اندیشانہ روش

(انکے کان اچھی طرح کھینچے جائیں)

محکمہ پریس کا وجود ملک کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ گورنمنٹ عالیہ کا یہ محکمہ ملکی اخبارات و رسائل اور دیگر مطبوعات کی نگرانی کرتا ہے جس کی وجہ سے ہر ایک کو سوچ سمجھ کر قلم اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ ملک میں امن وسلامتی کا قیام مقدم ہے۔ کوئی ایسا مضمون نہیں لکھا جا سکتا جو ملک وملت کے مفاد کے خلاف ہو اور جس سے بجائے سالمیت و اتحاد کے نفاق و تفریق بڑھے۔ اگر یہ محکمہ نہ ہو تو بعض اخبارات جنہیں مسلمانوں کا اتفاق ایک آنکھ نہیں بھاتا وہ طوفان اٹھائیں کہ اتحاد و امن پاش پاش ہو جائیں۔

ایام محرم تمام مسلمانان عالم کے مشترکہ ایام ہیں۔ یہ اہلبیتؑ رسولؐ کے مصائب شدید میں مبتلا کئے جانے کے دن ہیں۔ جو کہ اُمت اور دین اسلام کے مفاد کے پیش نظر انہوں نے جھیلے۔ ہر مسلمان کسی نہ کسی طرح سوگوار ہوتا ہے۔ اور ایام عزا مناتا ہے چونکہ اسلام میں بدقسمتی سے خاص وجوہات کی بنا پر کئی مسالک بن چکے ہیں۔ اس لئے طریق عمل بھی جُدا جُدا ہو چکا ہے۔ اب اگر ایک دوسرے پر اعتراض کرنا ہی شروع کر دیا جائے تو اس سے سوائے اس کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا کہ افراد اُمت ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جائیں اور افتراق زیادہ ہونے سے ملک وملت کی کمزوری کا باعث بنے۔ جو طاقت ایک دوسرے کی مذہبی مخالفت میں صرف کی جاتی ہے۔ اگر وہ ملک وملت کے تعمیری امور میں صرف کی جائے تو سوچئے کہ کس قدر فائدہ ہو مگر ہم کچھ عرصہ سے دیکھ رہے ہیں کہ بعض اخبارات نے ابھی تک ان امور پر غور نہیں فرمایا۔ جبتک فرقہ وارانہ مخالفت کو ہوا نہ دی جائے تو غالباً ان اخبارات کا بزنس نہیں چلتا۔ ان اخبارات کے کان کھینچنے ضروری ہیں تاکہ ملک کی فضا جس پہ ہماری مقبول عام حکومت نے کنٹرول کر لیا ہوا ہے پھر سے خراب نہ ہو سکے۔

قارئین معارف اسلام نے بارہا ہماری توجہ خاص طور پر مندرجہ ذیل اخبارات کی طرف مبذول کرائی ہے:۔

(۱) ماہنامہ اخبار دعوت لاہور (مجریہ جون سنہ ۱۹۶۰ء)

سمجھتے بلکہ اس سے بھی زیادہ حرم رکھتے ہیں۔ قیمتی موٹروں اور سونے چاندی کے برتنوں کی فراوانی ہے۔ اگر عرب اور اس کی دولت کو مالِ رسولؐ نہیں سمجھا جاتا ہے تو کم از کم وہ عرب کے مسلمانوں کا مال ضرور ہے جسے اس وقت خاندانِ حکومت نے اپنا ذاتی مال بنا رکھا ہے۔ کیا اس سلسلہ میں ایران کی مثال نہیں لی جاتی کہ صوبۂ خراسان کو روضۂ مقدسہ امام ہشتم حضرت امام رضاؑ کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ اور شاہ ایران متولی روضہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایران نے نہ صرف روضۂ مبارکہ امام رضاؑ کو قطعۂ جنت بنایا ہوا ہے بلکہ عتبات عالیہ عراق یعنی نجف و کربلا و کاظمین وغیرہ بھی ایرانی حکومت کی عقیدت کے مظہر ہیں کاش کہ حکومت سعودی عرب حکومت ایران سے سبق حاصل کرے اور نہ صرف حرم اقدس کی اندرونی و بیرونی خوبصورتی، صفائی اور پاکیزگی کا خیال کرے بلکہ مدینۃ النبی کو ایسا شہر بنا دے کہ تمام عالم میں اس سے زیادہ پاکیزہ خوبصورت اور آرام دہ جگہ اور کوئی نہ ہو۔ جو کوئی اس شہر میں داخل ہو۔ وہاں کے حالات و کیفیات دیکھ کر دلی اطمینان اور امن پائے۔ مگر ہم تو لوگوں کی زبانی جو وہاں سے ہو کر واپس آتے ہیں برے حالات ہی سنتے ہیں حرم نبوی تمام دنیا کے مسلمانوں کی عقیدت گاہ ہے۔ اس کے پرونق بوسیدگی و کرم خوردگی کا پڑھ کر کون مسلمان ہے جس کے دل کو رنج نہ پہنچا ہو۔ اگر یہ کام حکومت عالیہ پاکستان کے پاک ہاتھوں سے سرانجام ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا عزت و شرف ہو سکتا ہے نئے پردے آویزاں کرنے یا کرانے کے ساتھ جنت البقیع کے مزارات مقدسہ کی تعمیر کی طرف بھی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اس میں خاتونِ جنت حضرت بنت رسول اللہ سیدۃ النساء العالمین کے مزار اقدس کے علاوہ ائمہ معصومین میں سے چار آئمہ اطہار یعنی حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ، حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت امام محمدؑ باقر اور حضرت امام جعفرؑ صادق (علیہم الصلوٰۃ والسلام) بھی دفن ہیں۔ اور امہات المومنینؓ اور صحابہؓ کرام بھی۔ کیا یہ سب رسول اللہ کے پیارے نہ تھے؟ بلاشبہ جنت البقیع بھی شعائر اللہ میں شامل ہے۔ اور اس کی عزت و توقیر بروئے قرآن تمام اہل اسلام کیلئے ضروری ہے۔ ہماری ہر دلعزیز حکومت پاکستان از راہِ کرم جنت البقیع کی تعمیر کا کام بھی اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے۔ تاکہ مسلمانانِ عالم کے دلوں کے زخم مندمل ہو سکیں۔

(۲) روزنامہ اخبار زمزم بہاولپور (مجریہ ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء)

(۳) ہفت روزہ ایشیا لاہور (مجریہ ۵، ۱۲ مئی، ۲ جون و ۷ جولائی ۱۹۶۰ء)

(۴) ہفت روزہ نیل و نہار (مجریہ ۵ جون ۱۹۶۰ء)

ان اخبارات نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس قدر زہریلا مواد ہے کہ بلاشبہ مسلمانوں کے اہم حصہ کی سخت دلآزاری کا باعث ہے۔ ایک تو ہوتا ہے کسی کے معتقدات کی مخالفت کرنا اور دوسرے ہوتا ہے کسی کے معتقدات کا بُرے الفاظ میں مذاق اڑانا۔ تیسرا وہ طرزِ تحریر ہے کہ اپنے مقصد (یعنی کسی کے معتقدات کی مخالفت کرنے) کو حاصل کرنے کیلئے بظاہر اپنی ہی کسی کتاب سے اپنے پسندیدہ عقیدہ کی موافقت میں پیش کرنا جس سے کہ ان کی تائید ہو جائے اور جس کی مخالفت مراد ہے اُس کی تردید ہو جائے۔ گو یہ طریقہ sugar-coated (یعنی شکر لپٹا) ہے۔ مگر مقصد کسی فریق کی مخالفت ہی ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں مندرجہ بالا ہر چہار اخبارات بعینہٖ ان تینوں طریقوں پر عمل کر کے کافی سے زیادہ حضرات کی جنہوں نے ان اخبارات کو پڑھا دل آزاری کا باعث بنے ہیں۔ ہم وہ مضامین اور خاص عبارتیں "معارف اسلام" میں ہرگز نقل نہ کریں گے کیونکہ اس سے ملک کی فضا کے مکدر ہونے کا اندیشہ ہے۔ گو "نقل کفر کفر نباشد" زبان زد عام ہے مگر ہم اپنے قلم کو گندہ کرنا نہیں چاہتے ہیں کفر کی نقل بھی نہ آنا چاہیے۔ صرف اپنے قارئین کے بار بار مطالبات کی وجہ سے گورنمنٹ عالیہ اور خاص طور پر اپنے نگران و محبوب محکمہ پریس کو متوجہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ماہنامہ "دعوت" کے مضمون کا عنوان تو "شانِ صدیقِ اکبرؓ" ہے مگر اس میں دل کھول کر مناظرہ بازی سے کام لیا گیا ہے۔ پہلے تو اسلام کے ایک اہم فرقے کے مسلمانوں کو اسی فرقے کا نام لے کر "بغیر احسان فراموش اور لوگوں کو اپنے فتنہ میں شریک کرنا" ایسے الفاظ سے مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعد ازاں بار بار اس فرقے کا نام لیکر اس کے مسلمات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض کتب کے مندرجات کو قطع و برید کر کے اس طریقے سے پیش کیا ہے جس سے اس کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور دوسرے فرقے کے مسلمات کی تردید بھی ہو جائے۔ یہ مناظرانہ روش پاکستانی حالات کیلئے سازگار نہیں۔ آپ شوق سے اپنے خیال کے مطابق شان بیان کریں کوئی منع ہی نہیں مگر ایسے طریقے سے کہ دوسرے پر چوٹ نہ پڑے اور نہ ہی کسی کی دلآزاری ہو۔ خود فرمایئے اگر ان کے پیش کردہ باتوں کا معقولانہ طور پر جواب دیا جائے تو شاید

ان کی اپنی عقیدت کے خلاف سُن کر دل آزاری ہو۔ لہٰذا اس کا کیا نتیجہ! اللہ جو طریقہ پاکستان کو راس نہیں آیا اور موجودہ حکومت نے نہایت عقلمندی اور دور اندیشی سے جس روش پر کنٹرول کر لیا ہوا ہے۔ اُس کو آپ دوبارہ کیوں ہوا دیتے ہیں۔

— روزنامہ زمزم بہاولپور نے اپنی اشاعت ۱۷ جولائی میں "گفتنی و ناگفتنی" کے تحت عزاداری حضرت سیدالشہداء کا جس طریقہ سے مذاق اُڑایا ہے وہ یقیناً اس اخبار کے ناعاقبت اندیش ایڈیٹر کی خبث باطنی کا پتہ دیتا ہے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم حصہ کے مسلمات کا مذاق اُڑانا کہاں کی مسلمانی ہے؟ عموماً گھٹیا درجہ کے لوگ ایسا کرتے ہیں اگر ان کے دل میں جذبہ مخالفت ہے تو ایسے طریقے سے اس جذبہ کو باہر نکالنا چاہیے کہ ملت میں انتشار کا باعث بنے۔ انکا ایک ایک مذاق کا جواب بیسیوں مزاحیہ امور سے دیا جا سکتا ہے مگر ہم ہرگز کسی کو یہ مشورہ نہیں دیتے کہ وہ ایسا کرے۔ ہم صرف یہ عرض کریں گے کہ اتحاد بین المسلمین کے خواہشمند یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کرتے جو مدیر زمزم نے کیا۔ اسی اشاعت میں ایک مضمون "عصمت کی دیوی کو سلام" کے عنوان سے انتہائی اشتعال انگیز لکھا ہے۔ ماتم داران حسین علیہ السلام کے متعلق ایسے ایسے الفاظ درج کیے ہیں جو نفرت پھیلانے والے ہیں۔ ماتم کو بداخلاقی اور غنڈہ گردی کہا گیا ہے اور ایک اہم فرقہ اسلام کے مذہبی افعال کا "غلط روش، جنون اور آوارگی۔ چند کٹھ ملاؤں کے نام نہاد فتوے" جیسے ناپسندیدہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ ہماری موجودہ امن پسند حکومت کیا اس قسم کی تحریروں اور تقریروں کی اجازت دیگی؟ اس کا جواب حکومت دے سکتی ہے یا اُس کا محکمہ نقد و محکمہ پریس۔ مگر کم از کم ہم یہ کہنے میں ضرور حق بجانب ہیں کہ عقلمندی اسی میں ہے کہ ملک میں پھر وہ حالات پیدا نہ ہونے دیئے جائیں جو موجودہ حکومت کے قیام سے پہلے پیدا کر دیئے گئے تھے۔ اور ملک تباہی کی طرف جا رہا تھا۔ اگر موجودہ برسر اقتدار مخلصین اپنے فرائض کو حرکت میں نہ لاتے تو یقیناً ملک اس قسم کے لوگوں کی کوششوں کا شکار ہو جاتا جو آئے دن ملت اسلامیہ پاکستان میں انتشار اور اختلافات کو ہوا دیتے رہتے ہیں۔

ہفت روزہ ایشیا لاہور کی چار اشاعتوں میں ایک مسلسل مضمون "ابن الحنفیہ علیہ الرحمۃ" کے عنوان سے ہمسایہ ملک بھارت کی دہلی یونیورسٹی کے کسی ڈاکٹر کا چھپا ہے۔ بظاہر اس مضمون کی بنیاد تاریخ پر رکھی گئی ہے کہ گویا یہ تاریخی خدمت ہو رہی ہے۔ مگر اس مضمون میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے اس فرزند دلبند پر وہ وہ الزام تراشے گئے ہیں جو کسی عام متقی

وہ پرہیزگار کی شان کے شایاں بھی نہیں۔ یعنی مخالفین و دشمنانِ اہلبیتؑ نبوی کی محض روپے پیسے کے لالچ سے بیعت اختیار کر لینا وغیرہ اور پھر دوسرے مسلمانوں کو بھی بیعت کا مشورہ دینا۔ مضمون میں حوالے کتاب "طبقات ابن سعد" کے دیئے گئے ہیں۔ گو اصل عبارتیں عربی کی نہیں لکھی گئیں۔ ابن سعد خود مخالفینِ مذہب اہلبیتؑ کا ایک فرد تھا اور اس نے اپنی کتاب اپنے مخصوص نظریے کے تحت لکھی تھی۔ اُس سے یہ کیونکر توقع ہو سکتی تھی کہ وہ مخالفین کی حمایت میں نہ لکھتا۔ اب اس کتاب کو بار بار حوالہ میں پیش کرنا یقیناً تحقیق نہیں کہلا سکتی حضرت محمد ابن حنفیہؓ کے ساتھ ایسے ایسے واقعات منسوب کئے گئے ہیں جو یقیناً اس مقدس ہستی کے ساتھ زیادتی اور اُن کے معتقدین کی دلآزاری کا باعث ہیں۔ اگر ان کی ایک ایک تحقیق کا جواب دیا جائے تو متنازعہ امور ظاہر ہوں اور مسلمانوں میں رنجش اور کھچاؤ کا باعث بنے۔ ہم اس طریقے سے گریز کرتے ہوئے صرف حکومت کے متعلقہ محکمے سے ہی اپنی توقعات وابستہ کرتے ہیں۔

ہفت روزہ "لیل و نہار" کی پانچ جون کی اشاعت میں "تاریخی شذرات" کے عنوان سے ایک مضمون محمد اسمٰعیل پانی پتی کا شائع ہوا ہے۔ جو جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے غالباً احمدی عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مضمون میں مسلمانوں کے ایک اہم اور پُرامن فرقے کے متعلق دلآزار اور خلافِ واقعہ مضمون شائع ہوا ہے جو کہ تاریخی حقائق سے بھی دور کا تعلق نہیں رکھتا۔ کسی غیر معروف اور نامعلوم شخصیت "ابو ہاشم" کو اس فرقے کا پیشوا ظاہر کیا گیا ہے اور اس فرقے کا وجود سیاسیات سے وابستہ کیا گیا ہے۔ درآنحالیکہ اس فرقہ نے آج تک بحیثیت جماعت سیاسیات ملکی میں حصہ نہیں لیا۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے "لیل و نہار" نیم سرکاری اخبار ہے کیونکہ اس کا انتظام گورنمنٹ عالیہ کا کوئی محکمہ کر رہا ہے اور یہ ایسا جریدہ ہے کہ اسے تمام فرقہ کے لوگ پڑھتے ہیں اشاعت بھی اس کی کافی ہے۔ "لیل و نہار" اس بات کا بھی دعویدار نہیں کہ وہ کسی خاص فرقہ کا اخبار ہے یا کسی مخصوص فرقہ کے نظریات کے تحت شائع ہوتا ہے۔ جب ایسا ہی ہے تو پھر آخر اس میں بھی متنازعہ اور فرقہ وارانہ مضمون کیوں شائع ہوتے ہیں!

ارباب کرم ملک کی فضا کو پاکیزہ تر بنانے میں کوشش کیجئے اس سے ملک و ملت کا بھلا ہے۔ فرقہ وارانہ امور کو ہوا دینا یقیناً ملک کیلئے سازگار نہیں اس سے اجتناب کرنا ہر دردمند محب وطن کا پہلا فرض ہے

نظامت ادارہ میں اہم تبدیلی

(سید حسن علیشاہ صاحب کاظمی مدظلہ کی شرکت)

یہ امر باعث صد گونہ مسرت و اطمینان ہے کہ ادارۂ معارف اسلام دن بدن منازل ترقی ہی کی طرف گامزن ہو رہا ہے۔ ہمیں پوری طرح یقین ہے کہ ادارہ کی کارگزاری حضور قائم آل محمدؐ صاحب العصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام (عجل اللہ فرجہ) سے پوشیدہ نہیں بلکہ تمام کارگزاری حضورؑ کے سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔ یہ صحیح اسلامی عقیدہ ہے کہ امام وقت ناظر علیٰ کل شیئی ہوتا ہے۔ قرآن حکیم۔ احادیث رسولؐ۔ اقوال معصومینؑ۔ اور استدلال عقلی و سائنسی اس عقیدہ کے جواز میں موجود ہیں۔ لہٰذا ہمارا کوئی فعل امام زمانہ سے پوشیدہ نہیں یہی وجہ ہے کہ ادارۂ معارف اسلام کے جملہ امور خود بخود دن بدن بہتر ہی بہتر صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ ادارہ کا سالانہ جلسۂ عام حسن تعاون و خلوص کے ماحول میں منعقد ہوا وہ واقعی اراکین ادارہ کیلئے باعث صد افتخار ہے مدیر نشر و اشاعت کا مقام ہر تنظیم میں ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ کیونکہ تبلیغی و اصلاحی اداروں میں انتظامات کے بعد نشر و اشاعت کو ہر چیز پر تقدم حاصل ہے۔ بحمد اللہ کہ امسال یہ اہم اور ضروری فریضہ قوم کے مایہ ناز اور منجھے ہوئے کارکن، درد قومی میں غرق پیکر اخلاص جناب سید حسن علیشاہ صاحب کاظمی کے سپرد کیا گیا ہے جس ذمہ داری کو پورے طور پر محسوس کرتے ہوئے سید صاحب موصوف نے قومی فلاح و بہبود کی خاطر بخندہ پیشانی قبول فرمایا ہے ہمیں پورے وثوق سے توقع اور اسباب کا یقین کامل ہے کہ آئندہ ادارہ کے مناسب اور جائز پروپیگنڈا کے علاوہ اشاعت کتب و رسائل و نشریات کا سلسلہ سید صاحب کی مخصوص علمی صلاحیت و قابلیت کے زیر اثر پہلے سے کہیں زیادہ مفید و موثر صورت اختیار کریگا۔ چند ماہ کے اندر اندر بہترین نتائج قوم کے سامنے آئینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں؟ علماء کرام و قومی اخبارات

زیر نظر شمارہ میں ادارۂ معارف اسلام کی سالانہ کارگزاری بصورت رپورٹ مدیر اعلیٰ و مدیر مالیات شائع کی گئی ہے اور سالانہ جلسہ عام کی مختصر کاروائی بھی اطلاعاً

سے کا مجموعہ میں درج ہے۔ لہٰذا مناسب خیال کیا گیا ہے کہ ادارہ کی ان کارگذاریوں پر اس برصغیر کے چند مخصوص علماء کرام و اخبارات نے جو تبصرے فرمائے ہیں اُن کی ایک جھلک بھی قارئین کرام کو دکھا دی جائے تاکہ یہ محسوس ہو سکے کہ یہ عظیم سلسلہ اصلاح و تبلیغ و اتحاد بین المسلمین جو آپ حضرات کے تعاون سے جاری ہے۔ کہاں تک مفید ہے اور اس کے اثرات افرادِ ملت پر کیا کچھ ہو رہے ہیں ان بیانات کو شائع کرنا نہایت ضروری خیال کیا گیا۔ لہٰذا اس شمارہ میں ان کو نمایاں جگہ دی گئی ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی کہ سالانہ جلسۂ عام کے بعد یہ شمارہ شائع ہوا ہے اور سیکرٹری صاحبان کی رپورٹوں کے ساتھ ان کا شائع کرنا اشد ضروری تھا۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ علماء عظام و صحافیان ذوالاحترام کے گراں پایہ اور مخلصانہ تبصروں کو بغور مطالعہ فرما کر اپنی مفید تجاویز و آراء سے ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ یہ ادارہ کی آئندہ سرگرمیوں پر خوشگوار اثر پیدا کر سکیں۔

ادارہ

شفقت وادب کی تعلیم

اور

تذکرہ زوال بنو امیہ

(بزبان امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

لیتأس صغیرکم بکبیرکم، ولیرأف کبیرکم بصغیرکم، ولا تکونوا کجفاة الجاهلیة لا فی الدین یتفقهون، ولا عن الله یعقلون، کقیض بیض فی اداح یکون کسرها وزرا، ویخرج حضانها شرا۔

تمہارے چھوٹوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور بڑوں کو چاہئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش آئیں۔ زمانہ جاہلیت کے ان اجڈ بدویوں کے مانند نہ ہو جاؤ کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و فہم سے کام لیتے تھے وہ ان انڈوں کے چھلکوں کی طرح ہیں جو شتر مرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے مگر انہیں سینے کیلئے چھوڑ دینا ایذا رساں بچوں کے نکالنے کا سبب ہوتا ہے۔

(منها) افترقوا بعد أُلفتهم، وتشتتوا عن أصلهم، فمنهم آخذ بغصن أینما مال مال معه، على ان الله تعالىٰ سیجمعهم لشر یوم لبنی امیة کما تجتمع قزع الخریف یؤلف الله بینهم، ثم یجعلهم رکاما کرکام السحاب، ثم یفتح لهم ابوابا یسیلون من مستثارهم کسیل الجنتین حیث لم تسلم علیه قارة، ولم تثبت علیه أکمة، ولم

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے: وہ الفت و یکجائی کے بعد الگ الگ اور اپنے مرکز سے منتشر ہو گئے ہیں کچھ البتہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ جدھر یہ جھکیں ادھر وہ جھکیں گے یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن کیلئے کہ جو بنی امیہ کیلئے بدترین دن ہوگا انہیں اس طرح جمع کریگا جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں اللہ ان کے درمیان محبت و دوستی پیدا کریگا۔ اور پھر ان کا تہ بہ تہ جمے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا دیگا اور ان کے لئے دروازوں کو کھول دیگا کہ وہ اپنے

يرد سننه رصّ طود ولا حداب
أرض۔ يزعزعهم الله في
بطون اوديته، ثم يسلكهم
ينابيع في الارض يأخذ بهم
من قوم حقوق قوم، ويمكّن
لقوم في ديار قوم، وايم الله
ليذوبنّ ما في ايديهم بعد
العلوّ والتمكين كما تذوب
الالية على النار

ايها الناس لو لم تتخاذلوا
عن نصر الحق، ولم تهنوا عن
توهين الباطل۔ لم يطمع
فيكم من ليس مثلكم، ولم
يقو من قوي عليكم، لكنكم
تهتم متاه بني اسرائيل۔ و
لعمري ليضعّفنّ لكم التيه
من بعدي اضعافاً بما خلّفتم
الحق وراء ظهوركم، وقطعتم
الادنى ووصلتم الابعد۔ واعلموا
انكم ان اتبعتم الداعي لكم سلك
بكم منهاج الرسول، وكفيتم
مؤونة الاعتساف، ونبذتم
الثقل الفادح عن الاعناق۔

(نہج البلاغہ)

ابھرنے کے مقام سے شہر سبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح یہ نکلیں گے جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ اس کے سامنے ٹھہر سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوطی اور نہ زمین کی اونچائی اس کا دھارا موڑ سکی تھی۔ اللہ سبحانہ انہیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دیگا پھر انہیں چشموں (کے بہاؤ) کی طرح زمین میں پھیلا دیگا اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کے حقوق کچھ لوگوں سے لیگا اور ایک قوم کو دوسری قوم کے شہروں پر تمکن کریگا خدا کی قسم ان کی سربلندی و اقتدار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہوگا اس طرح پگھل جائیگا جس طرح آگ پر چربی۔ اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمہارا ہمپایہ نہ تھا وہ تم پر دانت نہ رکھتا۔ اور جس نے تم پر قابو پالیا وہ تم پر قابو نہ پاتا لیکن تم تو بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے۔ اور اپنی جان کی قسم میرے بعد تمہاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائیگی، کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کر لیا اور دور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے راستہ پر لے چلتا اور تم بے راہروی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اتار پھینکتے۔

(ترجمہ از جناب مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ)

حمد و معرفتِ خداوند تعالیٰ

از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہما الصلوٰۃ والسلام

(ترجمہ :- از جناب معظم مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ العالی)

(نوٹ) :- بوجہ گنجائش صفحات صحیفہ کاملہ سے صرف اُردو ترجمہ پر اکتفا کیا گیا۔ اصل متن اور مفتی صاحب مدظلہٗ کی شرح شامل نہیں کی گئی۔ صاحبان ذوق بیلبند و بالا کتاب "صحیفہ کاملہ" مکمل مع اصل متن ترجمہ و شرح دفتر ادارہ معارف اسلام سے دس روپے مجلد اور خرچہ ڈاک ادا کرنے پر حاصل فرما سکتے ہیں۔ مدیر)

جب آپ دُعا مانگتے تو اس کی ابتدا خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنائش سے فرماتے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا :-

"سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو ایسا اوّل ہے جس کے پہلے کوئی اوّل نہ تھا اور ایسا آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہ ہوگا۔ وہ خدا جس کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی آنکھیں عاجز اور جس کی توصیف سے وصف بیان کرنے والوں کی عقلیں قاصر ہیں اس نے کائنات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے منشائے ازل سے جیسا چاہا انہیں ایجاد کیا۔ پھر انہیں اپنے ارادہ کے راستہ پر چلایا اور اپنی محبت کی راہ پر ابھارا جن حدود کی طرف انہیں آگے بڑھایا ہے ان سے پیچھے رہنا اور جن سے پیچھے رکھا ہے ان سے آگے بڑھنا ان کے قبضہ و اختیار سے باہر ہے۔ اسی نے ہر روح کے لئے اپنے (پیدا کردہ) رزق میں سے معین و معلوم روزی مقرر کر دی ہے۔ جسے زیادہ دیا ہے اسے کوئی گھٹانے والا گھٹا نہیں سکتا۔ اور جسے کم دیا ہے اسے کوئی بڑھانے والا بڑھا نہیں سکتا۔ پھر یہ کہ اُسی نے اس کی زندگی کا ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک معینہ مدت اس کے لئے ٹھہرا دی جس مدت کی طرف وہ اپنی زندگی کے دنوں سے بڑھتا اور اپنے زمانہ زیست کے سالوں سے اس کے نزدیک ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ زندگی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اللہ اسے اپنے ثواب بے پایاں تک جس کی طرف اُسے بلایا تھا یا خوفناک عذاب کی جانب جسے بیان کر دیا تھا قبض روح کے بعد پہنچا دیتا ہے تاکہ اپنے عدل کی بنا پر بُروں کو ان کی بداعمالیوں کی سزا اور نیکوکاروں کو اچھا بدلہ دے

اس کے نام پاکیزہ اور اس کی نعمتوں کا سلسلہ لگاتار ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کی پوچھ گچھ اس سے نہیں ہو سکتی اور لوگوں سے بہرحال باز پرس ہو گی۔

تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد و شکر کی معرفت سے محروم رکھتا ان پیہم عطیوں پر جو اس نے دیئے ہیں اور ان پے در پے نعمتوں پر جو اس نے فراوانی سے بخشی ہیں۔ تو وہ اس کی نعمتوں میں تصرف تو کرتے اور اس کی حمد نہ کرتے اور اس کے رزق میں فارغ البالی سے بسر تو کرتے مگر اُس کا شکر بجا نہ لاتے اور ایسے ہوتے تو انسانیت کی حدوں سے نکل کر چوپاؤں کی حد میں آجاتے اور اس توصیف کے مصداق ہوتے جو اس نے اپنی محکم کتاب میں کی ہے کہ "وہ تو بس چوپاؤں کے مانند ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے"۔

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اس نے اپنی ذات کو ہمیں پہچنوایا اور حمد و شکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر علم و اطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اور توحید میں تنزیہ و اخلاص کی طرف ہماری رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں شرک و کجروی سے ہمیں بچایا ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اس کی مخلوقات میں سے حمد گزاروں میں زندگی بسر کریں۔ اور اس کی خوشنودی و بخشش کی طرف بڑھنے والوں سے سبقت لے جائیں ایسی حمد جس کی بدولت ہمارے لئے برزخ کی تاریکیاں چھٹ جائیں جو ہمارے لئے قیامت کی راہوں کو آسان کر دے اور حشر کے مجمع عام میں ہماری قدر و منزلت کو بلند کر دے جس دن ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائیگا۔ اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہو گا۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئیگا اور نہ ان کی مدد کی جائیگی۔ ایسی حمد جو لکھی ہوئی کتاب میں ہے جس کی مقرب فرشتے نگہداشت کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے بہشت بریں کے بلند ترین درجات تک بلند ہو۔ ایسی حمد جس سے ہماری آنکھوں میں ٹھنڈک آئے۔ جبکہ تمام آنکھیں حیرت و دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور ہمارے چہرے روشن و درخشاں ہوں جبکہ تمام چہرے سیاہ ہونگے۔ اور ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اللہ کی بھڑکائی ہوئی اذیت دہ آگ سے آزادی پا کر اس کے جوار رحمت میں آجائیں۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اس کے مقرب فرشتوں کے ساتھ شانہ بشانہ بڑھتے ہوئے ٹکرائیں اور اس منزل جاوید و مقام عزت و رفعت میں جسے تغیر و زوال نہیں اس کے فرستادہ پیغمبروں کے ساتھ یکجا ہوں

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت و آفرینش کی تمام خوبیاں ہمارے لئے

منتخب کیں اور پاک و پاکیزہ رزق کا سلسلہ ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ و تسلط دے کر تمام مخلوقات پر برتری عطا کی ۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیر فرمان اور اس کی قوت و سربلندی کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے سوا طلب و حاجت کا ہر دروازہ ہمارے لئے بند کر دیا تو ہم (اس حاجت و احتیاج کے ہوتے ہوئے) کیسے اس کی حمد سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور کب اس کا شکر ادا کر سکتے ہیں ۔ نہیں ! کسی وقت بھی اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا ۔ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے (جسموں میں) پھیلنے والے اعصاب اور سمٹنے والے عضلات ترتیب دیئے اور زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند کیا اور کار و کسب کے اعضا ہمارے اندر ودیعت فرمائے اور پاک و پاکیزہ روزی سے ہماری پرورش کی اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ ہمیں بے نیاز بنا دیا اور اپنے لطف و احسان سے ہمیں (نعمتوں کا) سرمایہ بخشا ۔ پھر اس نے اپنے اوامر کی پیروی کا حکم دیا تاکہ فرمانبرداری میں ہم کو آزمائے اور نواہی کے ارتکاب سے منع کیا تاکہ ہمارے شکر کو جانچے مگر ہم نے اس کے حکم کی راہ سے انحراف کیا اور نواہی کے مرکب پر سوار ہو لئے ۔ پھر بھی اس نے عذاب میں جلدی نہیں کی اور سزا دینے میں تعجیل سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے کرم و رحمت سے ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور حلم و رافت سے ہمارے باز آ جانے کا منتظر رہا ۔

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں توبہ کی راہ بتائی کہ جسے ہم نے صرف اس کے فضل و کرم کی بدولت حاصل کیا ہے تو اگر ہم اس کی بخششوں میں سے اس توبہ کے سوا اور کوئی نعمت شمار میں نہ لائیں تو یہی توبہ ہمارے حق میں اس کا عمدہ انعام بڑا احسان اور عظیم فضل ہے ۔ اس لئے کہ ہم سے پہلے لوگوں کے لئے توبہ کے بارے میں اس کا یہ رویہ نہ تھا ۔ اس نے تو جس چیز کے برداشت کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے وہ ہم سے ہٹالی اور ہماری طاقت سے بڑھکر ہم پر ذمہ داری عائد نہیں کی اور صرف سہل و آسان چیزوں کی ہمیں تکلیف دی ہے اور ہم میں سے کسی ایک کے لئے حیل و حجت کی گنجائش نہیں رہنے دی لہذا وہی تباہ ہونے والا ہے جو اس کی منشا کے خلاف اپنی تباہی کا سامان کرے اور وہی خوش نصیب ہے جو اس کی طرف توجہ و رغبت کرے ۔

اللہ کے لئے حمد و ستائش ہے ہر وہ حمد جو اس کے مقرب فرشتے بزرگ ترین مخلوقات اور پسندیدہ حمد کرنے والے بجا لاتے ہیں ۔ ایسی ستائش جو دوسری ستائشوں سے بڑھی چڑھی ہوئی ہو جس طرح ہمارا

پروردگار تمام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر اُسی کے لئے حمد و ثنا ہے اُس کی ہر ہر نعمت کے بدلے میں جو اس نے ہمیں اور تمام گزشتہ و باقی ماندہ بندوں کو بخشی ہیں ان تمام چیزوں کے شمار کے برابر جن پر اس کا علم حاوی ہے اور ہر نعمت کے مقابلہ میں دو گنی چوگنی جو قیامت کے دن تک دائمی و ابدی ہو۔ ایسی حمد جس کا کوئی آخری کنارا اور جس کی گنتی کا کوئی شمار نہ ہو جس کی حد و نہایت دسترس سے باہر اور جس کی مدت غیر مختتم ہو۔ ایسی حمد جو اس کی اطاعت و بخشش کا وسیلہ، اس کی رضامندی کا سبب، اس کی مغفرت کا ذریعہ، جنت کا راستہ، اس کے عذاب سے پناہ، اس کے غضب سے امان، اس کی اطاعت میں معین اس کی معصیت سے مانع اور اس کے حقوق و واجبات کی ادائیگی میں مددگار ہو۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اس کے خوش نصیب دوستوں میں شامل ہو کر خوش نصیب قرار پائیں۔ اور ان شہیدوں کے زمرہ میں شمار ہوں جو اس کے دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہوئے بیشک وہی مالک و مختار اور قابل ستائش ہے۔"

(تبرکات مرزا دبیرؒ) (منتخب کردہ محترمہ بیگم صاحبہ شیخ فیروز الدین)

اولادِ مصطفٰےؐ پر ظلمِ اشقیاء

(مرثیہ کے چند بند)

(۱)

آج کے دن کا یہ احوال ہے راوی نے لکھا
جل کے جب خیمۂ فرزندِ نبیؐ خاک ہوا
آئے سجادؑ کے بالیں پہ وہ اہلِ جفا
ایک نے فرش کو اور ایک نے بستر کھینچا
بولیں زینبؑ کہ گناہ کیا مرے بیمار کا ہے
اس کو مت مارو یہ مارا ہوا آزار کا ہے

(۲)

آن کر ہوش میں سجادؑ نے رو رو یہ کہا
آپ میں اٹھتا ہوں کیوں کھینچتے ہو ہاتھ مرا
قید کی فکر ہے یا کاٹنے آئے ہو گلا
یا میں بیمار ہوں میرے لئے لائے ہو دوا
باپ کو مار کے جو میرے سرہانے آئے
کیا مجھے سوگ کے کپڑے ہو پہنانے آئے

(۳)

جس کا مرتا ہے پدر یہ ہے جہاں کا دستور
اس کو سمجھاتے ہیں سب لوگ ترس کھا کے ضرور
شمر کہنے لگا یہ آپ رکھیں دل سے دور
رحم منظور نہیں تم پہ ستم ہے منظور
تم کو ہم رنج دلانے کے لئے آئے ہیں
طوق و زنجیر پہنانے کے لئے آئے ہیں

(۴)

کھلکے یہ بیڑیاں لوہے کی حضورؑ اسکے دھریں
ٹھنڈی سانسیں شاہِ مظلوم کے نائب نے بھریں
گردِ سجادؑ کے سیدانیاں سب جمع ہوئیں
بیٹھا تھا شیر کی مانند وہ ابنِ شاہِ دیں
شور تھا آفتِ تازہ ہے دکھائی جاتی
شیر کے پوتے کو بیڑی ہے پہنائی جاتی

(۵)

رو کے جلادوں سے یہ زینبِ بیکس نے کہا
حیف تم لوگوں کے دل میں نہیں انصاف ذرا
اے یہ طوق جو گردن میں کئی من کا پڑا
تم بتاؤ کہ یہ بیمار جیا یا کہ مرا
رحم کھاؤ شہِ مظلوم کا جانی ہے یہ
بے نشانوں کی بس اب ایک نشانی ہے یہ

امام علیؑ ابن الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں

(اثر الحاج آقائی سید الف شاہ صاحب مدظلہٗ سید پاکنہاد)

اے زین العابدینؑ ہے وقتِ دُعا خدا را
خاتمؑ کا ہے گھرانا بس آخری سہارا

مجھکو ہیں یاد کوفے اور شام کے سفر میں
زنجیر و طوقِ آہن، نازک بدن تمہارا

احضارِ آلِ احمدؐ دربارِ سلطنت میں
عصمتؑ تھی بے مُقنّعہ سلطاں کو یہ گوارا

راسُ الحسینؑ خونی فرمانروا کے آگے (۱)
ظالم نے بید لیکر دندان و لب پہ مارا

زینبؑ کے خطبے علم و عرفان کے خزینے
اسلام جن سے محکم، الحاد پارا پارا

تبلیغ وہ تمہاری توحیدِ ذاتِ باری
ذی علم محوِ حیرت، سلطاں نے دم نہ مارا

صبر و رضا سے جھیلا زنداں کی سختیوں کو
دل ذکرِ حق میں، لب پر الحمد کبریا را

تم نائبِ خدا تھے، محبوبِ کبریا تھے
تم صاحبِ زباں تھے پنہان و آشکارا

چاہتے اگر تو کرتے زیر و زبر عدو کو
کیا تھی بساط اُس کی، کافی تھا اک اشارا

یکتی بعشقِ وحدت در کثرتِ عبادت
تھا یہ وہ دارِ عصمت صبر و سکوں تمہارا

عینِ خدا شناسی ہے معرفت تمہاری (۲)
گر یہ نہیں ہے حاصل تو دین کا خسارا

موجوں میں ہے تلاطم، میں بحرِ معصیت میں
جب یاس نے ڈبویا، امید نے اُبھارا

گذری ہے عمر ساری تر دامنی میں میری
اے شاہِ پاک دامن دریاب ایں گدا را

میں در پہ منتظر تھا آئی ندا کہ "سیدؔ"
سمجھا کسی نے مجھ کو خلوت میں ہے پکارا

خُودکُشی

انقلابِ زندگی میں خُودکُشی در اضطرار
سہل ہے لیکن جہنم کو کرے کون اختیار
جان دینی ہو تو دی ہے جس نے اُس کی راہ میں ہے
راہِ حق میں سر کٹانا سربلندی و وقار

سید الف شاہ عفی عنہ

تشریح اشارات ۱ و ۲ بر صفحہ ۲۵

ورود اہل بیتؑ در دمشق

(شرح نظم "امام علی ابن الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں")

(از الحاج آقائی سید الف شاہ صاحب پاکتہاد مدظلہ)

۱؎ الحسینُ مِنّی وَ انا من الحسینؑ ۔ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں ۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ۔

ادیب فاضل آقائی محمد علی خلیلی (تہران) نے اس موضوع پر کافی روشنی ڈالی ہے آپ اپنی کتاب "زندگانی حسینؑ ابن علیؑ جلد دوم میں لکھتے ہیں:" ..... مرویست کہ چون (اہل بیت عصمت وطہارت از حیث اسیران دربار شام) بدمشق رسیدند ام کلثوم خواہر حسینؑ بشمر گفت، من از تو خواہشی دارم" ۔ شمر پرسید چیست" ۔ ام کلثوم گفت "خواہش دارم ہنگام ورود بہ شہر ما را از راہ خلوتی ببرید و این سرہا را نیز از میان محملہا دور کنید زیرا با این وضع کہ داریم از کثرت تماشاچیان رسوائی شویم" ۔ اما شمر برعکس دستور داد تا سرہا را بر نیزہ ہائی بلند زدند و در میان کاروان اسیران جا دادند و از پر ازدحام ترین کوچہ ہا و خیابانہا آنہا را عبور دادند ۔

اسیران را بالاخرہ با ہمان حال و از میان دستہ ہائی تماشاچی عبور دادند و نزدیکی مسجد جامع دمشق نگاہ داشتند تا بخلیفہ اطلاع دہند و او فرمان خود را دربارۂ آنہا صادر کند" ۔ در مجلس یزید ۔ ۔ چون از یزید دستور یافتند اسیران را بہ بارگاہ او وارد کردند معروف است کہ اسیران وقتی بحضور یزید رسیدند در بند بودند ....

(ترجمہ) روایت ہے کہ جب (اہل بیت عصمت وطہارت دربار شام کے قیدیوں کی حیثیت میں) دمشق میں پہنچے تو ام کلثومؑ خواہر حسینؑ نے شمر سے کہا "میں تجھ سے ایک خواہش رکھتی ہوں" شمر نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ ام کلثومؑ نے فرمایا "میری خواہش یہ ہے کہ شہر دمشق میں داخلے کے وقت ہمیں کسی ایسے راستے سے لے جایا جائے جہاں لوگ کم ہوں اور (شہداء کے) سروں کو ہمارے اونٹوں سے دور رکھا جائے کیونکہ جس حالت میں ہم اس وقت ہیں ہم تماشائیوں کی کثرت میں رسوا نہ ہوں" لیکن شمر نے برعکس حکم دیا ۔ شہداء کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا اور قیدیوں کے قافلے کے درمیان اُن کی جگہ مقرر کی گئی ۔ اور قافلے کو اُن آباد ترین کوچہ و بازاروں میں سے گذارا گیا جہاں عوام الناس انبوہ در انبوہ تماشا دیکھنے کے لئے موجود تھے ۔

بالآخرہ قیدیوں کو اسی حال میں اور تماشا دیکھنے والوں کے دستوں کے درمیان سے عبور دیا گیا اور وہ دمشق کی جامع مسجد کے نزدیک ٹھہرائے گئے۔ تاکہ خلیفہ کو اطلاع دے دیں اور خلیفہ اُن قیدیوں کے متعلق فرمان صادر کرے۔

"یزید کی مجلس میں"۔ یزید کے حکم کے تحت قیدیوں کو اس کی بارگاہ میں لے گئے۔ معروف ہے کہ جب قیدی یزید کے سامنے پہنچے تو ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ لیکن زین العابدینؑ زنجیر سے جکڑے ہوئے تھے۔ قیدی اسی حال کے ساتھ بارگاہ اموی میں یزید کے حضور کھڑے کر دیئے گئے۔ اس وقت علیؑ ابن الحسینؑ یزید سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ خود ہی کہو کہ اگر پیغمبرؐ ہم کو اس حال بد میں دیکھیں تو کیا کہیں گے"۔ یہ سن کر تمام حاضرین مجلس رونے لگے۔ یزید نے حکم دیا کہ قیدیوں کے بند ہائے دست اور علیؑ ابن الحسینؑ کے ہاتھوں سے بند اور گردن سے زنجیر آہنی کھول دی جائیں۔ اس کے بعد سرہائے شہداء مجلس یزید میں لائے گئے اور حسین (علیہ السلام) کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا۔ یزید نے حکم دیا کہ قیدی عورتوں کو کسی ایسی جگہ بٹھایا جائے کہ ان کی نگاہیں سر حسینؑ پر نہ پڑیں۔ پس عورتوں کو یزید کے سر کے پیچھے ایک صف میں کھڑا کیا گیا۔ فاطمہؑ و سکینہؑ دختران حسینؑ اس کوشش میں تھیں کہ اپنے باپ کے سر کو دیکھیں لیکن یزید عورتوں اور حسینؑ کے سر کے درمیان حائل تھا اور اس کوشش میں تھا کہ عورتیں سر کو نہ دیکھ سکیں۔ بالآخرہ ان لڑکیوں نے سر کو دیکھ لیا اور بے اختیار رونا اور چلانا شروع کیا۔ باقی عورتوں کی بھی رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہاں تک کہ حرم سرائے یزید میں اس کی عورت اور معاویہ کی لڑکیاں بھی بلند آواز سے رونے لگیں۔ اس نالہ و شیون کے ضمن فاطمہؑ دختر حسینؑ نے یزید سے کہا "آیا یہ روا ہے کہ پیغمبرؐ کی لڑکیاں قیدی ہو کر تیری مجلس میں اس حال کے ساتھ حاضر ہوں"۔ اہل مجلس پھر رونے لگے اور یزید کی عورت اور دوسری عورتوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ زینبؑ نے بھی سر کو دیکھ لیا اور اس مجلس میں محشر برپا کر دیا۔ اور ہر دوست و خیر خواہ کو رلایا۔ لیکن یزید ساکت تھا اور برابر سر پر نگاہیں جمائے رہا اور بعد ازاں حصین ابن حمام کے اشعار پڑھے۔۔۔۔

اس کے بعد یزید نے چوب خیزران (بید کی چھڑی) منگوائی اور اس چھڑی سے دندان حسینؑ کو مارنے لگا اور کہا کہ "یہ بھی روز بدر کا ایک عوض محسوب ہو"۔ یعنی جنگ بدر میں آپ کے آبا نے ہمارے آباء و اجداد کے ساتھ جیسا سلوک کیا تھا اس کے عوض ہم آج

آپ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں) ...... اور پھر روایت ہے کہ ابو برزہ اسلمی اُس مجلس میں موجود تھا۔ اس نے یزید کو منع کیا کہ حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی نہ مارے اور کہا اے یزید تجھ پر افسوس ہے۔ آیا تو حسینؑ پسر فاطمہؑ کے لب و دندان پر چھڑی مارتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے (بچشم خود) دیکھا کہ پیغمبرؐ حسینؑ اور ان کے بھائی حسنؑ کے دانتوں کو چومتے اور فرماتے تھے۔ "تم دونوں بھائی جوانان بہشتی کے آقا اور سردار ہو۔ خداوند تمہارے قاتلوں کو لعنت کرے اور جہنم کی آگ کو جو بدترین جگہ اور بدترین انجام ہے ان کے لئے تیار کرے"۔ یزید بھی ابن زیاد کی طرح غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو یا مجلس سے باہر نکال دو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس مرد نے یزید سے کہا۔ روز قیامت (اے یزید) تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا۔ اور اس سر کے صاحب (حسینؑ) کا شفیع محمدؐ ہے۔ یہ کہا اور مجلس سے باہر نکل گیا۔

(۱) امامت نفس نبوت ہے بلکہ غایت و مقصود نبوت اور معرفت امام معرفت خدا ہے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً الْجَاہِلِیَّۃِ۔ جس نے امام زمانہ کو نہ پہچانا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت (مشرک کافر یا منافق) مرا۔ بلا معرفتِ امام نہ توحید صحیح ہے نہ اعتقاد بہ نبوت"۔ (مواعظ حسنہ از علامہ شیخ عبد العلی الہروی علیہ الرحمۃ)

(ب) مثل اہل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوحؑ من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق وھلک۔ (حدیث نبویؐ)

(ترجمہ:- میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی مثال ہے جو اُس کشتی میں سوار ہوا۔ اُس نے نجات پائی اور جس نے سوار ہونے سے منہ پھیرا وہ غرق و ہلاک ہوا)

خاتونِ کربلا کی زندگی پر سرسری نظر

(از جناب علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ احسن کامونپوری۔ مجتہد العصر
و فاضل جامع ازہر مصر و ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

شیطان ابن زیاد بیمار امام سے اُلجھنے لگا۔ خاتونِ کربلا کی طرح ابتدا میں امام بھی خاموش رہے۔ اور اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ لیکن جب اُس نے کریدا تو امام کی منطق نے اُسے مبہوت کر دیا۔ اُس نے اپنی جھنجھلاہٹ کی تکلیف کو دُور کرنے کے لئے امام کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب خاتونِ کربلا نے یہ حکم سُنا تو بھتیجے سے لپٹ گئیں۔ اور ابن زیاد سے فرمایا کہ تونے ہمارا جس قدر خون بہایا ہے تیرے لئے بہت کافی ہے۔ کیا تونے کسی ایک کو بھی ہمارے آدمیوں میں زندہ چھوڑا ہے ــــــ؟ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تو مومن ہے تو میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔ ابن زیاد کچھ دیر تک خاتونِ کربلا کے اس جذبۂ قربانی کو دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ حیرت ہے قرابت کے اثر پر، واللہ میرا خیال ہے کہ ان کی خواہش تھی کہ اگر میں زین العابدینؑ کو قتل کروں تو ان کو بھی قتل کر دوں۔

(ج ۳ ص ۲۹۸ تاریخ کامل ابن اثیر)

۱۱ ــــــ دمشق شام میں جب خاتونِ کربلا کا داخلہ ہوا۔ تو ان کے نفسیاتِ بلند نے قوت کے ساتھ اپنے جوہر دکھائے۔ مشرقی دنیا کے مشہور و معروف فاضل فرید وجدی مصری مرحوم نے اپنی دائرہ معارفِ قرنِ عشرین (ج ۴ ص ۷۹۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۷ء) میں خاتونِ کربلا کے ذکر کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے۔ "کانت من فضلیات النساء و جلیلات العقائل" فرید وجدی نے سرسری طور پر امام کی شہادت اور حرم محترم کی دربار ابن زیاد میں پیشی پھر دمشق میں داخلہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے ــــــ جب یہ قیدی دربار میں لائے گئے تو یزید نے حکم دیا کہ ایک طشت میں امام کا سر رکھا جائے۔ یزید امام کے دانتوں پر چھڑی سے بے ادبی کرتا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ـــ

انما قد کر شیئا قد فعل
لیت اشیاخی ببدر شہدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحا
ثم قالوا یا یزید لاتشل

(عبداللہ بن زبعری کے اشعار پر تضمین کرتے ہوئے اس نے کہا) آج اگر ہمارے بدر کے مقتول سردار زندہ ہوتے تو وہ خوش ہوتے اور کہتے اے یزید تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہو ــــ فرید وجدی لکھتے ہیں حالانکہ زینبؑ اسیر تھیں لیکن یزید سے یہ اشعار سن کر انھوں نے کہا ــــ

"اے یزید اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا ہے ــ پھر جن لوگوں نے برائی کی تھی ان کا انجام برا ہی ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کے ساتھ مسخرا پن کیا تھا۔ (قرآن ۲۱/۱۰ ۳۰ روم)

فرید وجدی نے خاتون کربلا کی معرکہ آرا تقریر کا اقتباس بھی دیا ہے جس میں وہ فرماتی ہیں ــــ

"اے یزید تو نے آسمان و زمین کو ہم پر تنگ کر کے قیدیوں کی طرح در بدر پھرا کے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کے نزدیک ذلیل ہو گئے۔ اور تجھے اس سے بزرگی مل گئی۔ تو دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق پا کے اترا رہا ہے۔ حالانکہ قدرت نے (مصلحتاً) تجھے ڈھیل دے رکھی ہے ــــ

"جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے ان کو جو مہلت و فارغ البالی دی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ (قرآن ۴/۱۷۸ ۳ آل عمران)

یہ بھی فرمایا کہ ــــ اے فتح مکہ کے موقع پر آزاد کردہ جماعت کی اولاد اپنی عورتوں اور کنیزوں کو تو نے پردہ میں رکھا مگر اولادِ رسولؐ کی تو نے پردہ دری کی اور در بدر ان کی تشہیر کی۔ تیری گستاخی کی یہ حد ہے کہ کہتا ہے۔ "کاش میرے خاندان کے بدر کے کشتہ بزرگ زندہ ہوتے۔ اور یہ منظر دیکھتے۔ تو چھڑی سے ابو عبداللہ (حسینؑ) کے دانتوں سے بے ادبی کر رہا ہے۔ تو نے ذریتِ رسولؐ کا خون بہا کر عترتِ رسولؐ کی بیخ کنی کی ہمارے شہدا جنت میں ہیں۔ "جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو۔ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس سے روزی پاتے ہیں۔ (۴/۱۶۹ آل عمران ۳)

قیامت میں اُسے معلوم ہوگا جس نے تجھے اس جگہ پر بٹھایا۔ کہ کس کا ٹھکانا بُرا ہے اور کس کے مددگار کمزور ہیں جبکہ قاضی اللہ ہوگا۔ اور مدعی رسولؐ ہونگے۔ اور تیرے اعضاء تیرے خلاف گواہی دینگے —— اے دشمنِ خدا تجھ سے بات کرنا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل جل رہا ہے —— ہماری بے حرمتی کے صلہ میں اللہ کے خزانہ سے شیاطین کا گروہ سفیہوں کے گروہ سے صلہ کا اُمیدوار ہے۔

اگر تو نے آج بظاہر ہمارے قتل سے فائدہ اٹھایا ہے تو اس سے اس وقت نقصان اُٹھانا پڑے گا جب سوا تیرے عمل کے تیرے پاس کچھ بھی نہ ہوگا تو ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو پکارے گا اور وہ تجھے پکارے گا۔ میں صرف اللہ سے شکایت کرتی ہوں۔ تجھے جو کچھ کرنا ہے کر۔ تجھ پر عار کا یہ داغ کبھی تیرے دامن سے نہ مٹ سکے گا۔ خدا کی حمد کہ اس نے سعادت اور مغفرت کو سردارانِ جوانانِ جنت کا انجام قرار دیا۔ اور انہیں جنت عطا کی —— میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ ان کے درجے بلند کرے اور مزید فضل سے ان کو نوازے (ص ۹۷ دائرہ معارف قرن عشرین) ——

ذلت و عزت اور موجودہ زندگی اور آخرت کے متعلق اور سزا و جزا کے مسائل پر خاتونِ کربلا کے اس برجستہ خطبہ سے جو روشنی پڑتی ہے اس پر پاکیزہ رسولوں اور حق آگاہوں کی ہمیشہ نظر رہی ہے۔ اور ذہنی و روحانیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ روز بروز اس کے جوہر کھلتے رہینگے اس دربار میں ایک اور واقعہ پیش آگیا جس میں خاتونِ کربلا کی شجاعت و بزرگی کا اظہار ہوا ——

ایک ناواقف شامی نے (معاذ اللہ) فاطمہ بنت الحسینؑ کو کنیزی کے لئے یزید سے مانگا —— خاتونِ کربلا نے فرمایا۔ تو جھوٹا ہے۔ تو نے کمینہ پن کی بات کی یہ حق نہ تجھے ہے نہ خود یزید کو ہے خاتونِ کربلا نے جس صاعقہ بار انداز میں اُسے جھڑکا اس سے یزید کے تیور بیچیدہ ہو گئے۔ اس نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ حق ہے اگر حاصل کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ خاتونِ کربلا نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اللہ نے تجھے یہ حق نہیں دیا ہے۔ ہاں اس وقت تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ہماری ملت سے نکل جائے اور ہمارے دین کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے۔ اشتعال اور شکست کی ملی جُلی کیفیت اس پر طاری ہو گئی۔ اور وہ شعلہ کی طرح بھڑکا اور بجھ گیا۔ کہنے لگا تم مجھ سے اس طرح باتیں کرتی ہو؟ (معاذ اللہ) دین سے نکلے تمہارے باپ اور بھائی۔ خاتونِ کربلا نے کہا۔ اللہ کے دین اور میرے باپ اور بھائی اور نانا کے دین سے تو نے تیرے باپ نے اور دادا نے ہدایت پائی۔ یزید نے کہا۔ (معاذ اللہ) اے دشمنِ خدا تم جھوٹ بول رہی ہو۔ خاتونِ کربلا نے فرمایا تم حاکم ہو اور ظلم سے گالی دیتے ہو۔

اور اپنے اقتدار سے دبائے ہو۔ اس پر یزید جھینپ گیا۔ (کامل تاریخ کامل ابن اثیر)
جانباز قیدی قید خانہ میں ٹال دیئے گئے۔ انقلاب کے کوہ آتش فشاں سے دھواں اٹھنے لگا۔ ملک کے مختلف حصوں میں واقعہ شہادت سے بیداری و جرأت و ہمت پیدا ہوئی یزید پر تنقیدیں ہونے لگیں۔ اس سے یزید پریشان ہو گیا۔ اس نے اہل حرم کی رہائی کا حکم دے دیا۔ لیکن خاتونِ کربلا نے دمشق میں مزید چند دن قیام کی خواہش کی تاکہ آزادی کے ساتھ دشمن کے دارالسلطنت میں سید الشہداءؑ اور کشتگانِ شہداء راہ خدا کا غم منالیں۔ خاتونِ کربلا نے کئی روز غم کی مجلس برپا کی جس میں دمشق کی عورتوں نے شرکت کی۔ ذہن بدلے حقیقت سے پردے ہٹے ـــــ
خاتونِ کربلا ہی کی فرمائش پر یہ قافلہ کربلا ہوتے ہوئے مدینہ پہنچا کربلا میں کئی روز قیام رہا۔ بھائی کی قبر سے آخری بار میں رخصت ہو کر مدینہ آئی۔ اور ساری زندگی بھائیؑ کے نصب العین کی اشاعت کے لئے وقف کر دی جس طرح اللہ نے اپنا دین نازل کیا اور سرورِ انبیاءؐ نے اس کی اشاعت کی اور سید الشہداءؑ نے اس کو حیاتِ تازہ بخشی اس طرح خاتونِ کربلا نے سید الشہداء کے کارنامے کو زندہ رکھا۔ پھیلایا۔ اس کی تشریح کی۔ اور تاریخ کو اس کا امین بنایا۔

۱۲ ـــــ تاریخ و سیرت و رجال و اخلاق کے مصنف جب جب اس عہد کی تاریخ چھیڑتے رہے ہیں۔ تو خاتونِ کربلا کی عقل و فہم و ہمت نے ان کو شدت سے متاثر کیا ہے ـــــ
عرصۂ دراز سے خاتونِ کربلا پر مستقل کتابوں میں اور تاریخ کربلا کے ضمن میں اور صدرِ اول کی مسلمان خواتین کے ساتھ اظہار خیال کیا جاتا ہے۔
نظم و نثر میں ادیبوں۔ شاعروں کے ذہن عظمت بنتِ بتولؑ پر عقیدت کے موتی لٹاتے رہے ہیں۔
ابو الحسن یحییٰ بن حسن عقیقی عبیدلی ۲۷۷ھ نے اخبار الزینبیات ایک کتاب لکھی جس میں ان خواتین پر تاریخی مواد مہیا کیا جن کے نام "زینبؑ" تھے۔ اس سلسلے میں عبیدلی نے خاتونِ کربلا پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ عربی و فارسی۔ اردو و انگریزی میں چھوٹے بڑے رسالے خاتونِ کربلا پر شائع ہوتے رہے ہیں۔
ابن طولون نے الرسالۃ الزینبیہ لکھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے رسالہ زینبیہ لکھا حسن قاسم مصری مدیر رسالہ ہدی الاسلام نے رسالہ "سیدہ زینبؑ" لکھا۔ ان کے علاوہ مصریوں نے مختلف اوقات میں بہت سے رسالے شائع کئے۔ فارسی میں عباس علی خاں متوفی

کاشانی مولف ناسخ نے طراز المذہب لکھا۔ عصر قریب میں عربی میں ایک قابل توجہ کتاب فاضل نجف شیخ جعفر نقدی مرحوم نے زینب کبریٰ لکھی۔

ڈاکٹر بنت الشاطی مصری مشہور خاتون نے "طلیعہ کربلا" کتاب لکھی جس کا ترجمہ مکرمی خان بہادر سید محمد عباس صاحب نے کیا جس کا ایک ایڈیشن ادارۂ سرفراز نے اور دوسرا ایڈیشن امامیہ مشن لاہور نے شائع کیا۔ اور تیسرا ایڈیشن نظر ثانی کے بعد شائع ہونے والا ہے۔ انگریزی میں محمد سالمین صاحب نے بمبئی سے ایک کتاب شائع کی۔

اردو میں بھی کئی کتب ہیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ "سیدہ کی بیٹی" رازق الخیری دہلوی نے شائع کی۔ صادق حسین صاحب مرحوم بی۔ اے کی کتاب "ثانی زہرا" ایک سنجیدہ کتاب ہے۔ جناب اشہر امامی نے زینت کربلا شائع کی۔ ایک کتابچہ "خاتون کربلا" صالحہ عابد حسین صاحبہ نے شائع کیا۔ اخبار سرفراز لکھنؤ نے ایک مخصوص نمبر ثانی زہرا پر شائع کیا۔ ہمارے روحانی فرزند جناب جعفر رضا ایم۔ اے فلاسفی علیگ نے "کردار خاتون کربلا" شائع کی۔ ان کتابوں کو نظر ثانی کے بعد بار بار پبلک میں لانے کی ضرورت ہے۔ ابھی ایک خالص تاریخی نقطۂ نظر سے ثانی زہرا پر ایک تصنیف کی جگہ خالی ہے۔ جس میں ان کے متعلق سارا تاریخی مواد بحث و تنقید کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ اور حتی الامکان آپ کی شخصیت پر پوری پوری روشنی ڈالی جائے۔ یہ کتاب تاریخ و ادب و سیرت کے بعض نئے گوشوں کو اجاگر کرے گی اور ثانی زہرا کی سیرت کے مطالعہ کے لئے نیا ذہن پیدا کرے گی۔ (مجتبیٰ حسن کاموں پوری)

معارف اسلام کے متعلق

سرپرست امامیہ مشن حضرت علامہ سید علی نقی مجتہد العصر والزمان

کے اخبار کا بے لاگ سنہری تبصرہ

ماہنامہ "معارف اسلام" لاہور۔ مدیر اعزازی غیاث الدین صاحب ملنے کا پتہ:۔ دفتر ادارہ "معارف اسلام" شیخ منشی شاہ عالمی گیٹ لاہور سالانہ چندہ چار روپے (اب پانچ روپے کر دیا گیا ہے) یہ رسالہ تقریباً چار سال سے بحمد اللہ ترقی پذیر شکل میں قائم ہے۔ حجم فعلاً ۴۸ صفحات کا ہے (اب حجم بڑھا کر ۶۴ صفحات کر دیئے گئے ہیں) جن کے علاوہ ۸ صفحات مسلسل ایک کتاب کے ہوتے ہیں جس کے بعد ۵۶ صفحات کی تعداد ہو جاتی ہے۔ جس کا سالانہ چندہ چار روپے (یعنی اب پانچ روپے) کم ہی ہے زیادہ نہیں۔

اس رسالہ کی خاص انفرادیت یہ ہے کہ وہاں کے حالیہ فوجی انقلاب سے بہت پہلے اس نے شروع سے اپنا انداز مناظرانہ طرز سے بالکل جدا صلح پسندانہ اور روادارانہ رکھا اور تعمیری واتحاد پرور انداز میں حقائق دینیہ کی اشاعت اس کا نصب العین رہا ہے۔ بلاشبہ پاکستان اور بالخصوص پنجاب میں تو نوادر و عجائب ہی میں سے شمار کئے جانے کے قابل ہو سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس انداز سے حقیقی خدمتِ حق ہو سکتی ہے۔ مناظرانہ لب و لہجہ اور درشت انداز سے نہیں ہو سکتی۔

اس رسالہ میں علاوہ اس کے مدیر محترم کے جو خود بھی ایک پرخلوص جواں سال باعمل مرد میدان ہیں اور ان کے خود جو تراوشاتِ قلمی رسالہ کے صفحات پر آتے ہیں وہ بھی شائستہ متانت انداز کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے روح رواں جناب سید امداد حسین صاحب کاظمی مشہدی ہیں جن کی اس سے پہلے عمر سرکاری ملازمت میں گذری مگر اب پیرانہ سالی میں سرکاری ملازمت سے علیحدہ ہونے کے بعد وہ علمی میدان میں جو اترتے ہیں تو اس چند سال کے عرصہ میں خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کئی ہزار صفحات لکھ ڈالے ہیں جتنے شاید بہت سے اہل علم نے اپنی پوری زندگی میں پڑھے نہ ہونگے۔ اب ہمارے پاکستانی صاحبان علم اکثر ایسے پہلوؤں پر تو نظر کرکے شاکی ہوتے ہیں کہ ہر صفحہ پر اُن کا نام اِن الفاظ میں ہے کہ

"نگر ان اعلیٰ - علامہ سید امداد حسین کاظمی مشہدی"

وہ اس علامہ کے نقطۂ کو دیکھتے اور اس پر برافروختہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس سرگرمی عمل سے جو موصوف میں نظر آرہی ہے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ٹھوس معلومات کے ذخائر آپ کے سینہ کے اندر مقفل ہوں تو اُن سے قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں وہ سطحی معلومات جن سے کام لیا جائے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے ...... بہرحال ہمارے نزدیک تو جناب سید امداد حسین یقیناً قابل شکریہ ہیں کہ وہ برابر نصرت علم و دین میں سرگرم عمل ہیں اور مستقل تصانیف سے بھی جو ادارۂ معارف اسلام سے شائع ہوتے ہیں اور اس مجلۂ علمیہ معارف اسلام سے بھی کہ جو ہر شبہ مفید مضامین کا حامل ہوتا ہے وہ قوم و ملت کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

(پیام اسلام لکھنؤ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء و "رہنما کار" لاہور یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء)

علامہ کامونپوری کا گرانقدر سرٹیفکیٹ

جناب مورخ اعظم علامہ ڈاکٹر سید مجتبےٰ حسن صاحب کامونپوری صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی (علیگڈھ) تحریر فرماتے ہیں:-

مکرمی - سلام علیکم

...... مارچ ۱۹۵۵ء سے ماہنامہ "معارف اسلام" جاری ہے۔ اس مدت میں اس نے نہایت خلوص اور لگن سے دینی خدمات انجام دیئے۔ مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے نصب العین کی راہ پر گامزن رہا۔ بعض اسباب نے قوم کے ذوق مطالعہ کو مناظرہ سے شدت کے ساتھ متاثر کر دیا تھا۔ دین اور زندگی کے دوسرے مسائل اور موضوعات سے دلچسپی بہت گھٹ گئی تھی اس کی وجہ سے دین کی وسعت اور اس کے مسائل پر لٹریچر کی پیداوار کا سلسلہ بیحد سست تھا خصوصاً پنجاب کا ذہن تلخ مناظرہ کا بہت عادی تھا۔ ایسے ماحول میں سنجیدہ مضامین اور بین الاسلامی اتحاد کی دعوت اور دین کے موجودہ مسائل پر توجہ مشکل کام تھا۔ لیکن معارف اسلام نے اس مشکل کام کو سامنے رکھا۔ اس کے مضامین میں متانت - اتحاد

اسلامی کی اہمیت کو ملحوظ رکھا گیا۔ اگر لکھنے والوں کی اور زیادہ تربیت ہو تو اور زیادہ تنظیم پیدا کی جا سکتی ہے اور سال کے بارہ پرچوں میں سے ہر پرچہ کسی ایک موضوع پر مرتب ہو سکتا ہے۔ (مجتبیٰ حسن کامونپوری علیگڈھ ۱۱ر مئی ۱۹۶۰ء)

محقق اعظم آغا محمد سلطان مرزا صاحب البلاغ المبین کے تاثرات

"معارف اسلام" کئی سالوں سے میری نظر سے گزر رہا ہے۔ عامہ جماعت اسلامیہ کیلئے اس کے مضامین فقہ و شریعت اسلام کی توضیح و تشریح میں نہایت اعلیٰ و مفید ہوتے ہیں۔ ملت ناجیہ امامیہ کے متعلق جو مضامین ہوتے ہیں وہ ملت امامیہ کو نہایت عمدہ اور صحیح پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ میں اس رسالہ کو ہر ایک فرد ملتِ اسلامیہ کے مطالعہ کے لئے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں۔ فقط محمد سلطان مرزا

معارف اسلام کے متعلق
حضرت تقدس مآب مولانا سید منظور حسین نقوی کے ارشادات

جناب محترم ناشر علوم اہلبیت طاہر بن شیخ غیاث الدین صاحب دامت معالیکم:

سلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔۔۔۔۔ رسالہ مجلہ علیہ "معارف اسلام" اسم بامسمیٰ علوم قرآن اور حقائق و معارفِ اہلبیت علیہم السلام کا حقیقی خزینہ دار ہے۔ مضامین خصوصاً بلند پایہ اور علمی تحقیقات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ زبدۃ الافاضل جناب علامہ السید امداد حسین صاحب کاظمی کی علمی نگارشات اور معقولات و منقولات میں ڈوبے ہوئے مقالات و شذرات جریدہ فریدہ مذکورہ کی کامیابی کی بہترین ضامن ہیں۔ الحمد للہ کہ اس بارہ میں آپ کی مساعی جمیلہ مشکور ہیں۔ خداوند عالم آپ کی توفیقات خیر میں مزید اضافہ فرمائے تاکہ آپ اہلبیتؑ کی خدمت کا حق ادا کر سکیں۔ شمارہ ہذا (ماہ اپریل ۱۹۶۰ء) کا مضمون "علیؑ مافوق الفطرت حقیقتؑ" ایک بلند پایہ و گراں قدر مقالہ ہے "دعوتِ ذوالعشیرہ کا تجزیہ" جس حسن و خوبی اور بہترین انداز میں جناب محترم ڈاکٹر بخاری صاحب نے کیا ہے مستحقِ صد آفرین ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ سید منظور حسین نقوی ۲ مئی ۱۹۶۰ء

(سابق خطیب و امام جمعہ و جماعت جامع حائری لاہور حال علی پور ضلع مظفر گڑھ)

علامہ گوپالپوری کے گرانقدر تاثرات

جناب مکرم علامہ سید نذر حسن صاحب گوپالپوری۔ باقر گنج سے تحریر فرماتے ہیں:۔

میرے محترم غیاث صاحب۔ سلام بااکرام۔۔۔۔ آپ کی نگرانی میں "معارف اسلام" کے پرچہ کی ترقیاں حیرت انگیز ہیں۔ اور موجودہ دور کشمکش میں ایسے ہی پرچہ کی ضرورت بھی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پرچہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ میری تو دعا ہے کہ یہ پرچہ ہفتہ وار ہو جائے تاکہ اور بھی کافی اصلاحیں قوم مسلم کی ہو سکیں۔ یہ پرچہ ہر مذہب و ملت کے دیکھنے کے لائق ہے جو حق کا متلاشی ہو اور اپنے اخلاق کو خدائی فرمان کے مطابق لانا چاہتا ہو۔ پھر ہندو پاکستان کے اندر اتنا کم خرچ پرچہ دوسرا مل بھی نہیں سکتا۔ اگر پھر بھی قوم توجہ نہ کرے تو افسوس صد افسوس ہے پرچہ کیا ہے خدائی احکام کا آرگن ہے۔

نذر حسن۔ گوپال پور۔ ۲۰۔ اپریل ۱۹۵۱ء

معارف اسلام ہفت روزہ رضاکار کی نظر میں

"ہمارے ہاں اشاعت دین کرنے والے اداروں کی تعداد انگلیوں پر شمار ہو سکتی ہے" ادارہ معارف اسلام" ان اداروں میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس ادارہ نے ایک قلیل عرصہ میں مذہب حقہ کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں جو دینی خدمات انجام دی ہیں وہ قابل صد ستائش ہیں اور دوسرے تبلیغی اداروں کے لئے لائق تقلید!

"ادارہ معارف اسلام" کا نصب العین اسلام حقیقی یعنی مذہب اہلبیت علیہم السلام کی نشر و اشاعت کرنا ہے۔ باوجود اپنے محدود ذرائع اور نامساعد حالات کے چند سال میں ادارہ نے ترقی کی جو منازل طے کی ہیں اُن سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارا یہ تبلیغی ادارہ بہت جلد قابل فخر دینی خدمات انجام دینے کے قابل ہو جائے گا۔

اسے ادارہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ اسے محترم شیخ غیاث الدین صاحب۔ مولانا سید امداد حسین صاحب کاظمی اور مولانا مرزا احمد علی صاحب قبلہ ایسی مخلص ہستیوں کی سرپرستی کا فخر حاصل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحب نے تو اس نیک کام کیلئے اپنی زندگی ہی وقف فرما دی ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ۔۔۔ صاحب سوتے جاگتے غرضیکہ ہر وقت اس ادارہ کی ترقی کیلئے

کے وسائل سوچتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ ان ہی کی جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ اس ادارہ نے تبلیغ دین کے سلسلہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔۔۔ صاحب کا یہ جذبہ دینی دوسرے قومی نوجوانوں کیلئے قابلِ تقلید ہے۔

اس ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والے لٹریچر کو ہر لحاظ سے معیاری بنانے کی سعی بلیغ کی جاتی ہے اور اشاعتِ مذہب کے سلسلہ میں اسے پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ لائبریریوں، ریڈنگ روموں، کالجوں، ہسپتالوں، یتیم خانوں اور طالبانِ حق کی خدمت میں ادارہ کی طرف سے شائع شدہ لٹریچر مفت پیش کیا جاتا ہے۔

اب تک ادارہ کی طرف سے کتابچے شائع ہوتے رہے ہیں لیکن اب ادارہ نے ضخیم کتابوں کا پروگرام بھی بنا لیا ہے، چنانچہ حال ہی میں ادارہ کی طرف سے کتاب "فتنہ تغیر بدلا" نے شائع کر کے ایک اہم دینی خدمت انجام دی گئی ہے۔

ادارہ کا ماہوار آرگن "معارف اسلام" بھی اب دورِ جدید میں داخل ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب اس ماہنامہ کا معیار پہلے سے کافی بلند ہو گیا ہے۔ ظاہری شکل و صورت میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ اُمید واثق ہے کہ بہت جلد اسی رسالہ کا شمار ملک کے بلند علمی مجلوں میں ہونے لگے گا۔

یہ سب نتیجہ ہے ادارہ کے مخلص ارکان کی مسلسل جدوجہد کا۔ لیکن یہ ادارہ افرادِ قوم کی جس توجہ کا مستحق ہے اب تک وہ اس توجہ سے محروم ہے۔ . . . .

. . . . اگر افرادِ قوم اپنے اس تبلیغی ادارہ کی طرف کما حقہٗ توجہ مبذول فرمائیں تو یہ ارکانِ ادارہ کی ہمت افزائی کا باعث ہو گا اور وہ زیادہ توجہ اور انہماک کے ساتھ ادارہ کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کی سعی فرمائیں گے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ افرادِ قوم زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس دینی ادارہ کی رکنیت قبول فرمائیں۔ اس ادارہ کا شائع شدہ لٹریچر خرید کر خود اس سے مستفید ہوں اور برادرانِ اسلامی میں مفت تقسیم کر کے تبلیغ مذہب ایسے اہم فریضہ سے سبکدوش ہوں۔

امید واثق ہے کہ ہماری اس یادداشت پر افرادِ قوم مزید توجہ مبذول فرما دیجئے تاکہ ادارہ معارف اسلام جن اغراض و مقاصد کو لیکر میدانِ عمل میں آیا ہے اُسے جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔

(رضاکار جلد ۲۰ ش ۲۳ صفحہ ۳ ۱۲ رجون ۱۹۵۶ء)

اور پھر "ادارہ معارف اسلام کا زرین کارنامہ" کے زیر عنوان ادارہ کے جاری کردہ درس قرآن حکیم کے متعلق تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"........ ادارہ معارف اسلام .... نے انتہائی فراست سے کام لیتے ہوئے حافظ صاحب قبلہ کے بیانات کو قلمبند کرنے کا بھی انتظام فرما دیا تھا - چنانچہ حافظ صاحب قبلہ کے جملہ بیانات قلمبند کر لئے گئے ...... ہم ادارہ معارف اسلام کے ارکان کی خدمت میں اس اہم دینی اقدام کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور ادارہ کے مجمع خوش مدیر کی خدمت میں یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ نیک سلسلہ کو منقطع نہ ہونے دیں اور اب رمضان کی بجائے ہر اتوار کے دن درسِ قرآن کا انتظام فرما کر اس انتہائی مفید اور کار آمد دینی سلسلہ کو جاری رکھیں ..... لہذا ادارۂ معارف اسلام کے مخلص ارکان اگر ہمت کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں تو ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار رہیگا اور ہر شیعۂ مسلم کے دل میں ادارہ معارفِ اسلام کیلئے لازوال محبت پیدا ہوگی .....

(رضاکار جلد ۲۲ شمارہ ۱۵ صفحہ ۳ ، ۱۶ اپریل ۱۹۵۸ء)

اور اسی قسم کے کئی بیانات ہمعصر رضاکار میں وقتاً فوقتاً چھپ چکے ہیں - جن سے قارئین کرام کو ماہنامہ ادارۂ معارف اسلام کی افادیت و دینی خدمات کا اندازہ ہو سکے گا۔

اراکین و منتظمین "ادارہ معارف اسلام" شیخ محمد صدیق صاحب بی اے مالک و مدیر ہفت روزہ رضاکار لاہور کا اس معاونت کیلئے تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو کہ ادارہ معارفِ اسلام کے متعلق حقائق نشر کرنے میں انہوں نے کی نیز یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ حسب سابق وہ ادارہ کے معاملات میں پوری دلچسپی کا اظہار فرماتے رہیں گے (ادارہ)

"معارف اسلام" کے متعلق ہمعصر اسد کا زریں تبصرہ

ادارۂ معارف اسلام پر شیعہ مذہب کے اعلےٰ اصول اور اس کی صداقت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کی جائے تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت سیرت آل محمدؐ کی روشنی میں صراط مستقیم پا سکے - وہ مذاہب جو اپنی جاذبیت اور دلآویزی کے اعتبار سے مذہب آل محمدؐ کی ہمسری نہیں کر سکتے ان کے مراکز اشاعت شب و روز کام کر رہے ہیں لیکن ہماری قوم اس فرض سے نہ صرف غافل ہے بلکہ مجرمانہ غفلت کی مرتکب

ہو رہی ہے۔ اس مایوسی کے دور میں ادارہ معارف اسلام حسینی مشن راولپنڈی اور امامیہ مشن روشنی کی ایک کرن ثابت ہو رہے ہیں۔ ادارۂ معارف اسلام باقاعدہ رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد میں بنیادی چیزیں تین ہیں۔ شعبہ اصلاح و تبلیغ، شعبہ اشاعت کتب اور ماہنامہ معارف اسلام۔ اس ادارہ کا رکن ہر شخص ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس ادارہ کے ممبران نہ صرف مغربی و مشرقی پاکستان میں موجود ہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سوسائٹی کا نصب العین یہ ہے کہ اتحاد بین المسلمین کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے علوم آل محمد کی تقریر و تحریر کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے اور سیرت محمد و آل محمد کی روشنی میں دنیا کو حقیقی اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ اس ادارہ کا لٹریچر اردو۔ انگریزی اور بنگالی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ یہ لٹریچر نہ صرف ارکان ادارہ کو مہیا کیا جاتا ہے بلکہ لائبریریوں۔ ہسپتالوں یتیم خانوں۔ اسکولوں۔ کالجوں اور بارڈرز میں مفت بھیجا جاتا ہے۔ اراکین ادارہ کو اس کا شائع کردہ لٹریچر مفت دیا جاتا ہے البتہ ضخیم کتب کی قیمت وصول کی جاتی ہے

اس ادارہ کی فیس داخلہ صرف ایک روپیہ ہے۔ نیز رکنیت عمومی تین روپے بارہ آنے (اب ۱۲ ماہوار یا ۹ روپے سالانہ) فیس رکنیت خصوصی کم از کم بارہ روپے سالانہ اور دوامی ممبران سے کم از کم یکصد روپیہ یکمشت لئے جاتے ہیں۔

یہ ادارہ بلاشبہ ٹھوس اور تعمیری خدمات انجام دے رہا ہے۔ مولانا سید امداد حسین کاظمی شیخ غیاث الدین شب و روز اسے پروان چڑھانے کیلئے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ علامۃ الحاج مرزا احمد علی قبلہ مدظلہ العالی نے اپنی سرپرستی کے دور میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ سال گذشتہ سے مولانا حافظ کفایت حسین بھی سرپرست نامزد ہوئے۔

اس ادارہ نے بعض کتب معیاری شائع کی ہیں اور "ماہنامہ معارف اسلام" بھی معیاری اور علمی مضامین کی اشاعت کر کے قوم کی بیش بہا خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کا زر سالانہ صرف پانچ روپے ہے جو اس مجلۂ علمیہ کی ضخامت اور مضامین کی افادیت کے اعتبار سے زیادہ نہیں۔ افراد قوم کا فرض ہے کہ وہ اس ماہنامہ کی توسیع اشاعت میں سرگرم حصہ لیں تاکہ یہ مجلہ بڑھ چڑھ کر علوم آل محمد کی نشر و اشاعت کر سکے۔

ادارہ معارف اسلام کے عہدیدار اہلیت و قابلیت کی بنا پر چنے جاتے ہیں۔

...... بہر صورت ادارہ معارف اسلام ہماری قوم کا قابل فخر ادارہ ہے اور اس کے روح رواں ..... مخلص ترین قومی کارکن ہیں ہم افراد ملت سے پُرزور اپیل کرینگے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس ادارہ کی دامے درمے قدمے سخنے امداد فرما کر اسے اس قابل بنا دیں کہ یہ علوم آلِ محمدؐ کی روشنی نہ صرف پاکستان میں پھیلا سکے بلکہ غیر ممالک بھی اس کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھیں"۔

(ہفت روزہ اسد لاہور جلد ۹ شمارہ ۱۴ صفحہ ۳ - ۲ نومبر ۱۹۵۹ء)

ادارہ جناب مکرم سید اختر حسین صاحب شائق انبالوی مالک و مدیر اسد کی خدمت میں بھی اُن کی ادارہ سے موانست و معاونت کے سلسلہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ آئندہ بھی اس قومی تقاضا کو پورا فرماتے رہیں گے۔ (ادارہ)

معارف اسلام کے متعلق

قدیم ترمجلّہ "دُرِّ نجف" کا ایک مختصر نوٹ۔

"معارف اسلام" (شہید نقوی نمبر) لاہور کے تمام سالانہ نمبروں پر گوئے سبقت لے گیا ہے جناب شیخ غیاث الدین صاحب کے اخلاص کا آئینہ اور چمنستانِ علم و عرفان کا معطر گلدستہ کہ ہر خطہ سے ہی احسنت و صد مرحبا کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اس یادگار نمبر میں حضرت علامہ ذاکر سید مجتبےٰ حسن کاموں پوری کا ایک مضمون "خاتونِ کربلا کی زندگی پر سرسری نظر" کے عنوان سے طبع ہوا ہے سبحان اللہ۔ درر و حقائق کا ایک خزانہ ہے۔ جناب سید فرزند علیشاہ صاحب نقوی کے مخلصانہ تاثرات بعنوان "قومی انتشار کے وجوہات اور اُن کا حل" مطالعہ و عمل کے قابل ہے۔ معارف اسلام کے شہید نقوی نمبر میں جو منظوم کلام چھپا ہے اس کی تعریف آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے ...

(اخبار دُرِّ نجف۔ جلد ۵۲ نمبر ۱-۲ یکم و ۸ جولائی ۱۹۶۰ء صفحہ ۶)

حضرت بابائے صحافت ابو البشیر سید عنایت علیشاہ صاحب نقوی البخاری مالک و مدیر "دُرِّ نجف" ادارہ و ماہنامہ "معارف اسلام" سے خاص اُنس و ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ ادارہ کی ملی و دینی خدمات اور قوم کے جمود کو توڑنے اور جذبہ ملی و دینی کو حرکت میں لانے کی ابتدائی خدمات ہیں۔ ادارہ سید صاحب موصوف سے پوری توقع رکھتا ہے کہ حسب سابق وہ اپنے فیوضات سے ادارہ کی مدد فرماتے رہیں گے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالانہ رپورٹ منجانب جنرل سیکرٹری ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور بابت سال اختتامی ۳۰ رجون ۱۹۶۰ء

یہ رپورٹ جنرل سیکرٹری ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) نے ممبران ادارہ کے سالانہ جلسہ عام میں پیش کی جو کہ مورخہ ۳۱ رجون ۱۹۶۰ء مطابق ۶ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے دن بمقام امام باڑہ خواجگان نارووالی (اندرون اکبری دروازہ) لاہور منعقد ہوا۔

محترم سرپرست ادارہ۔ صاحب صدر و معزز اراکین۔ سلام علیکم۔

ادارہ کا گزشتہ سالانہ جلسہ ۷ رجون ۱۹۵۹ء مطابق ۳۰ ذیقعد ۱۳۷۸ھ زیر سرپرستی علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ منعقد ہوا تھا۔ جس کی کارروائی میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

کارروائی جلسہ گذشتہ پڑھ کر سنا دی گئی

جیسا کہ مندرجہ بالا کارروائی جلسہ گذشتہ سال سے معلوم ہوا کہ اس عاصی کو ادارہ کی مجلس نظامت میں بطور ایک رکن داخل کیا گیا۔ مگر جلد ہی ایک جلسہ مجلس نظامت دولتکدہ شیخ شوکت علی صاحب نسیم فنانشل سیکرٹری ۲ر اگست ۱۹۵۹ء کو منعقد ہوا جس میں بمنظوری سید یحییٰ علیشاہ صاحب (جو کہ سالانہ جلسہ گذشتہ میں جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر مامور کئے گئے تھے) اور سید موصوف صاحب کی ضروری مصروفیات کی وجہ سے اس خادم کو جنرل سیکرٹری Acting بجائے سید یحییٰ علیشاہ صاحب جنرل سیکرٹری تعینات کیا گیا۔

دفتر:- میرے چارج سنبھالتے ہی دفتر میں کئی قسم کی مشکلات پیش آنی شروع ہوئیں دفتر کا منیجر مسٹر نذیر احمد حیدر جو کہ دفتر کے کام کو بخوبی سمجھتا تھا استعفےٰ دیکر اپنے وطن کوئی اپنا دیگر کاروبار کرنے چلا گیا۔ اس کے دوران ملازمت ادارہ ہو میو پیتھی ڈاکٹری

پاس کرلی تھی چونکہ یہ اس کی روزی اور ترقی کا سوال تھا۔ لہٰذا اسے سبکدوش کردیا گیا۔ یہ
شخص دو کاموں پر مامور تھا ایک تو دفتر کا کام اور دوسرے فراہمی چندہ۔ چونکہ دو کام
ایک آدمی کے لئے مشکل اور ادارہ کے لئے نقصان دہ تھے۔ جیسا کہ وہ جبکہ فراہمی کے کام
پر جاتا تھا تو دفتر بند رہتا تھا اور ادارہ کا دفتر بند نہیں رہنا چاہئے۔ لہٰذا میری تجویز پر کلرک
اور محصل کی اسامی دو جگہ تقسیم کردی گئی۔ مرزا مصطفےٰ حسین صاحب کلرک اور شیخ اعجاز حسین
صاحب محصل مقرر ہوئے۔ نیز ان کے علاوہ شیخ منصف علی صاحب ادارہ کے اکاؤنٹنٹ حسب معمول
ہے۔ سب صاحبان اپنے اپنے کام بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں۔ اور خداوند کریم کا احسان
کہ ہیں نے تمام مشکلات دفتر پر قابو پا لیا۔ شیخ نصیر احمد عاصی صاحب میرے جوائنٹ سیکرٹری
ہیں جن کی مدد سے میں کافی اپنا بوجھ ہلکا سمجھتا ہوں۔

رپورٹ:۔ ہر گذشتہ سال میں صرف ۱۲ ماہ کی کارروائی ادارہ پیش ہوتی رہی مگر
اس سال ۱۵ ماہ کی رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔ کیونکہ بموجب اجلاس مجلس نظامت منعقدہ ۲۹ [illegible]
یہ پاس ہوا تھا کہ حکومت پاکستان نے اپنا مالی سال یکم جولائی سے اب شروع کیا ہے۔ لہٰذا تین ماہ
ہم بھی زائد کر کے ۱۵ ماہ کی رپورٹ اپنے سالانہ جلسہ میں ۳۰ رجون ۱۹۶۰ء تک کی پیش کریں۔

حسب معمول سال گذشتہ میں نے جو کچھ کارگذاری کی ہے۔ اس میں ادارہ کی آمدنی کا خیال
کم کیا گیا ہے اور ادارہ کے اغراض و مقاصد کے حاصل کرنے کی کوشش زیادہ کی ہے یہ محض اس
لئے کہ آپ کا یہ ہر دل عزیز ادارہ کوئی تجارتی ادارہ نہیں بلکہ ایک اصلاحی و تبلیغی ادارہ ہے
جس میں تمام امور صحیح اسلامی نقطۂ نگاہ سے پیش کرنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔

مفت لٹریچر:۔ محترم مدیر مالیات کی رپورٹ سے جناب پر ظاہر ہوگا کہ اس سال
مبلغ -/-/۵۱۲۲ روپیہ کی مالیت کا لٹریچر مفت تقسیم کیا گیا۔ اس رقم میں بنگالی زبان میں
شائع شدہ لٹریچر کی قیمت شامل نہیں۔ سال سابقہ میں مبلغ -/۹/-۲۹ کا لٹریچر مفت تقسیم
ہوا۔ لہٰذا اس لحاظ سے مبلغ -/-/۲۲۱۳ روپیہ کا لٹریچر سال گذشتہ میں پہلے کی نسبت زیادہ
تقسیم ہوا جو کہ ادارہ کے لئے قابل فخر ہے۔ جو کچھ رقوم آپ صاحبان کی طرف سے حاصل ہوئیں
ہم نے اس میں سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ جن مقاصد کے لئے آپ نے ادا فرمائیں ہم
نے اس پر صرف کروالیں۔ گو اس میں ہمیں بعض اوقات سخت مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا
ہے۔ جبکہ آمدنی قلیل اور خرچ زیادہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ فی سبیل اللہ سلسلہ ہے۔ لہٰذا

مشکلات کو عبور کرنا اور آئندہ مقاصد کے لئے بھی خدا خود ہی اسباب پیدا کر دیتا ہے اور انشاءاللہ کرتا رہیگا۔ امید ہے آپ حضرات بھی ادارہ کی ان مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنی امداد سے نظر انداز نہ فرمائیں گے

ہمارا لٹریچر صرف ممبران ادارہ ہی کے ہاتھوں میں نہیں پہنچتا بلکہ طول و عرض ملک پاکستان وغیرہ ممالک کے پبلک اداروں مثلاً سکولوں۔ کالجوں۔ لائبریریوں۔ ریڈنگ روموں۔ بار روموں۔ ہسپتالوں یتیم خانوں اور ملک کے خاص خاص ذی علم حضرات کو تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ کی آگاہی کیلئے مفت بلا قیمت ارسال کیا جاتا ہے اور اس کے نتائج آپ پر ان خطوط کے اقتباسات سے ظاہر ہونگے۔ جو ماہنامہ معارف اسلام کے کالموں میں بعض اوقات چھپتے رہتے ہیں بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر یہ ماہنامہ ان کی آنکھوں سے نہ گذرتا تو وہ یقیناً غلط راستے پر گامزن ہو چکے تھے بفضل خدا ہمارے علماء دین نے جو تعریف ہمارے ماہنامہ کی اپنے دلی جذبات کے ساتھ کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ انشاءاللہ یہ ماہنامہ آپ کی امداد اور نظر عنایت سے دن بدن بام عروج سے ہمکنار ہوتا رہیگا۔ اور منازلِ ترقی کو تیز گامی سے عبور کرتا رہیگا دراصل اس ماہنامہ کے مدیر شیخ غیاث الدین صاحب (خدا ان کی عمر دراز اور اقبال زیادہ کرے) ایک مخلص معاون ہیں۔ یہ ماہنامہ صرف ان کی کوشش سے اس بام عروج پر پہنچا ہے حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی معاوضہ کے کام کو اس شوق سے پورا کرنا خاص شیخ غیاث الدین صاحب ہی کا حصہ ہے

سال گذشتہ مندرجہ ذیل لٹریچر شائع ہو کر تقسیم ہوا۔

ماہنامہ معارف اسلام	۱۰۰۴ صفحات	۱۰/-/- قیمت	۱۴/۲/-
کتاب جمہوریت و امامت	۹۶ "	۱/-/-	
اخلاق المعصومین	۲۰۴	۳/۴/-	
تحقیقات روایات محرم	۵۲ صفحات	-/۸/-	
انگریزی رسالہ خرید کردہ از محترم مرزا ربانی صاحب	۱۶ (۳۸۸)	-/۳/-	
رسالہ تبریان بنگالی	۳۰	-/۴/-	

گویا کہ فی ممبر ۱۴/۲/- کا لٹریچر مفت دیا گیا۔ اور لائبریریوں وغیرہ میں جو تقسیم مفت ہوا وہ الگ رہا۔

سال گزشتہ آپ نے طے فرمایا تھا کہ ماہنامہ کے علاوہ دیگر لٹریچر جو مفت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی ضخامت ۳۰۰۰ صفحات سالانہ سے زیادہ نہ ہو۔ مگر اس سال جو لٹریچر تقسیم کیا گیا اس کی ضخامت ۳۸۸۸ صفحات یعنی ۸۸۸ صفحہ زائد ہو گئے۔ گو ماہنامہ کے علاوہ بقایا لٹریچر کی تعداد کم ہے یعنی صرف ۱۵ عدد مگر تعداد صفحات سے جناب کو معلوم ہوگا کہ یہ ضخیم کتب ہیں۔ اگر سولہ سولہ صفحات کے رسالے شائع کئے جاتے تو ان کی تعداد ۲۴۳ سے زائد ہوتی اور ہم رسائل سلسلہ معارف اسلام کی تعداد زیادہ ظاہر کر سکتے تھے مگر ہم نے تعداد بڑھانے کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ افادیت کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔

بنگلہ لٹریچر۔ امسال بنگلہ زبان میں ترجمہ کی دقت کے پیش نظر صرف ایک کتابچہ "اسلام میں حضرت علیؑ کا مقام" ۲۰ صفحات ہماری ادارہ معارف اسلام شاخ مشرقی پاکستان کی وساطت سے طبع ہو کر بنگالی خواندہ حضرات میں مفت تقسیم کیا گیا۔ اور اس محرم الحرام میں مجالس و جلوسوں میں ہر دو بنگلہ کتابچے یعنی نفس رسولؐ۔ دلیل نمبر۱ اور اسلام میں حضرت علیؑ کا مقام مفت تقسیم ہوتے رہے بموجب رپورٹ وکیل سیکرٹری صاحب حلقہ مشرقی پاکستان (جو کہ آئندہ شمارہ معارف اسلام میں درج کی جائیگی) جہاں تک مشرقی پاکستان کا تعلق ہے وہاں پر یہاں کی نسبت تبلیغ دین حقہ کی ضرورت کہیں زیادہ ہے۔ کافی سے زیادہ حضرات وہاں پر باوجود محبان محمدؐ و آل محمدؐ ہونے کے پوشیدگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لہٰذا ادارہ کا ارادہ ہے کہ چند حضرات کا ایک وفد مشرقی پاکستان جاکر ادارہ کی شاخ میں بہ زیادہ سرگرمی پیدا کرے۔ اگرچہ وہاں کے منتظمین صاحبان نہایت دلچسپی اور دیانتداری سے جملہ امور سرانجام دے رہے ہیں۔ مگر یہاں کے وفد کے جانے کی صورت میں وہاں کا نظام موجودہ صورت سے کہیں بہتر صورت سے قائم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بنگالی زبان کا لٹریچر مسلسل شائع کرنے کیلئے بھی وہاں جاکر انتظامات احسن طریقے سے قائم کرنا ضروری ہے تاکہ لٹریچر بہتر سے بہتر اور موثر طور پر متواتر شائع ہوتا رہے۔ بنگالی زبان کے علماء صاحبان کی خدمات حاصل کرنے کی بھی موثر کوشش ہو رہی ہے۔

درس قرآن۔ حسب معمول ماہ رمضان المبارک گذشتہ میں درس قرآن حکیم کا سلسلہ لال مسجد اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں منعقد ہوتا رہا۔ ماہ رمضان المبارک میں ایسے درس کا سلسلہ شروع کرنا ادارہ معارف اسلام کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ ہماری ہر مسجد میں ماہ مبارک رمضان میں درس قرآن کا سلسلہ جاری ہو اور یہ صرف ادارہ معارف اسلام

ہی پر موقوف نہ رہے بلکہ دیگر انجمنیں بھی اس طرف توجہ فرمائیں۔ ہم لوگ مشہور ہیں کہ یا تو محرم الحرام ہی کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں اور باقی تمام سال ہم پر جمود طاری رہتا ہے۔ حالانکہ ماہ رمضان المبارک کی عظمت و بزرگی بھی مسلم ہے۔ یہ عبادت اور قرآن حکیم کی بہار کا موسم ہے صرف لاہور میں غیر امامیہ بھائیوں کے ماہ رمضان المبارک کے علاوہ قریباً تیس درس قرآن روزانہ مختلف مقامات پر ہوتے ہیں۔ اور ماہ رمضان المبارک میں تو کوئی شمار ہی نہیں۔ مگر ہماری طرف یہ سلسلہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے جس کے لئے ہمیں سخت افسوس ہے کہ ہماری قوم کیوں اس طرف توجہ نہیں کرتی۔ ادارہ معارف اسلام نے اس طرف توجہ کی اور محترم سرپرست ادارہ قبلہ حافظ کفایت حسین صاحب۔ سید فقیر حسین صاحب بخاری پروفیسر اسلامیہ کالج نائب صدر ادارہ۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل۔ مولانا سید اظہر حسن صاحب زیدی و نیز ادارہ کے صدر مولانا سید امداد حسین صاحب کاظمی و دیگر علماء کرام نے کمال فراخ دلی سے اپنا قیمتی وقت دیکر ہمارے حوصلوں کو کمال عروج پر پہنچا دیا۔ اور ماہ رمضان المبارک گذشتہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم نے تمام علما کرام کے خطبات و درس قلمبند کر لئے ہیں۔ جو کہ انشاء اللہ شائع ہوتے رہینگے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ روزانہ اگر یہ سلسلہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم ہر ماہ رمضان المبارک میں یہ سلسلہ جاری رہا کرے اور انشاء اللہ ہم کوشش کرینگے کہ یہ درس قرآن حکیم کا سلسلہ اور زیادہ ترقی کرے۔ بشرطیکہ آپ اس درس قرآن حکیم کو آئندہ کیلئے جاری رکھنے کی تجویز منظور فرما کر ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں اور ہمارے سرپرست صاحبان ہمارے اس کام میں ہمارے ممد اور معاون رہیں اگر یہ سلسلہ چند سالوں تک ہی جاری رہے تو مطالب قرآن حکیم کے بہترین علمی ذخیرے کا ہمارے لٹریچر میں اضافہ ہو جائیگا۔ کیونکہ ایک آیہ مبارکہ کی تشریح سے دیگر بیسیوں آیات مبارکہ کی تشریح اور تفسیر ہو جاتی ہے اگرچہ اس رفتار (یعنی سال میں صرف ایک ماہ) سے مکمل قرآن حکیم کی تفسیر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر اس کے باوجود جس قدر حصے کی بھی تفسیر و تشریح ہو جائے وہ بہرحال ایک عظیم اور مفید علمی خزانہ ہوگا۔ گذشتہ سال درس قرآن پر ادارہ کا تقریباً ۲۵۰ روپیہ خرچ ہوا

آئندہ متوقع کتب (۱) سال گذشتہ کے آغاز میں تفسیر سورہ فاتحہ از جناب معظم سرپرست ادارہ معارف اسلام علامہ حافظ کفایت حسین صاحب اور ترجمہ کتاب اسرار الصلوٰۃ والصوم از آقائے حشمت الدولہ دولت شاہی طہران شائع کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ مگر میں نہایت ہی افسوس سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ سال گذشتہ بوجہ حضرت سرپرست ادارہ کے کافی

عرصہ تک مسلسل بیمار رہنے اور عدیم الفرصتی کے تفسیر سورہ فاتحہ شائع نہ ہو سکی - اگرچہ مسودہ خام تیار ہے مگر نظر ثانی کا محتاج ہے - گو ایک حصہ پر نظر ثانی ہو بھی چکی ہے ، ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ آئندہ سال یعنی سال رواں کے اندر ، اندر حضرت سرپرست کی خاص توجہ سے اسے شائع کر سکیں -

(۲) **اسرار الصلوٰۃ والصوم** - فارسی کی اس بے مثل کتاب کا مسودہ تیار ہے مگر افسوس ہے کہ ابھی تک اس کا زبان اردو میں ترجمہ نہ ہو سکا - اس کی وجہ محض یہ ہے کہ آج تک ادارہ کا تمام لٹریچر مکمل طور پر بلا معاوضہ تصنیف کرایا گیا - اگرچہ ادارہ کی نیک نامی اور حضرات اہل قلم کی ادارہ سے بے لوث محبت اور دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ ہزاروں روپیہ کا لٹریچر آج تک مصنفین حضرات کو ایک پیسہ دئے بغیر شائع ہوتا رہا - چونکہ ادارہ کے علمی بورڈ میں سے کسی رکن ـــــ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کی حامی نہ بھری لہذا یہ کتاب سال گذشتہ میں شائع نہ ہو سکی - اگر آپ حضرات موجودہ علمائے کرام یعنی قبلہ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل یا علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی یا مولانا ملک مہدی حسن صاحب علوی کو ترجمہ کرنے پر مائل کر سکیں تو یہ ادارہ کی بڑی خوش قسمتی ہوگی - کتاب ڈیڑھ یا دو صد صفحات سے زیادہ نہ ہوگی اور صوم و صلوٰۃ کے اسرار و رموز اور افادیت سائنس اور علوم حاضرہ کی روشنی میں آپ تک پہنچ جائیں گے -

(۳) **تعلیمات قرآن** - (از علامہ سید نذر حسین صاحب گوپالپوری) یہ کتاب علامہ صاحب موصوف کی تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کی ترتیب دی ہوئی ہے - جو کہ آپ کی اعلیٰ سوجھ بوجھ اور علمی قابلیت کا نتیجہ ہے ہر موضوع کے متعلق آیات قرآنی اور اس کا صرف ترجمہ شامل توحید - نبوت - امامت - عبادات - اخلاقیات - معاشریات - معاشیات - معاملات - اجتماعات - اشتراکیات - سیاسیات وغیرہ وغیرہ کے مکمل بیانات قرآنی جمع کر دئے گئے ہیں اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے -

(۴) **حقانیت اسلام** - یہ بھی علامہ سید نذر حسن صاحب گوپالپوری کی تصنیف ہے - اور عیسائیت کے مقابلہ میں حقانیت اسلام مدلل طور پر پیش کی گئی ہے - اگر آج کل عیسائیت کے متعلق ان کی کارکردگی کا آپ کو علم ہو تو آپ دیکھیں گے کہ تمام دنیا پر اس وقت عیسائیت اپنے پورے زور و شور سے عمل پیرا ہے - اسلام کے خلاف بعض کتب جو عیسائیت

کی طرف سے شائع ہوئی ہیں ان کا مکمل جواب اس کتاب میں موجود ہے۔

(۵) اسی طرح الوہیت اور فلسفیین قدیم وجدید کا مسودہ بھی علامہ صاحب موصوف کو کافی عرصہ سے پڑا ہوا ہے۔ وہ بھی علمی بورڈ کی منظوری سے آئندہ سال شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ اس کا مضمون اس کے عنوان سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا اپنے عمل سے خداوند کریم کا انکار کر رہی ہے۔ اس لئے فی زمانہ الوہیت کو ثابت کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

(۶) **نیشنل کیریکٹر**۔ یعنی قومی کردار کے عنوان سے بھی آئندہ سال ایک کتاب شائع کرنے کا ارادہ ہے جو کہ ابھی تک لکھی نہیں گئی۔ مگر ضرورت وقت کی مناسبت سے اس کا شائع کرنا نہایت ضروری ہے کہ آیات قرآن حکیم۔ احادیث پیغمبر اکرمؐ اور اقوال معصومین علیہم السلام کی رو سے افراد قوم کے کردار کا معیار کیا ہونا چاہیئے۔ کردار کی بلندی کی ضرورت ہر زمانہ میں واجب ہے۔ امید ہے کہ ہمارے علمی بورڈ کا کوئی نہ کوئی فاضل رکن اس کام کو ضرور اپنے ہاتھ میں لیگا۔

(۷) **منظومہ کربلا**" از حکیم سید عالم شاہ صاحب مدظلہ ننگری کا مسودہ بھی حکیم صاحب موصوف نے مرحمت فرما دیا ہوا ہے۔ یہ بھی علمی بورڈ کی توجہ کا فوراً مستحق ہے۔

انگریزی لٹریچر۔ ادارہ کا پروگرام سال گذشتہ میں انگریزی ماہنامہ یا پندرہ روزہ جاری کرنے کا ارادہ تھا اور اس کی اسکیم بھی مکمل طور پر بن گئی تھی۔ مگر ہر کام بغیر سرمایہ نہیں ہو سکتا۔ سرمایہ میں کمی آجانے کی وجہ سے یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ امید ہے کہ سال رواں میں ہم اس قابل ہو جائینگے کہ اس سکیم پر عمل پیرا ہو سکیں۔ کافی سے زیادہ حضرات نے اس امر میں ادارہ کے ساتھ مکمل تعاون کا اظہار فرمایا ہے اور کافی حضرات ابھی تک انگریزی پرچہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ حضرات توجہ فرما دیں تو یہ کام جلد از جلد آسانی سے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ انگریزی جریدہ کی جس قدر ضرورت آج ہے اس قدر پہلے نہیں تھی۔

دیگر انگریزی کتابیں۔ (۱) ایک انگریزی مسودہ واقعات شہادت حسین علیہ السلام اور اس کے مجالس منظر جو کہ محض تاریخی حقائق کی بنیادوں پر لکھوایا گیا ہے۔ اس کا مسودہ جناب مستطاب فضیلت مآب سید ولایت علیشاہ صاحب مدظلہ کی جانب سے ملنے کی جلد از جلد متوقع ہے میرے خیال کے مطابق اگر یہ کتاب چھپ گئی تو نہ صرف انگریزی خواندہ مسلم حضرات بلکہ غیر مسلمین اور بیرونی ممالک میں بھی صحیح اسلامی واقعات اور حقائق کو

تعارف کرانے میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیگی۔

(۲) Back Ground of the Tregedy of Karbala

یہ کتاب بھی اگرچہ مندرجہ بالا موضوع کے ماتحت ہی ہے۔ مگر یہ محض ایک پمفلٹ کی صورت میں اور خلاصہ کے طور پر لکھی گئی ہے۔ ادارہ کے خاص رکن جناب ڈاکٹر ایس۔ ایس رحمٰن صاحب مشرقی پاکستان کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جو کہ سال رواں میں انشاءاللہ شائع ہوگی۔

(۳) انہیں ڈاکٹر صاحب کی دیگر تحقیقات مثلاً Democracy in Islam۔ اور Adultery, Marriage, Polygamy + Muta in Islam۔ یعنی اسلام میں زنا، نکاح، تعدد ازدواج اور متعہ کا مقام یہ کتاب بھی انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ سال کے اندر اندر شائع کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائیگی۔

حضرات آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ سب پروگرام بغیر سرمایہ کے انجام پذیر نہیں ہو سکتے۔ ادارہ کی مالی حالت بھی مدیر مالیات شیخ شوکت علی صاحب نسیم کی اپنی رپورٹ سے ظاہر ہو جائیگی۔ جب تک آپ ادارہ کی مالی حالت کو اپنے جیب خاص سے عطیہ جات مخلصانہ ادا فرما کر طاقتور نہ بنائینگے۔ یہ امور جلد از جلد اور آسانی سے انجام پذیر نہ ہو سکیں گے۔

ماہنامہ معارف اسلام۔ ماہنامہ جس مقام پر پہنچ چکا ہے وہ آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ ہم نے اس کے لئے کوئی پروپیگنڈا نہیں کرایا۔ بلکہ یہ خود اپنے مضامین کی بلندی اور افادیت کی وجہ سے قوم میں اپنا مقام پیدا کر چکا ہے اور اب یہ انشاءاللہ دن بدن ترقی ہی کے منازل طے کرتا رہیگا۔ سال سابقہ میں ماہنامہ کی کل ضخامت ۲۲۶ صفحات تھی اور اگر کتاب "جمہوریت و امامت" کے اجزا بھی شامل کردئے جائیں تو ضخامت ۷۴۲ صفحات ہو جاتی ہے۔ مگر اس سال پہلے کی نسبت ۳۳۸ صفحات زیادہ شائع کئے گئے یعنی بجائے ۲۲۶ صفحات کے ۵۶۴ صفحات شائع ہوئے اور اگر کتاب "جمہوریت و امامت" کے اجزا بھی شامل کئے جائیں تو ضخامت ۱۱۰۰ صفحات ہوتی ہے یعنی پچھلے سال کی نسبت ۳۵۸ صفحات کا اضافہ اسی قیمت میں دیا گیا۔ تجارتی قاعدہ کی رو سے ایک روپیہ سیکڑہ صفحات کے حساب سے ۱۱۰۰ صفحات کے ۱۱/- ہوتے ہیں۔ مگر ادارہ نے خریداران ماہنامہ سے صرف ۵/- روپے وصول کئے اور ۶ روپے کا خسارہ خود برداشت کیا۔ یہ اس لئے کہ ادارہ کا مقصد تجارتی سلسلہ قائم کرکے منافع کمانا نہیں بلکہ محض اشاعت تعلیمات محمد و آل محمد مقصود و مرام ہے۔

سال سابقہ میں ماہنامہ کا صرف ایک خاص ایڈیشن یعنی بابت ماہ محرم الحرام شائع ہوا تھا۔ مگر سال گذشتہ میں ماہنامہ کے چار مخصوص نمبر شائع ہوئے یعنی محرم نمبر، رسولؐ نمبر، علیؑ و فاطمہؑ نمبر اور شہید نینوا نمبر۔ یہ چاروں نمبر اپنے مضامین اور افادیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے جن کے متعلق ممبران و غیر ممبران ادارہ کی جانب سے بے شمار تعریفی خطوط موصول ہوتے رہے جن میں سے چند ایک ماہنامہ کی آئندہ اشاعت میں شائع کرنے کے لئے میں نے محترم ایڈیٹر اعزازی صاحب ادارہ کو دے دئے ہیں۔

غرضیکہ ماہنامہ معارف اسلام جو خدمات دینی انجام دے رہا ہے ادارہ کو اس پر بجا طور پر فخر حاصل ہے۔ ماہنامہ پر اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ اور آمدن اخراجات کی نسبت بہت کم ہے۔ بعض حضرات چندہ بھی باقاعدگی سے ادا نہیں کرتے اور بعض وی پی واپس کرکے ادارہ کیلئے کافی نقصان کا باعث بنتے ہیں اس نقصان اور خسارے کے اثرات کو ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ ادارہ کا ہر ممبر اور ماہنامہ کا ہر خریدار اول تو زیادہ ورنہ کم از کم ایک ایک خریدار یا ادارہ کا رکن اور بنائے تو تھوڑے ہی عرصہ میں تعداد دوگنی ہو جائیگی اور اشاعت زیادہ ہونے سے اخراجات کم پڑینگے اور آمدنی زیادہ ہو جائیگی جس کی وجہ سے ہمارے پاؤں زیادہ مستحکم ہو جائینگے۔

دستوری سوالنامہ کا جواب۔ سب سے آخر میں میں ملت جعفریہ کی جانب سے من حیث الجماعت گورنمنٹ عالیہ کے جاری کردہ دستوری سوالنامہ کے جواب کیلئے ادارہ معارف اسلام کی موثر کوششوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ادارہ نے وقت کی اہمیت کے پیش نظر جس وقت دیکھا کہ مختلف اسلامی جماعتیں انفراداً و اجتماعاً سوالات کے جوابات ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دے رہی ہیں اور اخبارات میں اُن کی نشر و اشاعت بھی جاری ہے۔ جن میں کافی سے زیادہ مواد بر اس ملت جعفریہ کے خلاف بھی موجود ہے تو مدبرین ملت کو اس طرف متوجہ کیا اور وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر فوراً حضرت سرپرست ادارہ رئیس المجتہدین مدظلہ کی اجازت سے اپنے شیدہ کو علماء ملت کی ہدایات سے سرجوڑ کر بیٹھنے پر اپنے خلوص و دیانت کی وجہ سے آمادہ کر لیا۔ ادارہ جملہ علماء ملت اور لیڈران قوم بالخصوص جناب مظفر علی صاحب شمسی اور ہمارے سرگرم اور مخلص اخلاص رکن سید محمد علی صاحب زیدی ایڈووکیٹ کا تہ دل سے مشکور ہے کہ انہوں نے دن رات

ایک کر کے اس اہم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے پوری پوری قربانی کی ہے اور اراکین ادارہ معارف اسلام اس سلسلہ میں بطور خادم یا مددگار بن کر کام کرتے رہے۔ علماء کرام بلا لحاظ جماعت لیڈران، ایڈیٹران اخبارات بالتخصیص ہر ایک کی خدمت میں دعوت نامے جاری کئے گئے جن کی فہرست اب بھی محترم زیدی صاحب کے ریکارڈ میں موجود ہے اور بعض حضرات کے تحریری جوابات بھی ریکارڈ میں ہیں۔ بعض حضرات نے شرکت فرمائی اور بعض نے اپنی مصروفیت کی وجہ سے شرکت نہ فرمائی۔ غرضیکہ یہ جوابات من حیث الجماعت یعنی متفقہ طور پر ملت جعفریہ پاکستان کی جانب سے گورنمنٹ عالیہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔

حضرات محترم۔ ادارہ معارف اسلام بغیر کسی شو یا پروپیگنڈا کے نہایت ہی خاموشی کے ساتھ پر اس طور پر ملت کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔ ادارہ ایک تو اپنی مالی حالات کے پیش نظر اور دوسرے خود نمائی سے بچنے کی خاطر کیونکہ پروپیگنڈا میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے عام طور پر اصلیت سے زیادہ دکھایا جاتا ہے اخبارات میں اپنا پروپیگنڈا بھی نہیں کرا سکا۔ ادارہ نے تمام سال یعنی ۱۵ ماہ میں صرف ۳۶/۴۷ کی رقم پروپیگنڈا پر صرف کی ہے۔ باوجود اس کے ادارہ ملت کے گرانقدر امامیہ جرائد بالخصوص روزنامہ تحیت، شیعہ۔ رضاکار، ادارہ اسد کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہے کہ یہ ہمارے محبوب جریدے وقتاً فوقتاً ادارہ معارف اسلام کے متعلق کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہے۔

اس میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ پاکستان بننے کے بعد اصلاح و تبلیغ دین حقہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی تھی۔ اگرچہ ہمارے حقوق کے نگہبان دفاعی ادارے تو موجود تھے مگر تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ پھیلانے والا کوئی باضابطہ قومی ادارہ موجود نہ تھا۔ آپ کا ادارہ معارف اسلام ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے فوراً میدان عمل میں کود پڑا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی ادارے عالم وجود میں آ چکے ہیں اور مفید خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مگر ادارہ معارف اسلام نہایت خاموشی سے سب کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اپنے فرائض بڑی خوبی سے انجام دے رہا ہے اور یہ محض آپ حضرات کے التفات کا نتیجہ ہے اور آئندہ بھی آپ اگر خاص توجہ فرماتے رہے تو انشاء اللہ ادارہ اس سے زیادہ اپنا فرض ادا کرتا رہے گا۔

یہ میری کم حوصلگی ہوگی کہ میں اپنے سرپرست قبلہ حافظ کفایت حسین صاحب۔ مولانا مولوی مرزا احمد علی صاحب۔ صدر محترم سید اعجاز حسین صاحب کاظمی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل پروفیسر سید تقی حسین صاحب۔ مولانا سید احمد حسن صاحب زیدی کا شکریہ ادا کروں جو کہ اکثر اوقات

اس ادارہ کی مدد - دامے - درمے - قدمے سخنے فرماتے رہتے ہیں نیز میں ان حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جو کہ وقتاً فوقتاً مالی اعانت سے ادارہ موصوف کو سرفراز فرماتے ہیں۔

شیخ غیاث الدین صاحب کی خدمت میں الفاظ شکریہ پیش کرتا ہوں جنہیں قدر امداد مجھے ان سے ادارہ کے کاموں میں ملتی ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔ علاوہ مدیر ماہنامہ اعزازی کے کام کے اکثر اوقات میرے دفتری کام میں بھی میری مدد فرماتے ہیں۔ شیخ شریف حسین صاحب جعفری اور شیخ شوکت علی صاحب تسیم و نصیر احمد عاصی میرے خاص مددگار و معاون ہیں وہ بھی میرا شکریہ قبول فرمادیں۔ سید کاظم حسین صاحب لوکل سیکرٹری گوجرانوالہ کا بھی شکر گزار ہوں۔ لوکل سیکرٹریاں میں سے سید صاحب ادارہ کے کام میں خاص دلچسپی لیتے ہیں نیز سید محمد سبطین صاحب بیگاؤں ڈھاکہ بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ سید غلام حسنین حیدری - لوکل سیکرٹری ادارہ کوئٹہ نے بھی ادارہ کے امور میں کافی دلچسپی لی ہے وہ بھی یقیناً شکریہ کے مستحق ہیں۔ دعا فرمادیں کہ خداوند کریم اس ادارہ کو بام عروج پر گامزن فرمادے۔

گذشتہ سال کی کارروائی ختم کر کے ملتمس ہوں کہ آئندہ سال کے لئے پروگرام مرتب فرما کر اس عاصی کو شکریہ کا موقعہ دیجئے۔ فقط والسلام

احقر العباد

معراج الدین خواجہ ایکٹنگ جنرل سیکرٹری ۱۹۶۲/۱/۳

سالانہ رپورٹ

منجانب محترم مدیر مالیات ادارہ معارف اسلام

صاحب صدر و معزز حاضرین ! سلام علیکم !

میں نے ہمیشہ اور ہر بار اس بات پر زور دیا ہے کہ کسی ادارہ کے استحکام کا اندازہ اس کے مالیات - مالی نظام اور مالی حالت سے ہوتا ہے اور خدا کا فضل و کرم ہے کہ اس لحاظ سے ہمارا ادارہ بحالات موجودہ مستحکم بنیادوں پر قائم ہے۔ جیسا کہ ملف ہذا رپورٹ حساب کتاب سے ظاہر ہے اس وقت ہمارے پاس بینک میں ۲۵۶۲/۸/۳ روپیہ موجود ہیں اور سابقہ حساب کے وقت سے اب تک قریباً -/۶۳۹ روپیہ کا اضافہ ہوا۔ اسی طرح خالص منافع ۳/۱۲/۸ سے بڑھ کر ۵۲۵/۱۱/۶ روپیہ تک چلا گیا ہے۔ اگرچہ دیکھنے میں یہ رقوم بالکل معمولی ہیں۔ لیکن

ایک قومی ادارہ جس کا مقصد صرف اخراجات اور تبلیغ ہی ہو اُس کے فنڈز میں اضافہ واقعی حیران کن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سہرا ادارہ کے مخلص کارکنوں اور مخلص اور باہمت بانی و رکن محترم غیاث الدین کے سر پر ہے جنہوں نے اس پودے کو اپنے خون سے سینچا ہے۔ اور اس کو پروان چڑھانے میں دن رات کوشاں ہیں۔

اب میں اس کی مالی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ادارہ کی آمدنی کا اصل اور اہم ذریعہ زرِ رکنیت، عطیہ اور چندہ ماہنامہ ہے جس سے ادارہ کو مجموعی طور پر ۳/۱۱/۵۲۴۸ کی معقول آمدنی ہوئی لیکن ہم نے صرف اس پر انحصار نہیں کیا بلکہ کاروباری اصولوں کے مطابق فروخت کتب کا سلسلہ بھی جاری کیا جس سے ہمیں اس مد میں -/۱۲/۲۹۶۳ وصول ہوئے اس طرح ہمارے اخراجات میں اس مد نے ہمارا ہاتھ بٹایا اور اگرچہ ہم نے ان پندرہ ماہ میں -/۱۲۲۵ روپیہ کی کتب رسائل مفت تقسیم بھی کئے اس کے باوجود ہم خسارے میں نہ رہے مزید برآں ہمارے ساتھ بعض ہمدردان نے بھی تعاون کیا کہ ماہنامہ میں اپنے اشتہارات بھی اشاعت کیلئے دئے اور اگرچہ آمدنی کی رقم کوئی خاص بڑی نہیں بلکہ معمولی سی ہے یعنی ۰/۱۳/۳۲۲۳ روپیہ۔ بہرحال ہم نے ایک کوشش کی ہے اور آغاز برا نہیں۔ اس عرصہ کے دوران میں ہم نے واجب الادا رقوم میں سے ۰/۱۰۳۶ ادا کی گئی۔

ہم کو عرصہ سے یہ شکایت تھی کہ بیرونجات کے ممبران اور خریداران اپنا چندہ اور زرِ رکنیت باوجود متعدد درخواستوں کے ادا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ہمارے خطوط کا جواب بھی نہیں دیتے کہ ہم نے اس کا علاج یہی تجویز کیا کہ ہر ماہ تقریباً ۴۰۰-۵۰۰ وی پی روانہ کی جاتی ہیں جن میں سے ۲۵ فیصد واپس آجاتی ہیں بقایا وی، وصول کر ہی لی جاتی ہیں اور اس طرح ہم معززاراکین و خریداران کی مکمل اور جامع لسٹ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور عدم تعاون کرنے والے احباب کی لسٹ بنتی جارہی ہے تاکہ وہ ادارہ پر بوجھ نہ ثابت ہوں۔

ان پندرہ ماہ کے دوران میں جہاں ہمارے ماہنامہ معارف اسلام نے ترقی کی ہے۔ اور خاص نمبر شائع کئے ہیں وہاں کئی خاص مطبوعات بھی شائع کی ہیں۔ رمضان و محرم کے دوران میں خاص پروگرام بھی زیرِ تکمیل لائے گئے۔ جن پر زرِ کثیر صرف کیا گیا ہے لیکن ان اخراجات کے باوجود ادارہ منافع میں رہا ہے اور اس تمام کامیابی کیلئے میں محترمی غیاث صاحب کا مرہونِ منت ہوں۔

(۱) اب آخر میں مجھے اپنی خامیوں کی بھی نشان دہی کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم نے پریس فنڈ کے سلسلہ میں جو تعاون کیا ہے یا ہماری اپیل پر جواب دیا ہے وہ حوصلہ افزا نہیں اور پندرہ ماہ کے عرصہ میں صرف ۔/۲۲۲ روپیہ اس مد میں وصول ہوئے ہیں اور میری رائے میں اس فنڈ کو قائم رکھنا بالکل عبث ہے اور بہتر یہی ہے کہ اس کو بند کر دیا جائے اور ادارہ کے مستقل عمومی فنڈ میں ہی ضم کر دیا جائے۔

(۲) موجودہ دفتر پر ہم نے ۔/۷۲۷ روپیہ خرچ کئے جو کہ میری رائے میں بے فائدہ اور فضول ہی نہیں زیادتی ہے کہ جس مقصد کیلئے ہم نے دفتر مارکیٹ میں قائم کیا تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور پندرہ ماہ کے دوران میں دفتر میں فروخت ایک سو روپیہ بھی نہیں ہوئی۔ گویا کہ ۶ روپیہ ماہوار کی بھی سیل نہیں ہوئی۔ جب کہ ہم ۔/۴۵ روپیہ کرایہ ادا کر دیتے ہیں۔

ہمارے تمام کاروبار اور لین دین کا انحصار صرف بیرونجات سے خط و کتابت وی پی اور منی آرڈر پر اور مقامی حضرات سے محصل کے ذریعہ سے ہے۔ لہٰذا اس دفتر کا اس عظیم کرایہ پر قائم رہنا فنڈز پر بوجھ ہے لہٰذا میں تجویز کرتا ہوں کہ اس دفتر کو فوری طور پر کسی موزوں مقام پر ایک دکان میں منتقل کر دیا جائے جہاں ایک مستقل آدمی تمام دن کام کرے۔ اور اس کی معاونت کیلئے ایک مددگار رکھا جائے۔ اس طرح ادارہ کا کام بہتر طریقے سے سرانجام پائے گا سیل بھی یقینی طور پر بڑھ جائیگی اور ہماری آمدن کا ایک نیا ذریعہ بن جائے گا۔

(۳) گذشتہ سالانہ میٹنگ میں میں نے جملہ حاضرین سے بالخصوص اور عام اراکین سے بالعموم درخواست کی تھی کہ وہ کم از کم ایک ایک ممبر کا اضافہ کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ اب میں پھر اس اپیل کو دہراتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ مایوس نہیں کریں گے۔

(۴) ہمارے ادارہ کو صحیح کامیابی ہو سکتی ہے اگر ہم اپنی نشر و اشاعت کو بڑھائیں اور اس پہلو میں بھرپور قوت کے ساتھ گامزن ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس پر غور کریں گے۔

آخر میں اپنے رفقائے کار اور اپنے معزز و محترم ورکرز۔ اکرام شفیع صاحب مرزا صاحب اور محمد افضل صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میرے

ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور ادارے کیلئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔

اس سلسلہ میں محترم جعفری صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے حسابات کی تکمیل میں میری اعانت فرمائی۔

مشرقی پاکستان کے آخری حسابات کے متعلق ابھی تک کوئی اطلاع موصول نہ ہو سکی جس کی وجہ سے شامل تفصیل نہیں کیا جا سکا۔

ٹریڈنگ اکاؤنٹ از ۱ ۷/۵۹ تا ۳۰ ۶/۶۰

فروخت کتب	۴۹۶۳-۱۴-۰	سٹاک سال شروع یکم ۷/۵۹	۴۲۵۶-۱۲-۳
نذر کتب	۲۴۷۸-۱۲-۰	خرید کاغذ	۲۴۰۷-۱-۳
چندہ ماہنامہ	۳۱۷۳-۴-۰	خرید کتب	۷۷۹-۶-۹
عطیہ جات	۸۰۲-۱۱-۳	اخراجات طباعت کتابت وغیرہ	۲۹۵۳-۵-۰
اشتہارات	۳۲۳-۱۳-۰		۱۰۳۹۶-۹-۳
پریس فنڈ	۲۲-۰-۰	کل منافع	۹۷۲۸-۶-۰
قیمت کتب رسائل مفت تقسیم	۵۱۲۲-۰-۰		
سٹاک سال آخر ۳۰ ۶/۶۰	۳۳۳۸-۹-۰		
میزان	۲۰۲۲۴-۱۵-۳	میزان	۲۰۲۲۴-۱۵-۳

نفع و نقصان کھاتہ

کل منافع	۹۷۲۸-۶-۰	ایڈورٹائزمنٹ	۳۰-۱۲-۰
		تنخواہ سٹاف	۱۲۰۷-۱۵-۰
		خرچہ ڈاک	۷۸۰-۱۵-۳
		سفر خرچ	۱۲۲-۱۱-۶
		سٹیشنری	۱۰۴-۱۰-۰
		کمیشن فراہمی چندہ	۵۰۶-۰-۹
		کرایہ دفتر	۷۲۰-۰-۰

(باقی سامنے)

۹۷۲۸-۶-۰		۲۱-۱-۰	کمیشن بنک
		۱۴۴-۵-۶	اخراجات لیبر
		۵۱۲۲-۰-۰	قیمت کتب و رسائل مفت تقسیم
		۱۲۵-۳-۶	خرچ پیکنگ
		۹۱۸۲-۱۰-۶	
		۵۴۵-۱۱-۶	خالص نفع
۹۷۲۸-۶-۰	روپے	۹۷۲۸-۶-۰	روپے

توازن بقیہ

سٹاک موجودہ [illegible] ۳	۳۳۳۸-۹-۰	سرمایہ سال شروع	۶۹۲۱-۹-۳
بنام کوآپریٹو بنک	۲۵۶۲-۸-۳	خالص منافع	۵۴۵-۱۱-۶
فرنیچر	۳۸۹-۴-۰		
رقم در تحویل سیکرٹری	۲۰۰-۰-۰		۷۴۶۷-۴-۹
مالیت ٹکٹ ڈاک موجودہ	۲-۱۴-۳	رقوم واجب الادا	۳۷۷-۸-۶
رقم نقد موجود	۲۲-۱۴-۹		
رقوم واجب الوصول	۴۷۵-۹-۶ ۵۳-۱۵-۶		۵۲۹-۹-۰
میزان ۳ ـ ۱۳ ـ ۷۸۴۴ روپے		میزان	۷۸۴۴-۱۳-۳

اطلاعات واعلانات

(۱) کارروائی سالانہ جلسہ عام ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان

۱۳ جولائی ۱۹۶۰ء بمطابق ۵ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے دن بمقام حسینیہ خواجگان نارووال اکبری گیٹ لاہور زیر صدارت جناب ملک العلماء مولانا ملک مہدی حسین صاحب علوی نہایت پُرخلوص وتعاون کے ماحول میں منعقد ہوا خاص لاہور و بیرونجات سے کافی اراکین تشریف لائے ہوئے تھے علماء کرام میں سے جناب ملک العلماء کے علاوہ خود صدر ادارہ علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی اور جناب مستطاب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل بھی موجود تھے جناب سرپرست ادارہ بوجہ مجالس ایام چہلم سید الشہداء شرکت نہ فرما سکے۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد کارروائی سالانہ جلسہ عام سال گذشتہ مدیر اعلیٰ نے پڑھ کر سنائی اور صدر جلسہ سے تصدیق کرائی۔

ایجنڈا کے مطابق کارروائی شروع کرنے سے پیشتر جناب پروفیسر سید قمر زمان صاحب (مرحوم) اعلیٰ اشرف خان رکن علمی بورڈ ادارۂ معارف اسلام کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کیا گیا۔ اور تمام حاضرین نے فاتحہ خوانی فرمائی۔ محترم قائم مقام مدیر اعلیٰ (ایکٹنگ جنرل سیکرٹری) ادارہ خواجہ سراج الدین صاحب نے سال گذشتہ کے متعلق مکمل رپورٹ پڑھ کر سنائی (جوکہ اس شمارہ میں درج ہے) بعض تشریح طلب امور پر مختصر بحث کے بعد اظہار اطمینان کیا گیا اور ادارہ کی سرگرمیوں پر جو کہ سالہائے ماسبق سے بھی بہتر صورت اختیار کر چکی ہیں پر اظہار خوشنودی کیا گیا۔ اس کے بعد مدیر مالیات (فنانشل سیکرٹری) محترم شیخ شوکت علی صاحب تسنیم مدظلہ نے اپنی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی (جوکہ شمارہ ہذا میں درج ہے) اور فرمایا کہ اگرچہ سال گذشتہ کی نسبت ادارہ کی مالی حالت بہتر ہے مگر جب تک مخیر متمول حضرات خاص توجہ فرما کر ادارہ کے فنڈز میں اضافہ نہ فرمادیں گے اور اخراجات ادارہ بنیاد حد تک کم نہ کئے جائیں گے۔ ادارہ کی بنیادیں زیادہ ٹھوس نہ ہوسکیں گی۔ مدیر مالیات کی رپورٹ پر بھی اظہار اطمینان کیا گیا۔

آئندہ سال کیلئے بطور منتظمین ادارہ منہ ذیل حضرات ادارہ کے معیار کے مطابق اپنی اہلیت وقابلیت کی بنا پر بالاتفاق رائے چن لئے گئے:۔

صدر: علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی

نائب صدر: جناب مستطاب سید محمد یحییٰ صاحب نقوی النجاری

نگرانِ اعلیٰ: خواجہ سراج الدین صاحب امرتسری
نائب مدیر: شیخ نصیر احمد صاحب عاصی
مدیر نشر و اشاعت: سید حسن علیشاہ صاحب کاظمی
مدیر مالیات: شیخ شوکت علی صاحب نسیم
مدیر معارف اسلام: شیخ غیاث الدین۔

علمی بورڈ:۔ جناب مستطاب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل (کنوینر علمی بورڈ) نے زبانی طور پر رپورٹ پیش فرمائی کہ ادارہ کا علمی بورڈ باقاعدگی سے متحرک نہیں لہٰذا اس جمود کو توڑنے کیلئے ممبران کو عملی قدم اٹھانا چاہیے تاکہ مستقبل میں زیادہ باقاعدگی پیدا ہو سکے۔ اور مطبوعاتِ ادارہ اور خاص طور پر ماہنامہ معارفِ اسلام کا معیار بلند سے بلند تر ہو جائے۔ بالاتفاق رائے مولانا ملک مہدی حسن صاحب و مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب اور صدر ادارہ ہذا کو اختیار دیا گیا کہ آئندہ مجلس نظامت کی میٹنگ میں وہ اس سے پیشتر مل کر موجودہ حالاتِ زمانہ کے علمی تحریری و تقریری تقاضوں کے ماتحت ممبرانِ ادارہ میں سے علمی بورڈ کے چھ ایسے ممبران سیلیکٹ فرما دیں جو ادارہ کی مطبوعات۔ ماہنامہ معارفِ اسلام اور نشریات کے سلسلہ میں دلچسپی بیک وقت بھی دے سکیں۔ اسی سلسلہ میں انگریزی مطبوعات اور بنگالی مطبوعات کا خاص خیال رکھا جائے۔
بنگلہ مطبوعات کیلئے بالاتفاق رائے سے پایا کہ جناب مستطاب مولانا سید محمد احمد صاحب دام ظلہ صدر گھاٹ چٹاگانگ کو علمی بورڈ میں شامل کیا جائے۔

ممبرانِ مجلسِ نظامت (ورکنگ کمیٹی)

منتظمین ادارہ کے علاوہ مندرجہ ذیل اراکین ادارہ کو بالاتفاق رائے سال آئندہ کیلئے ادارہ کی مجلسِ نظامت کا رکن چنا گیا۔

علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ
جناب سید محمد علی صاحب زیدی ایڈووکیٹ
علامہ الحاج مرزا احمد علی صاحب قبلہ
جناب سید مظفر علی صاحب شمسی
جناب سید شریعت حسین صاحب شمسی
جناب ڈاکٹر حسن عسکری مرزا ایم بی بی ایس
جناب مولانا ملک مہدی حسن صاحب علوی
جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل
جناب ڈاکٹر خواجہ الطاف حسین صاحب
پروپرائیٹر پنجاب پیپر سٹور
جناب شیخ شریف حسین صاحب جعفری
جناب سید اقبال حسین صاحب رضوی
جناب خواجہ نذیر حسین صاحب پیپر مرچنٹ
جناب سید محمد فاضل شاہ صاحب کاظمی
جناب الحاج شیخ غلام حسین صاحب تاجر کتب
جناب سید اختر علیشاہ صاحب باقری
جناب سید صادق علیشاہ صاحب

منتظمین بیرونجات (لوکل سیکرٹریاں)

مندرجہ ذیل اراکین ادارہ کو بالاتفاق رائے بیرونجات کیلئے لوکل سیکرٹری چنا گیا:-

(۱) برائے حلقہ مشرقی پاکستان - جناب سید محمد سبطین صاحب تیجگاؤں (ڈھاکہ)

(۲) برائے حلقہ مشرقی پاکستان، جائنٹ سیکرٹری (جناب سید محمد سبطین صاحب کو اختیار دیا گیا کہ خود مناسب و مفید آدمی ممبران مشرقی پاکستان میں سے پسند فرما دیں)

(۳) برائے حلقہ مشرقی پاکستان (کھلنا) خود سید صاحب موصوف تجویز کریں۔

(۴) برائے حلقہ کویت (ٹرجین کلف) جناب سید غلام حسنین حیدری بمقام احمدی

(۵) برائے حلقہ کراچی: جناب سید محمد مہدی صاحب رضوی سادات کالونی کراچی

(۶) برائے حلقہ سندھ: جناب سید مظفر حسین ایم بی بی ایس - ایم۔ اے - حیدرآباد۔

(۷) برائے حلقہ بہاولپور - جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب - بہاولنگر۔

(۸) برائے حلقہ ملتان - جناب نجم جعفر حسین صاحب قبلہ - محلہ جھنگ

(۹) برائے حلقہ راولپنڈی - مجلس نظامت آئندہ فیصلہ کرے گی۔

(۱۰) برائے حلقہ آزاد کشمیر: جناب کیپٹن سید حسین شاہ صاحب (پنشنر) میرپور

(۱۱) برائے حلقہ سرگودھا: جناب چوہدری غلام حیدر صاحب

(۱۲) برائے حلقہ گوجرانوالہ: جناب میر سید کاظم حسین صاحب قبلہ۔

(۱۳) برائے حلقہ سیالکوٹ: جناب چوہدری سلامت علی صاحب بھٹی

(۱۴) برائے حلقہ بھلرواں (ضلع سرگودھا) جناب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب حیدری

(۱۵) برائے حلقہ لائلپور: جناب سید عارف حسین صاحب زیدی۔

اس کے علاوہ ادارہ کے آئندہ پروگرام کیلئے تنظیمیہ و مالیات کے متعلق کئی ایک قرار دادیں بالاتفاق رائے منظور ہوئیں۔

حاضرین جلسہ کے شکریہ ادا کرنے کے بعد اجتماع نہایت خوشگوار ماحول میں اختتام پذیر ہوا۔

(۲) ضروری تصحیح (بابت "شہید نینوا" نمبر ۱۳۸۰ھ)

آقائے سید الف شاہ صاحب کی نظم بعنوان "امام حسین علیہ السلام کی صداقتیں" میں کچھ کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں ان کی اصلاح کر لی جائے یہ نظم شہید نینوا نمبر میں شائع ہو چکی ہے اس نظم کو غلطی سے بندوں میں تقسیم کر کے ان بندوں کو نمبر وار دکھایا گیا ہے حالانکہ یہ بند نہیں ہیں بلکہ مسلسل نظم ہے۔ مقصود یہ تھا کہ واقعات کربلا کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے ان کو ایک ترتیب میں لکھا جائے۔ جناب شاہ صاحب قبلہ نے بجائے (نمبر شمار) دینے کے ہر واقعہ کو ایک علیحدہ عنوان کے تحت لکھا تھا اور یہی طریقہ صحیح تھا

بجائے نمبر شمار ۔ ۔ ۔ ۔ یہ عنوان صحیح ہے

(۱) حرکت از مکہ

(۲) ورود و پیشی آمد در کربلا

(۳) شہادت حضرت عباس علیہ السلام

(۴) آغاز جنگ و شہادت یاران امام حسین علیہم السلام

(۵) شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام

(۶) شہادت حضرت قاسم علیہ السلام

(۷) شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

(۸) شہادت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

(۹) آتش زدن دشمن بہ خیمہ ہائے اہلبیت و حضرت علیہم السلام

(۱۰) شکوہ بدرگاہ حق تعالے

(۱۱) جواب شکوہ

(۳) استفسارات کے کالم۔ بوجہ ادارہ کی سالانہ رپورٹ ہائے کی اشاعت کے اس شمارہ میں بھی استفسارات اور ان کے جوابات شامل نہیں کئے گئے۔ حالانکہ مسودات تیار پڑے ہیں۔ چونکہ یہ استفسارات محض علمی نوعیت کے ہوتے ہیں اور ضروری نہیں کہ کسی خصوص ماہ کے شمارہ میں ہی شائع ہوں۔ لہٰذا اس میں کچھ فرق نہ پڑیگا۔ انشاء اللہ آئندہ ماہ یعنی شمارہ ماہ ربیع الاوّل میں شائع ہونگے۔ تفسیری معلومات رہیں بلکہ جو صاحب کوئی علمی، تاریخی مسئلہ متعلق ذات اقدس حضرت سید المرسلین خاتم النبیین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دریافت فرمانا چاہیں وہ ابھی سے استفسارات ارسال فرمادیں۔ تاکہ آئندہ شمارہ جو ربیع الاوّل کی مناسبت سے جناب ختمی مرتبت سے متعلق ہوگا اُس میں جوابات شائع ہو جائیں۔

(۴) لوکل سیکرٹریاں (بیرونجات)

ادارہ معارف اسلام کی خدمت میں استدعا ہے کہ اپنے اپنے حلقہ کے ممبران ادارہ کی نئی فہرستیں تیار فرمادیں اور رجسٹر میں باقاعدہ اُن کا اندراج کریں۔ اس سلسلہ میں آئندہ پروگرام کو زیادہ موثر و دلچسپ بنانے کیلئے جنرل سیکرٹری ادارہ معارف اسلام محترم خواجہ معراج الدین صاحب سے دفتر ادارہ کے پتہ پر فوراً خط و کتابت شروع کریں۔ ضرورت محسوس کی گئی تو جنرل سیکرٹری خود آ(کر)

قارئین کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ شمارہ ہذا میں ادارہ معارف اسلام کے سال گذشتہ کی روئیداد کا بغور مطالعہ فرمادیں اور دیکھیں کہ ادارہ نے کس قدر کام کیا۔ اگر آپ کی توجہ ہو جائے تو ادارہ کے قدم زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے ذمہ بقیہ جات یعنی چندہ ماہانہ مع ماہ ممبران اپنے اپنے ذمہ سالانہ زرکفیت اپنی پہلی فرصت میں بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں اور ہر ممبر و خریدار صرف ایک ایک ممبر اور خریدار مہیا کرے تاکہ ہماری طاقت دو چند ہو جائے (ادارہ)

نئی کتابیں

(۱) **مثنوی مظہر العجائب** } (از قطب الاقطاب شیخ فرید الدین عطا قدس سرہ) مع اُردو ترجمہ منظوم مسمّٰی بہ مخزن الغرائب از فاضل مکرم سید مشہود علی شاہد مدظلہ۔ ناشر خود مترجم سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۳۹۱+۳۸۸=۷۷۹ صفحات۔ مجلد مع خوبصورت گرد پوش۔ قیمت آٹھ روپے۔

پتہ:- سید شاہد "پاکستان پناہ" منزل۔ دوسرا محلہ ۸/۱۶ لارنس روڈ۔ کراچی

صوفیائے کرام و شعرائے عظام میں شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ کا مقام بہت بلند ہے جن کے متعلق مولانا روم تک کا یہ شعر موجود ہے کہ

من آں مولائے رومی ام کہ از نطقم شکر ریزد
ولاکن در سخن گفتن غلام شیخ عطارم

انسان کا صحیح عقیدہ اور اپنی تمام عمر کی تحقیقات و تجربات کا نچوڑ وہ ہوتا ہے جو اس کی آخری عمر میں ہو۔ زیر نظر مثنوی شیخ عطارؒ کی آخری عمر کی یادگار مثنوی ہے جو آپ نے اپنی تمام عمر کا نچوڑ شان مظہر العجائب مولائے کائنات نفس رسول علی المرتضیٰ (صلوٰۃ وسلام اللہ علیہ) بیان کرتے ہیں ظاہر فرمایا صرف امیر المومنینؑ ہی کی شان نہیں بلکہ آپ کے فرزندان یعنی آئمہ معصومینؑ کے واقعات و کرامتوں کو بھی دلچسپ و مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا۔ غرضیکہ معارف محمد و آلِ محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کیلئے یہ ایک بے نظیر کتاب ہے جو کہ ہر مسلمان شیعہ و سنی کیلئے نسخۂ کیمیا ہے۔ سنی کیلئے اس لئے کہ عطار عقیدتاً سنی تھے مگر حق بات کہنے میں وہ نہیں چوکے۔ اور شیعہ کیلئے اس لئے کہ چہاردہ معصومینؑ کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو کہ اصولی طور پر جزو دین ہے۔ مثال کیلئے ہم "عقدِ اخوت مصطفےٰؐ با مرتضےٰؑ" کا بیان نقل کرتے ہیں جس کا منظوم ترجمہ سید شاہد مدظلہ نے بایں الفاظ کیا ہے۔ صفحہ ۱۸۱

مصطفےٰؐ و مرتضےٰؑ کا بھائی چارہ!

نقل ہے اک دن محمد مصطفےٰؐ
بھائی چارہ کرتے تھے اصحاب کا

سب صحابہ سے یہ حضرتؐ نے کہا
بن کے بھائی تم کرو عہدِ وفا

میری یاری سے خدا بھی یار ہے
اور میری باتوں سے وہ بیزار ہے

تب کہا صدیق سے اے غم گسار
درحقیقت تم ہو میرے یارِ غار

اور اے فاروق! ہو تم ہوشیار
ہو شریعت میں بھی میری ہونہار

دونوں کو آپس کی بیعت میں دیا
بھائی بنوایا، بھا عہدِ وفا

پھر ہوا ارشاد ذوالنورین سے
آؤ آگے، تم ہو کاتبِ وحی کے

اُن کو ابن عوف کا بھائی کیا
یوں ہی سب کا بھائی چارہ کر دیا

کرکے دو دو سب کو ہم رشتہ کیا
اس اُخوت سے ہر اک مسرور تھا

شاد تھے اصحاب پاکر یہ شرف
تھے علیؑ خاموش بیٹھے اک طرف

اب کیا حضرتؐ نے حیدر سے سوال
اس قدر خاموش کیوں ہو خوش خصال

شاہ بولے۔ اے نبیؐ المرسلینؐ
چھوڑ دیں گے کیا مجھے تنہا یونہیں

سب تو اپنے دوستوں کے ساتھ ہیں
گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ہوں میں

بولے حضرتؐ شہؑ سے جو کچھ یہ ہوا
لائے تھے جبریل یہ حکمِ خداؐ

حکم ہے خالق کا یہ محبوب کو
تم علیؑ سے بھائی چارہ خود کرو

عرش پر خود حق نے باندھا ہے یہ بند
تیرے آگے پست ہے ہر ایک بلند

تھے فرشتے سب کے سب حاضر وہاں
مہر و مہ بھی دیکھتے تھے یہ سماں

جاں نچھاور کرتی تھیں حوریں تمام
تکتی تھیں حیرت سے دونوں کو مدام

تھام کر احمدؐ نے دستِ مرتضےٰ
صیغۂ عقدِ اُخوت خود پڑھا

اور کہا اب چھوڑ دو رنج و ملال
ہے یہاں ہارونؑ و موسےٰؑ کی مثال

شہؑ کو احمدؐ نے مبارک باد دی
چاند نے سورج سے پائی روشنی

چمکے جب یہ دونوں سورج اور چاند
جو ستارے تھے ہوئے بالکل ہی ماند

پاک کرکے گردِ پیشانی تمام
سب مبارکباد دیتے تھے عوام

جب ولایت پر علیؑ فائز ہوئے
رشک سے اصحابِ احمدؐ جل مرے

جو کرے گا شہؑ سے عہدِ دوستی
ہے اُسی کے ہاتھ دامانِ نبیؐ

تو بھی اُن سے کر لے اب عہدِ وفا
تھام لے دامانِ آلؑ مصطفےٰ

عہد ایسا ہو جو دیں کے ساتھ ہو
ظلم و کینہ ہو نہ بالکل نام کو

ابن بوسفیاں نے کرکے اختلاف
ظلم کی تلوار کر دی بے غلاف

جب کیا شیرِ خدا سے انحراف — ہے خدا و مصطفےٰ سے انحراف

جو بھی ہوگا مرتضےٰ سے منحرف — ہے خدا و مصطفےٰ سے منحرف

ہے مخالف حق کا ، اک قرآنی کلام — دشمنِ شہ ، دشمنِ خیر الانام

پہلے ہو آگاہ اہل اللہ سے — پھر نبیؐ کے دیں میں آ اس راہ سے

دینِ احمدؐ جب رہے گا تیرے ساتھ — راستہ حیدرؑ کا تب آئے گا ہاتھ

سن ذرا گفتار قرآن و حدیث — چھوڑ دے اقوال مردود و خبیث

بیعت اولادِ پیغمبرؐ ہی کی کر — ہو جو ایمان رب کا منظور نظر

اُن کے ہر فرمان کی تکمیل کر — جان و دل سے حکم کی تعمیل کر

ہے نہیں اس کے سوا کوئی بھی راہ

ہر مخالف راہ میں ہے خوف چاہ

غرضیکہ عوام الناس میں پھیلانے کیلئے اسی اعلیٰ طریقے سے شیخ علیہ الرحمۃ نے معارف محمد و آل محمد بیان فرمائے ہیں جو ہر صاحب ایمان مسلمان کے پڑھنے اور اپنے دل میں اتارنے کے قابل ہیں۔ ایسی کتاب ہر مومن کی لائبریری کی زینت بننا چاہئے۔

دفتر ادارہ معارف اسلام لاہور سے بھی دستیاب ہو سکتی۔

(۲) سوانح حیات پنجتن پاک { علیہم الصلوٰۃ والسلام) یعنی المصطفےٰ المرتضےٰ الفاطمۃ۔ الحسنؑ اور الحسینؑ۔

پانچ جلدوں میں۔ تالیف لطیف سید شاہد مدظلہ۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۱۱۲ + ۱۱۶ + ۹۶ + ۸۸ + ۱۰۷ = ۵۱۹ صفحات ناشر خود مؤلف موصوف پتہ:۔ سید ایم۔ اے شاہد پاک پناہ منزل۔ دوسرا احاطہ ۱۹۰-۹/۱۰ لارنس روڈ کراچی قیمت کتابوں پر درج نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب موصوف عشق پنجتن میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ کتابوں کی قیمت درج کرنا بھی اُن کے دماغ سے محو ہو گیا۔ پانچ کتابوں کے اس سٹ کی قیمت کم از کم پانچ روپے (علاوہ خرچ ڈاک) کسی صورت میں کم نہیں ہونی چاہئے۔ آجکل کے زمانہ میں اسلام محمدی کے ان پانچ بانیوں کی صحیح اور مستند سوانح حیات کی جس قدر ضرورت تمام ممالک میں پھیلانے کی ہے وہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ دنیا انتہائی خوفناک جنگ کے کناروں پر پہنچ رہی ہے دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام ان پانچ مقدسین کی زندگی سے احسن طریقے سے پہنچایا جا سکتا ہے۔

کیونکہ انہوں نے دنیا میں اسلام یعنی سلامتی پھیلانے کیلئے خود اپنی ذات اور اپنے خاندان کو مصائبِ شدیدہ میں مبتلا کرنا منظور کر کے دینِ اللہ پر قربان کر دیا۔ اخلاق کے اعلےٰ اور پختہ نمونے آپ کو اسی خاندان میں ملینگے۔ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق احسن طریقِ عمل آپ کو سوائے اس دودمان کے اور کسی جگہ سے نہ مل سکیگا۔ مارکیٹ میں غیر مستند لٹریچر اور عقیدت کیلئے معجزات سے لبریز سوانح عمریاں تو بیشمار دستیاب ہو سکینگی گو ان میں حقائق بھی شامل ہوں۔ مگر مستند اور تاریخی حوالوں سے لبریز لٹریچر بہت کم ہے زیرِ نظر کتب میں سید صاحب موصوف نے ان مقدسین کو بحیثیت بشریت کے بلند مقام پر فائز ہونے کے پیش کیا ہے اور ہر واقعہ کے جواز میں مستند کتب تاریخ و سِیَر کے حوالے ساتھ ساتھ دیئے ہیں۔ جن سے ان کتب کا استناد پختہ ہو جاتا ہے۔ ادارہ تمام اہل اسلام کو ان کی خریداری کا پُرزور مشورہ دیتا ہے۔

دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) شاہ عالمی گیٹ لاہور سے بھی منگوا سکتے ہیں

(۲) آبِ رواں

یعنی قرآن حکیم پارہ اوّل کے اردو منظوم مطالب و مفاہیم مع متن و ترجمہ از جناب مستطاب سید شمیم رجز ایم۔ اے۔ سائز ۲۰×۲۶/۸

ضخامت ۱۱۲ صفحات مجلد۔ ناشر ادارۂ تصنیف و تالیف اسلامیہ ۲/۱۵۱ میو روڈ لاہور قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ قرآن حکیم کے بیسیوں تراجم اور تفاسیر ہو چکی ہیں مگر قریباً ہر ایک میں مترجم کے ذاتی عقیدے کی جھلک نمایاں ہے۔ مگر "آبِ رواں" میں یہ چیز نام کو بھی نہیں سیدھا سادھا لفظاً بلفظ ترجمہ اور تشریح بصورتِ نظم اعلےٰ پاکیزہ معیاری شاعری کے پیش کی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں شاعری کی مذمت موجود ہے وہاں پاکیزہ شاعری کیلئے استثنےٰ بھی موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تعلیم و تلقین اگر نثر میں مؤثر ثابت نہ ہو تو دینی تعلیم و تدریس بلند پایہ فصیح و بلیغ نظم سے زیادہ اثر انداز ہو سکتی ہے۔ سید شمیم رجز مدظلہٗ کی ادبی قابلیت اور تعلیمات قرآنی پر عبور مسلّم ہے اور ان کے حلقۂ احباب و جان پہچان والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سید صاحب موصوف نے نظم میں تشریح قرآن کا حق خوب ادا کیا ہے۔ جسے پڑھنے سے ترجمہ کے صحیح مطالب دماغ پر نقش ہو جاتے ہیں۔ قارئین کرام یہ کتاب ضرور منگوائیں پڑھیں اور وردِ زبان کریں۔

دفتر ادارۂ معارف اسلام لاہور کے ذریعے بھی منگوائی جا سکتی ہے۔

(۴) راہِ حق :- از جناب مستطاب سید نصیر حسین صاحب نقوی (اسلامک ریسرچ سنٹر) شہر میانوالی - سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ ضخامت ۴۰ صفحات قیمت ایک روپیہ (علاوہ خرچہ ڈاک) - ناشر مرکز تعلیمات اسلامیہ - سادات منزل محلہ ہاشم شاہ - میانوالی -

دورِ حاضرہ جس میں کہ حقِ حکومت انسانوں کے سپرد کر کے انسان خود ہی انسان کا غلام بن چکا ہے اور ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے مختلف خوشنما و دلکش نظریے پیدا کئے جا چکے ہیں - ڈپلومیسی سیاست کا جزوِ اعظم بن چکی ہے جس سے کہ "امنِ عالم" ایک خواب و خیال بن کر رہ گیا ہے - ایسے ماحول میں ہوائے نفس اور جمہوریت کے بتوں کو توڑنے کیلئے یہ کتاب ایک مجرب نسخہ ہے - دنیا کے اس آخری دور میں حالاتِ زمانہ کے تقاضوں کے ماتحت فاضل مکرم سید نصیر حسین نقوی (جو کہ ایک منجھے ہوئے محقق اور دور بین نگاہیں رکھتے ہیں) نے راہِ حق لکھ کر دنیا والوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کاش کہ وہ بھی اس کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو کر اگر ممالکِ مغربیہ میں بالعموم امریکہ، روس اور یورپین ممالک میں نشر کیا جائے تو آئندہ متوقع تباہ کن جنگ سے کسی حد تک بچاؤ ہو سکتا ہے - اور اگر عمل کیا جائے تو یقیناً متوقع جنگ کو روکنے کے لئے یہ کتاب موثر ثابت ہو سکتی ہے - طالبانِ حق اسے ضرور منگوا کر پڑھیں -

دفتر ادارہ معارف اسلام لاہور کے ذریعے بھی منگوا سکتے ہیں -

(۵) آخری تاجدارِ امامت یعنی امام زمانہ :- مصنفہ و مؤلفہ جناب علامہ سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ - ناشر نواب فرخ عالم مدظلہ - پتہ گلی ۲ باغبانپورہ لاہور سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ ضخامت ۹۶ بموجب قرآنِ حکیم و احادیثِ رسولؐ و عقلِ عمومی کوئی زمانہ نائبِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتا - لہٰذا زمانۂ حاضرہ میں بھی اس وجود سے انکار محال ہے ورنہ خداوندِ تعالیٰ کی حجت تمام نہ ہو حضرت امام مہدی آخر زمان یعنی امام دوازدہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر کوئی منتظر ہے اور بعض ناعاقبت اندیش آجکل اس وجود سے انکار کرنے لگے ہیں - فاضل مصنف نے وجودِ امام کو جس محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے - اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے مستند کتبِ تاریخ و حدیث وغیرہ کو اپنی تحقیقات کی بنیاد قرار دیا ہے اور خاص طور پر اہلسنت کی مسلمہ کتابوں سے جو اد فراہم فرمایا ہے بموجب حدیثِ رسولؐ امامِ وقت کی معرفت کے بغیر مرنا زمانہ جاہلیت کی موت ہے - کتاب مذکور میں حضرت امام زمانہ (عجل اللہ فرجہ) کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو تاریخی طور پر اجاگر کیا گیا ہے معرفتِ امام زمانہ حاضرہ حاصل کرنے کیلئے یہ نہایت ہی مفید کتاب ہے

دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) شاہ عالمی گیٹ لاہور میں کافی تعداد اس کتاب کی موجود ہے -

ہیں آیات قرآن حکیم بھی موجود ہیں۔ لہذا ان کی صحت میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور علم رجال و درائت کے اصولوں کے تحت بھی یہ اصح ثابت ہوتی ہیں:-

پہلی حدیث:- فرمایا جناب رسولؐ اکرم نے:-

"من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ"

یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مر گیا وہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی موت مرا۔

اس حدیث شریف پر ہم پیشتر اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۵، ۲۴۶ پر مع حوالجات مختصر بحث کر چکے ہیں اور اس کی تائید میں آیات قرآنی بھی صفحہ ۲۴۳، ۲۴۵ پر پیش کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ بہر حال ہمارے تمام گذشتہ بیانات کی اس حدیث رسولؐ سے بدرجۂ احسن تائید ہوتی ہے کہ بغیر امامِ وقت کی معرفت کے زندگی نہیں ــ ہر زمانے میں امام کا وجود ضروری ہے جس کی صراحت الفاظ "امام زمانہ" سے ہوتی ہے اور نجاتِ اُخروی کے لئے اس نمائندہ خداؑ کی معرفت لازمی ہے۔ کیونکہ اگر عالم بلکہ عالمین پر خدا تعالےٰ کا کوئی نمائندہ ہی موجود نہ ہو تو انصافاً تمام مخلوق اور بالخصوص انسانوں کے لئے افعال بے لگام کرنے کی پوری پوری اجازت ہونی چاہئے اور ان کے لئے باز پرس کرنا بھی بے انصافی ہوگی۔ لہذا نمائندہ الٰہی کا وجود ہر آن لازم ہے۔ اگر ہماری اس تک رسائی نہ ہو تو یہ ہماری کوتاہی ہے یا ہم میں ضرور کوئی ایسی کمزوری ہے۔ مگر جہاں تک اصولِ اسلامی اور عقلِ عمومی کا تعلق ہے اس کے وجود سے انکار محال ہے۔

دوسری حدیث:- جناب رسولؐ اکرم نے وصیت فرمائی:-

"انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابداً"

ترجمہ:- میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ جو اللہ کی کتاب اور میری اہلبیتؑ یعنی میری عترت ہیں۔ خیال رکھو تم ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ

ہونگے حتیٰ کہ میرے پاس (قیامت کے دن) حوض کوثر پر وارد ہوں۔
اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو میرے بعد ابد تک گمراہ نہ ہونگے)
یہ صحیح حدیث مشہور و معروف "حدیث ثقلین" ہے۔ جو تمام مسلمانوں میں تسلیم شدہ اور متفقہ بین الفرق اسلامیہ ہے۔ اس کے حوالے اس سے پیشتر اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۴ پر ملاحظہ ہوں۔ جملہ علماء اسلام نے متفقہ طور پر اس کی توثیق و تصدیق فرمائی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہی سے خود بخود حدیث کی تشریح ہو جاتی ہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ ابد تک کے لئے قرآن کے ساتھ ساتھ اہلبیتِ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کا وجود بھی لازمی ہے تو تجسس پیدا ہوتا ہے کہ اہلبیت سے کون مراد ہے؟
الفاظ حدیث پر غور فرمایئے۔ "عترتی اھل بیتی" "میری عترت یعنی میری اہلبیتؑ۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ صرف عترتِ رسولؐ ہی "اہلبیتؑ" میں شامل ہیں۔ عترت میں بیویاں داخل نہیں ہوتیں کیونکہ وہ اصل غیر سے ہوتی ہیں۔ عترت کی اصلیت ایک ہی ہوتی ہے اور وہ بھی نزدیک ترین اصلیت۔ جیسا کہ سونا یا چاندی کے ورق کوٹتے وقت اسی سونا یا چاندی کے حصے ورق سے نکلتے ہیں۔ حضورؐ نے الفاظ "عترتی اھل بیتی" فرما کر عترت کو قیامت تک کے لئے واجب الاطاعت قرار دیا۔ چونکہ عترت و قرآن لازم و ملزوم ہیں لہٰذا ان کی اطاعت بلا حیل وحجت، بلا چون وچرا واجب ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا کہ عترتِ رسولؐ معصوم عن الخطا ہے۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی ان کا کوئی امر غلط یا خلافِ دینِ اسلام نہیں۔ اور چونکہ قیامت تک کے لئے قرآن اور اہلبیتؑ کا وجود ہے۔ لہٰذا قیامت تک کے لئے امام معصوم از عترتِ رسولؐ کا وجود ثابت ہے۔ ان دنوں حالات زمانۂ حاضرہ میں بھی اس وجود سے انکار محال و ناممکن ہے۔

تیسری حدیث:- فرمایا جناب رسولِ اکرمؐ نے:-

النجوم امان لاھل السماء فاذا ذھبت النجوم ذھب اھل السماء و اھل بیتی امان لاھل الارض فاذا ذھب اھل بیتی ذھب اھل الارض یعنی نجوم اہلِ آسمان کے لئے امان ہیں پس جب ستارے جاتے رہینگے۔ اہلِ آسمان بھی جاتے رہینگے۔ اور ہلاک ہو جائینگے۔ اور میرے اہلبیتؑ اہلِ

زمین کے لئے امان ہیں پس جب میرے اہلبیتؑ زمین سے اٹھ جائیں گے تو اہل زمین بھی نہ رہینگے۔ (مسند امام احمد بن حنبل بروایت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب۔ انس ابن مالک۔ ابن احمد فی زیادات المسند و حموینی فی فرائد السمطین)

قطع نظر اس بات سے کہ یہ حدیث رسولؐ زمین کے علاوہ دیگر کرات میں بھی آبادیوں اور ذی حیات مخلوق کی طرف اشارہ فرماتی ہے۔ اس میں ہمارے موضوع کے متعلق یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ حجت اللہ فی الارض کے وجود کے بغیر قیام ارض و اہل الارض ناممکن ہے۔ بقاءِ حیاتِ انسانی محض اسی وقت لازم ہو سکتی ہے جس وقت کہ بخشندہ حیات کا تعلق اور واسطہ ذی حیات سے قائم رہے۔ اگر وہ واسطہ ختم ہو گیا تو قائم بر حیات رہنا ناممکن ہو گیا۔ لہذا اس واسطہ مابین خالق و مخلوق کا ہر لحظہ موجود ہونا ناگزیر ہے۔ قرآن اور اس حدیث نبویؐ کی رُو سے بھی یہ واسطہ کوئی نہیں ہے مگر اہلبیتؑ نبویؐ اور وہی امانِ زمین و اہلِ زمین ہیں۔ اسی حدیث سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ ازواج نبیؐ اہلبیتؑ میں شامل نہیں ورنہ لازم آئیگا اور تسلیم کرنا پڑیگا کہ دنیا ختم ہو چکی۔ مگر اُن کے فوت ہو چکنے کے باوجود دنیا و اہل دنیا موجود ہیں۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلبیتؑ طاہرینؑ میں سے کم از کم ایک فرد کا دنیا میں موجود ہونا ہے جو قیام عالم سے ثابت ہے۔ پس یہی وجود زمانہ حاضرہ میں بھی موجود ہے۔ عجل اللہ فرجہٗ

چوتھی حدیث:۔ فرمایا رسولؐ اکرم نے:۔

۷ تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی یعنی دنیا آخر نہ ہوگی جب تک ایک مرد عربی میرے اہلبیتؑ میں سے کہ نام اُس کا میرے نام کے مطابق ہوگا بادشاہ نہ ہو لے ۔۔۔۔۔۔ بروایت اُم المومنین اُم سلمہؓ و ابی سعید خدریؓ۔ عبد اللہ ابن عمر و ابو ہریرہ۔ یہ حدیث حسن بھی صحیح ہے۔ یہ جامع ترمذی جلد دوم مع ترجمہ مطبع نولکشور۔ ابواب الفتن صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶ و مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ ترجمہ موسوم مظاہر حق جلد سوم صفحہ ۳۲۵ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد مترجم و شارح مشکوٰۃ جناب مولانا قطب الدین تحریر

فرماتے ہیں:۔

"یعنی رسم اُن کی مطابق رسم میری کے ہوگی کہ وہ محمدؐ مہدی ہیں کہ نام اُن کا محمدؐ ہوگا اور لقب مہدی اور تخصیص عرب کی بسبب اصالت و شرافت اُن کی کے ہے والا اور حدیثوں میں آیا ہے کہ مالک تمام دنیا کے ہونگے۔ خواہ عرب خواہ عجم۔۔۔ ۔۔۔ الآخر" (حوالہ ایضاً)

مندرجہ بالا حدیث سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ وجودِ اہلبیتؑ قیامت تک کے لئے قائم ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ زمانۂ آخر میں حضرت امام مہدیؑ تمام دنیا کے سربراہِ حکومت ہونگے۔ یعنی تمام دنیا کی واحد حکومت قائم ہوگی جس میں دینِ محمدیؐ یعنی دینِ اسلام صحیح معنوں میں رائج ہوگا۔

پانچویں حدیث ۔ حلیۃ الاولیاء میں چالیس حدیثیں حافظ ابونعیم نے جناب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کی شان میں تحریر کی ہیں۔ جن میں سے صرف دو حدیثیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

فرمایا جناب رسولِ اکرمؐ نے:۔

یا فاطمۃ اذا صارت الدنیا ھرجاوّ مرجا وصارت الفتن وانقطعت السبل واغارت بعضھم علی بعض فلا کبیر یرحم صغیرا ولا صغیر یوقر کبیرا فیبعث اللّٰہ عند ذلک المہدی علیہ السلام من ولدک یفتح حصون الضلالۃ وقلوب المغلقۃ یقوم بالدین فی اٰخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان ویملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورًا وظلما ۔ یعنی (جناب سید المرسلینؐ نے اپنی دختر نیک اختر سے ارشاد فرمایا) اے فاطمہؑ جب دنیا میں تمام تر اختلاف اور فتنہ و فساد ظاہر ہوگا اور تمام راستے بند ہو جائینگے اور ایک دوسرے کو تباہ و غارت کرنے لگیں گے اور بڑا اپنے چھوٹے پر رحم نہ کرے گا۔ اور چھوٹا اپنے بڑے کی توقیر نہ کرے گا۔ تب خداوند تعالیٰ ایسے وقت میں

تیری اولاد سے جناب مہدی آخر الزمان علیہ السلام کو ظاہر فرمائیگا
اور وہ تمام قلعہائے ضلالت کو فتح کرے گا۔ اور قفل زدہ قلوب کو
کھول دے گا۔ اور وہ دنیا کے آخر زمانہ میں دین خدا کو اسی طرح
قائم اور مستحکم کر دے گا جس طرح کہ اول زمانہ میں خود میں نے کیا تھا
اور دنیا کو پھر اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح
قبل اس کے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ (دُرِ مقصود از فوق بلگرامی
صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹ بحوالہ حلیۃ الاولیاء حافظ ابونعیم)

چھٹی حدیث :۔ ارشاد فرمایا جناب رسول اکرمؐ نے :۔

ویح هذا الامة من ملوك الجبابرة كيف يقتلون
ويطردون الا من اظهر اطاعتهم فالمومن التقى
يصانعهم بلسانه ويفر منهم بقلبه فاذا اراد الله
تعالىٰ ان يعيد الاسلام عزيز اقصم كل
جبار عنيد وهو القادر على من يشاء واصلح الامة
بعد فسادها يا حذيفة لو لم يبق من الدنيا الا يوم
واحد الطول الله ذلك اليوم حتى يملك رجل من
اهل بيتى الملاحم فى يديه ويظهر الاسلام
والله لا يخلف وعده وهو سريع الحساب ط

یعنی حضرت حذیفہؓ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے حذیفہؓ! اس
اُمت کا حال ملوک جابرہ کے ہاتھ سے کیا ہونے والا ہے۔ ان کے
لوگ قتل ہونے والے اور جلا وطن کئے جانے والے ہیں سوائے اُن کے
جو ان کی اطاعت اختیار کر لیں گے۔ پس مومن پرہیزگار زبانی ان سے
مصالحت رکھے گا۔ اور دل سے اُن سے نفرت کرے گا۔ پس جب خدا تعالیٰ
کا یہ ارادہ ہے کہ وہ دین اسلام کو پھر سے عزت دے اور ہر کینہ ور ظالم
کو ذلیل و خوار کرے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے تو بعد فساد کے وہ

اس اُمت کی پوری اصلاح حال فرمائے گا۔ لے حذیفہ رض اگر حیاتِ عالم میں سے صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے تبارک و تعالٰے اُس کو طولانی فرما دے گا۔ اور اُس دن کا مالک میرے اہلبیت میں سے ایک ایسے بزرگ کو کرے گا جس کے ہاتھ تمام انبیاءؑ کے آثار ہونگے وہ اسلام کو پاک و پاکیزہ کر دے گا۔ اور خدا تعالٰے کبھی خلاف وعدہ نہیں کرتا اور وہ سب سے زیادہ حساب لینے والا ہے۔ (حوالہ ایضاً)

مندرجہ بالا ہر دو احادیثِ رسولؐ یعنی ۵ ، ۶ پر ایک دفعہ پھر غور فرمائیں۔ پھر موجودہ حالات پر نظر دوڑائیں۔ کیا اسلام وہی اسلام رہا ہے جو رسولِ اسلام نے جاری کیا تھا؟ کیا اسلام میں نئے نئے مسائل داخل نہیں کئے جا چکے اور جا رہے؟ کیا تفسیر قرآن کو اپنی رائے کے تابع نہیں کر دیا گیا؟ کیا دنیا کی جملہ مسلمانوں کی مملکتوں میں خالص اسلامی قانون رائج ہے؟ اور کیا یہ سب ایک ہی خلیفۃ اللہ فی الارض یعنی ایک ہی منجانب اللہ امامِ وقت کی زیرِ نگرانی کام کر رہی ہیں؟ کیا یہ سب عیسائی مملکتوں کے زیرِ اثر نہیں ہیں؟ اور اگر سیاسی طور پہ زیرِ اثر نہ بھی سمجھا جائے (اگرچہ ایسا نہیں) تو کیا اپنے طور طریقوں۔ رسم و رواج اور دستور العمل میں عیسائی مملکتوں کی تقلید نہیں کی جا رہی؟ اگر چشمِ دل سے ان سوالات پر غور فرما دیں اور حالاتِ زمانہ کا تجزیہ کریں تو مندرجہ بالا کسی ایک سوال کا جواب بھی آپ کو اسلام کے حق میں نہ ملے گا۔ کیا عیسائی ممالک کے زیرِ اثر جو کہ اپنے مذہب کی رو سے اپنے ملک کی حکومت چلانے میں ناکام رہے کیونکہ اُن کے وضع کردہ اصولوں میں اس کی گنجائش ہی نہ تھی۔ لہٰذا کلیسا سے ناطہ توڑ کر اپنی سیاست کو دین سے جُدا کر بیٹھے۔ اور بالآخر حکمِ خدا کے مقابلہ میں شخصی رائے کے پابند ہو گئے اور جمہوریت کا طریقہ رائج کیا۔ مسلمانوں نے بھی اسی طریقے کو پسند نہیں کر لیا؟ بلکہ بعض علمائے اسلام بھی اسی لپیٹ میں آ کر "اسلامی جمہوریت" کا نعرہ لگانے میں مشغول ہو گئے۔ رسولِ اسلام کے زمانہ میں کونسا جمہوری طریقہ رائج تھا۔ کون سے الیکشن ہوتے تھے سربراہِ حکومت کلی طور پر مختار تھا جب عہدِ رسولؐ میں یہ طریقہ نہ تھا تو بعد از رسولؐ تا قیامت اس طریقے کو اپنانا سراسر خلافِ اُسوۂ حسنہ ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا کیا وہ حالات

جن کا ذکر مندرجہ بالا نمبر ۲ و احادیث رسولؐ (ع ۵ و ع ۶) میں موجود ہے پیدا نہیں ہو چکے ؟ یقیناً زمانہ حاضرہ میں مہدیؑ دوراں کی ضرورت پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بڑھ چڑھ گئی ہے اور انسان اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں سے ظہور قائم آلِ محمدؐ کا منتظر ہے۔ بقولِ حکیم مشرق اقبالؒ سے

اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا ‏ ‏ اے فروغ دیدہ امکاں بیا...
شورشِ اقوام را خاموش کن ‏ ‏ نغمۂ خود را بہشتِ گوش کن
خیز و قانونِ اُخوت سازدہ ‏ ‏ جام صہبائے محبت بازدہ
باز در عالم بیار ایامِ صلح ‏ ‏ جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح...

(اسرارِ خودی)

کیا موجودہ دنیا انتہائی فسق و فجور میں مبتلا نہیں ہو چکی ! اور تمام عالم کے لئے متوقع تباہ کن جنگ کے لئے دو مخصوص گروہ لنگر لنگوٹے نہیں کس رہے۔ کیا ان کو پیغام صلح دینے اور دنیا میں ایام صلح لانے والے کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ نہیں چکی۔ یہی مقصد جناب پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مندرجہ بالا احادیث کا ہے۔

ساتویں حدیث وعن ام سلمہ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ (اخرجہ ابوداؤد و نسائی و البیہقی والدیلمی ارجح المطالب علامہ عبید اللہ بار چہارم ص ۳۶۹ دربیان احادیث مروجہ متعلق وجود صاحب الامر علیہ السلام فی اولاد سیدۃؑ) یعنی حضرت اُم المومنین اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ مہدیؑ میری عترت یعنی اولاد فاطمہ علیہا السلام میں سے ہو گا۔

آٹھویں حدیث وعن ام سلمۃ قالت ذکرت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المھدی فقال نعم ھو حق وھو من ولد فاطمۃ (رواہ ابن النافی فی الملاحم۔ ارجح المطالب بار چہارم ص ۳۷۰) یعنی جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ مہدیؑ کا

ہونا صحیح ہے۔ حضورؐ نے فوراً جواب دیا۔ ہاں۔ یہ بالکل حقیقت ہے اور وہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں سے ہوگا۔

مندرجہ بالا ہر دو احادیث (۸ و ۹) سے وجود امام آخر الزمان کی زیادہ وضاحت ہو گئی۔ ایک تو آمدِ مہدیؑ کو خود رسولؐ نے ایک امر واقعی یعنی حقیقت تسلیم فرمایا۔ دوسرے اس وجود کی ایسی نشاندہی فرما دی کہ مہدیؑ کو پہچاننے میں ایک حد تک مغالطہ نہیں کھایا جا سکتا یعنی اولاد جناب سیدۃ النساءؑ میں سے ہونا۔ زمانہ حاضرہ پر نگاہ ڈالئے اور پھر قدرت کی مستحکم طریقے پر غور فرمائیے۔ دو ہی جماعتیں اس وقت ایسی موجود ہیں جن کے بانیوں نے "مہدی موعود" ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اگرچہ مہدی ہونے کا دعوےٰ تو بہت سوں نے کیا اور گذر گئے اور ان ہر دو جماعتوں کے بانی بھی مدت ہوئی اللہ کو پیارے ہو چکے مگر زمانہ کے بعض حالات و سیاسیات ان جماعتوں کو منظم کرنے میں معاون ثابت ہوئے۔ بہرحال دو ہی جماعتیں اس وقت نمایاں ہیں۔ ایک کا جنم ایران میں ہوا۔ دوسری کا ہندوستان میں۔ دونوں نے اپنے ذرائع کی وجہ سے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مگر احادیث پیغمبر اکرمؐ ہماری رہنمائی فرماتی ہیں۔ یعنی دونوں کے بانیوں میں سے ایک بھی اولاد سیدۃ النساء فاطمہؑ میں سے نہ تھا۔ ہر دو مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سادات بنی فاطمہؑ ہونا تو درکنار وہ خاندانِ رسولؐ کے کسی دوسرے فرد کی اولاد میں سے بھی نہ تھے۔ بہرحال یہ احادیث رسولؐ بھی ہمارے مقصد کی کافی وضاحت فرماتی ہیں۔

نویں حدیث:- عن علی ابن الہلالی المکی قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طرفہ ایہا فقال حبیبتی فاطمۃ ما الذی یبکیک فقالت اخشی الضیعۃ من بعدک فقال حبیبتی اما علمت ان اللہ عزوجل اطلع الی اھل الارض اطلاعۃ فاختار منہا ...... الآخر (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر و ابونعیم و السیوطی فی عرف الوردی - ارجح المطالب علامہ عبید اللہ صفحہ ۴۲۱ بار چہارم) یعنی " علی بن الہلالی المکی فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض الموت میں حضورؐ کے پاس گیا جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

امامیہ کتب خانہ لاہور کے چند انمول موتی

تفسیر امام حسن عسکری
آثار حیدری

جو عرصہ سے نایاب تھی اب چھپ کر تیار ہو گئی ہے یہ بے بہا اور بلند قدر تفسیر کتاب [illegible] جو امامیہ [illegible] امام حجت [illegible] امام حسن عسکری علیہ السلام [illegible] السلام اللہ کا اردو ترجمہ ہے جسکو جناب مولوی سید شریف حسین [illegible] [illegible] اردو میں مرتب فرمایا ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] فاطمہ

مؤلفہ جناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب [illegible]

[illegible]

التفرق و التحریف فی الاسلام حصہ دوم

مصنفہ آغا محمد سلطان مرزا صاحب [illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ :- امامیہ کتب خانہ مغل حویلی حلقہ نمبر ۴۲ اندرون موچی دروازہ لاہور

اللہ شوق سے خود کتابیں پڑھا کریں

[illegible] ادارہ معارف اسلام خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں تمام آمدنی اشاعت دین پر صرف ہوتی ہے

مصنفہ آغا محمد سلطان مرزا [illegible]	نہج البلاغہ مترجم سید رئیس احمد جعفری [illegible]	اصول و اصول [illegible] [illegible]
[illegible]	[illegible]	اسلام اور مسلمانوں کی [illegible]
[illegible]	نہج البلاغہ [illegible]	[illegible]
[illegible]	مترجم مفتی جعفر حسین صاحب	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

ترسیل زر بنام :- مدیر اعزازی ادارہ معارف اسلام [illegible] لاہور

خط و کتابت بنام :- منتظم دفتر ادارہ معارف اسلام [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۲۵

مطبوعات ادارہ معارف اسلام

۱ اسرار توحید (از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام)

۲ خلاصہ تفسیر بالرائے معہ ضمیمہ معارف القرآن (از علامہ سید امداد حسین کاظمی و علامہ الحاج مرزا احمد علی)

۳ مواعظ حسنہ (علامہ شیخ عبدالعلی الہروی

۴ اخلاق المعصومین (از علامہ سید امداد حسین کاظمی)

۵ اسلامی معاشرہ تعلیمات اہلبیت) ترجمہ معارف الاخوان صدوق (از سید مرتضے حسین)

۶ اسلامی عقائد (تعلیمات اہلبیت) از ادیب اعظم سید ظفر حسن امروہی

۷ معارف نبوت و الامامت (از ڈاکٹر سید احمد حسین نقوی)

۸ حکومت ربانی (از ڈاکٹر حسین فاروقی)

۹ نوائے اقبال (از علامہ الحاج مرزا احمد علی)

۱۰ مہدی موعود (از علامہ الحاج مرزا احمد علی)

۱۱ موازنہ حق و باطل (از سید علی احمد شاہ سابق صدر حکومت آزاد کشمیر)

۱۲ دلیل عزا (از علامہ الحاج مرزا احمد علی)

و دیگر کتب منگوا کر خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیے

تمام آمدن صرف تبلیغ دین پر صرف ہوتی ہے

المشتہر ۔ مینیجر دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور (مرکز)
شاہ عالم مارکیٹ

غیاث الدین (سیکرٹری) ادارہ معارف اسلام (پرنٹر و پبلشر) نے تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ ۔ لاہور میں
دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور شاہ عالم مارکیٹ ۹ بی شیخ مینشن سے شائع کیا

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

مقام آئمہؑ و مخالفین :-

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ بعد از علی و حسنین آئمہ، حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی، اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وہ دین کی مضبوط رسی اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا واحد وسیلہ ہیں۔

(۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو لوگ دوزخ سے نہ نکل سکیں گے، اور جن پر ہمیشگی عذاب ہوگا، وہ دشمنان علی علیہ السلام ہوں گے۔ (تفسیر صافی)

ماہنامہ

معارف اسلام

لاہور

جون سنہ ۱۹۷۴ء
مطابق
جمادی الاول سنہ ۱۳۹۴ھ

مدیر مسئول
غیاث الدین

ناشر- ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

خصوصیات

ماہ شمسی و قمری

ماہ جون ۱۹۷۴ء مطابق ۱۱؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ / جمادی الثانی ہجری

(از مدیر اعزازی)

تاریخہائے ولادت و شہادت :۔

یوم ولادت حضرت امام زین العابدین ۶؍ جون ۱۹۷۴ء مطابق ۱۵؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ

یوم شہادت حضرت فاطمۃ الزہراؑ ۲۴؍ جون ۱۹۷۴ء مطابق ۳؍ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ

تاریخہائے نیک و بد :۔

نیک :۔ ۳، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ تا ۳۰؍ جون

بد :۔ ۱، ۲، ۴، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۲۴، ۲۶؍ جون ۱۹۷۴ء

ان تاریخوں کا خاص خیال رکھیں :۔

تعمیر مکان کے لئے نیک :۔ ۷؍ جون ۱۹۷۴ء

قرض لینے دینے کے لئے بد :۔ ۸، ۹؍ جون ۱۹۷۴ء

نکاح کے لئے بد :۔ ۱۷؍ جون ۱۹۷۴ء

سفر کے لئے بد :۔ ۱۲، ۲۵؍ جون ۱۹۷۴ء

قمر در عقرب :۔ شروع یکم جون ۱۹۷۴ء ۴ بجکر ۱۰ منٹ پر

ختم ۳؍ جون ۱۹۷۴ء رات کو ۱۲ بجکر ۴۰ منٹ پر

طبی ہدایات :۔ از حضرت امام رضا علیہ السلام ——— اس مہینہ میں خون کا غلبہ کم ہو کر صفرا کا غلبہ شروع ہوتا ہے۔ کثرت ریاضت مضر صحت ہے۔ چربی دار گوشت و زعفران کا استعمال نہ کریں۔ ٹھنڈی سبزیاں، شفتالو، کھیرا، ککڑی، خربوزہ، آلو بخارا کا استعمال صحت کے لئے مفید ہے۔ بکری، مرغ، مچھلی کا گوشت بہتر ہے۔

پہلے اسے پڑھیئے!

ضروری اعلان

بوجہ حالاتِ ملکی و گورنمنٹ عالیہ کی ہدایات و اعلان مجریہ یکم جون ۱۹۷۴ء

شمارہ ہذا میں سے مندرجہ ذیل مضامین احتیاطاً شائع نہیں کئے گئے:۔

۱:۔ فقہیہ اسلامیہ
۲:۔ حقوقِ نسواں
۳:۔ حقائق و واقعات
۴:۔ علمی جائزے
۵:۔ فوائد تضییعیہ

اگرچہ یہ پانچوں مضامین محض تحقیقات کا پہلو لئے ہوتے ہیں۔ اور کسی فرقہ کے خلاف نہیں ہیں۔ محض احتیاط کی وجہ ہے تاکہ معمولی سے معمولی طور پر بھی کسی کی طبیعت کے خلاف نہ گزرے، یہ اس ماہ شائع نہیں کئے گئے، آئندہ ماہ انشاء اللہ شامل کئے جائیں گے۔

مدیر معارفِ اسلام لاہور

تعلیماتِ قرآنِ مجید و محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا مبلغ

ماہنامہ

معارفِ اسلام

لاہور

جلد نمبر ۲۰ | جون ۱۹۷۴ء مطابق جمادی الاول ۱۳۹۴ھ | شمارہ نمبر ۳

حضرت مولانا مفتی سید محمد جعفر صاحب زیدی خطیب جامع مسجد اسلام پورہ لاہور

نگرانِ اعلیٰ :- امداد الملت علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ و ناظم ادارہ ——— شیخ غیاث الدین

مدیر اعزازی ——— سید احسن عمرانی

——— بدل اشتراک ———

پاکستان سے سالانہ :- ۹ روپے

بیرونجات سے سالانہ :- ۱۲ روپے

قیمت فی پرچہ :- ۷۵ پیسے

فی پرچہ خصوصی :- ایک روپیہ

——— زرِ رکنیت ———

پاکستان سے سالانہ ۱۲ روپیہ کم از کم - بیرونجات سے سالانہ ۱۵ روپے - رکنیت دوامی ۲۰۰ روپیہ یکمشت

شیخ غیاث الدین پرنٹر پبلشر نے ... لاہور سے چھپوا کر دفتر رسالہ معارف اسلام ... لاہور سے شائع کیا۔

ترتیب

[illegible]

راستی و درستی بہترین سیاست است

کشتی وفا!

ہماری رکاوٹ کے اسباب

دنیا عالم اسباب ہے۔ حاصل نہیں ۔ منزل ہے مقام نہیں ۔ اگر ہم صحیح مقام پر پہنچ گئے تو راستہ درست ہے ۔ اگر نجات حاصل کر کے صحیح مقام امن و اطمینان حاصل ہو گیا تو کامیاب رہے ورنہ دنیا میں تمام وقت ضائع بلکہ خود بیکار ہو کر رہ گیا ۔ خالق کائنات نے درستگی کے لئے سلسلۂ انبیاء کو جاری فرمایا ۔ اگرچہ فطرت انسانی میں اندرونی ہدایت موجود ہے ۔ مگر جب مافوق طاقتیں اسے دبا دیتی ہیں تو بیرونی ہادی کے ذریعے ہدایت دینا ناگزیر ہو جاتا ہے ۔ یہ تمام طریق کار بالکل عقل و علل کے عین مطابق ہے اور آیات قرآن و اقوال معصوم سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی جاری ہے ۔ مگر اسلام محمدی یا دین کامل کا سلسلہ خلیل خدا حضرت ابراہیم سے جاری ہوا ۔ دین ابراہیم اسلام محمدی کا مقدمہ تھا ۔ ارشاد ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ۔ (پ ۱ ع ۱۶) اور کون ہے جو طریقہ ابراہیم سے منہ پھیرے ۔ سوائے اس کے جس نے اپنے نفس کو احمق بنایا ۔ والدین و آباء و اجداد حضور سید المرسلین تمام ملت ابراہیمی کے پیروکار تھے ۔ خود آنحضرت پیغمبر اسلام کو بھی ہدایت بجانب اللہ موجود ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملت پر کاربند ہیں ۔ بعد از خلیل داستان کا اہم واقعہ ذبیح اللہ سے ہوتا ہے ۔ اس کی انتہا نواسہ سید المرسلین حسین ابن علی المرتضیٰ پر ختم ہوتی ہے ؎

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم ۔ نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسمٰعیل (اقبال)

مخلوق خدا کی آخری وراثت ۔ ہدایت کے لئے ہادی اعظم (ص) کے ظہور سے شیطانی قوتیں جو کھلا اعلیٰ اور اپنے پورے ہتھیاروں سے لیس ہو کر دین اللہ کے خلاف نبرد آزما ہو گئیں ۔ منافقین اسلام افراد میں سرایت کر گئیں اور اس کا آخری بڑا مقابلہ میدان کربلا میں ہوا ۔ پوری کوشش کے ساتھ مصائب کی انتہا کر کے جان عزیز رسول کو وقتی سلام سے ہٹانا چاہا ۔ مگر ؎

سر داد ۔ نہ داد ۔ دست در دست یزید ۔ حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

یعنی مسلمانوں میں ساتھ لائق کتاب اللہ و عترت اہل بیت رسول اللہ کا قافلہ شہادت حسینی ہی سے رواں دواں ہے ۔ شہادت حسین کے بعد سے کسی ایک بھی حکمران کو آج تک جانشین سید المرسلین سے مطالبہ بیعت کرنے کی

جرأت نہیں ہوئی۔ اور یہ قافلہ ہر عہد میں دین اسلام کو بچاتا ہوا، خود عداوت کی آمیزش سے بچتا بچاتا منزل مقصود
لیظہرہ علی الدین کلہ کی طرف رواں ہے۔ تمام عالم میں خدائے تعالیٰ کی واحد بادشاہت حکومت الٰہیہ
کے ذریعے ظاہر یعنی پورے کرۂ ارض پر قائم ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر ایسا نہ ہو تو دین اللہ پر کامل عمل دنیا میں ناممکن
تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور یہ پیام ربانی عالم انسانیت کے لئے ناقابل عمل تسلیم کرنے کی وجہ سے لایعنی ہو کر رہ جائے گا
اور ذات خالق کائنات کے متعلق یہ سوچنا بھی گناہ ہے کہ وہ ایسا حکم نافذ فرمائے جو ناقابل عمل ہو۔ محمد و آل محمد کے
ذریعے دین اسلام قائم ہے۔ یہ محمد مصطفےٰ کا فیض ہے۔ یہ علی المرتضیٰ کا فیض ہے۔ یہ حسن و حسین شریفین کا فیض
سید الشہداء کا فیض ہے کہ دین اپنی اصلی صورت میں قائم ہے۔ مبارک ہیں اس قافلے والے جو حسینی مشن کی تکمیل
و حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ اور خوش نصیب ہیں وہ جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تحریک عشق ہیں۔ مگر واے
زمانہ و اہل زمانہ پر کہ علما رنگ اقتدار اور جبہ دنیا میں کھو گئے۔ وہ سب فنا رہتا ہے۔ اس آخری دور میں جب علم
جمہور نے پیکا دکھایا۔ آخر ہم معصوم تو نہیں۔ زمانہ کا رنگ جیتا دیکھ کر ہمیں بھی رنگ جمنے کا شوق دامنگیر ہو
ہے ملکی سیاست تو ہو رہے انقلاب میں نہیں۔ اپنی اندرونی قومی سیاست میں الجھ پڑے ہیں۔ علما و ذاکرین ان کی
رکاوٹ بن گئی ہیں ـــــ ہمارے نشر و اشاعت و حفاظت دین حقہ کا جو پروگرام جاری تھا اور قافلہ
مقصود کی طرف جو جاری و ساری تھا، اس کے اثرات ہمارے ذاتی عزت و شہرت کی وجہ سے غیر موثر ہو گئے ہیں
ہم اچھے ہوتے ہوئے بھی بدنام ہو رہے ہیں۔ مستحق حقوق ہوتے ہوئے بھی اپنی نااتفاقی و انتشار کی وجہ سے حقوق
و محروم ہو رہے ہیں۔ طاقتور ہوتے ہوئے بھی کمزور سمجھے جا رہے ہیں۔ المیہ اس داستان کا یہ ہے کہ احساس کمتری
میں مبتلا ہو کر ہم خود بھی اپنے آپ کو کمزور و ناتواں، بداعمال و بدکردار سمجھنے لگے ہیں۔ اسے دل شکستگی کہا جائے یا
افسردگی! اور اس کی وجہ محض ایک اور صرف ایک ہی نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ مقصد کو چھوڑ کر ہم نے ذات
کو پیش نظر رکھ لیا ہے اور ذات ہی کو اپنا مقصد بنا لیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم پر اغیار کی یلغار
شروع ہو چکی ہے۔ ہمارے دین کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ غلط اور بے بنیاد عقائد کو ہم سے منسوب کیا جا رہا ہے۔
چاہیئے یہ کہ ہمارے علما و ذاکرین اپنی تحریر و ذات کو بالائے طاق رکھ کر صرف اپنے دینی مقاصد ہی کو پیش نظر
رکھیں۔ پھر یہ رکاوٹ ان امام حسینؑ علیہ السلام ہونے کی وجہ سے خود بخود زندہ جاوید ہو سکتے ہیں۔ جب سے ذاتی
وجاہت و شہرت کے سوالات سامنے آئے ہیں، حصول مقاصد میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو چکی ہے۔ دین
بیچنے کی بجائے سٹرنگ ہو رہا ہے کوئی آپ کی بات بھی سننے کو تیار نہیں۔ حق فرمایا خالق انسان نے
ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم ... (پ ۱۰ - ع ۲) اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم بہت بزدل ہو جاؤ گے
اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (خ)

معارف اسلام میں دو مفید اضافے

اس شمارہ سے معارف اسلام میں ایک تو باب الفقہ کا اضافہ ہو رہا ہے جس میں حضرت اعلم العلماء و افقہ الفقہاء مجتہد اعظم حضرت آقائی سید محمد کاظم شریعتمدار مدظلہ العالی حوزہ علمیہ قم کے مسائل فقہ درج کئے جائیں گے۔ جن کے بعض دقائق کی تشریح جناب معلی القاب ڈاکٹر حسن عسکری مرزا خلف اکبر حضرت علامہ الحاج مرزا احمد علی اعلی اللہ مقامہ نائب صدر اعلیٰ ادارہ معارف اسلام پاکستان بطور فٹ نوٹ فرمائیں گے۔ مسائل شروع کرنے سے پیشتر فقہ اسلام پر مقدمہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا اس حالیہ اشاعت میں درج ہے۔ یہ سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔ دوسرے آقائے شریعتمدار مدظلہ سے ان کے متعلق ہدایات بھی لیتے رہیں گے۔

دوسرا اہم اضافہ کتاب مستطاب "فوائد ضیغمیہ" کی اشاعت کا اجراء ہے۔ یہ کتاب حضرت ضیغم اسلام علامہ الحاج مرزا احمد علی مرحوم و مغفور اعلی اللہ مقامہ کے ملفوظات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ یہ بھی علامہ مرحوم کے فرزند اکبر ڈاکٹر عسکری بن احمد کی کاوش کا عمدہ نتیجہ ہے۔ جس میں علامہ مرحوم کی زندگی کے واقعات درج کئے جائیں گے جو آنجناب کے مناظروں، بحثوں، مکالموں اور دیگر واقعات جو خدمات دین اسلام سے متعلق ہیں، درج ہوں گے۔ یہ کتاب نہ صرف یادگار علمی خزانہ ہوگی بلکہ علمائے دین حق اور ذی علم حضرات مبلغین و مناظرین وغیرہ کے لئے بہت فائدہ مند اور رہنما ثابت ہوگی۔ واضح رہے کہ ہر شمارہ میں اس کے آٹھ صفحات مسلسل صورت سے شائع کئے جائیں گے۔ یعنی ابتداء اس شمارہ میں ص۱ تا ص۸۔ دوسرے ماہ میں ص۹ تا ۱۶، تیسرے ماہ میں ص۱۷ تا ص۲۴۔ اسی طرح مسلسل صفحات کے ساتھ شائع ہوگی۔ تاکہ اختتام کے بعد قارئین معارف تمام اجزاء اکٹھے کر کے اسے علیحدہ کتاب کی صورت میں جلد کروا سکیں۔ علم دوست حضرات نوٹ فرمالیں۔

معارف اسلام کا مقصد

قارئین معارف اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ ادارہ معارف اسلام کوئی تجارتی یا کسی کا ذاتی ملکیتی ادارہ نہیں ہے۔ بلکہ ضابطہ کے مطابق یہ ایک نظام کے ماتحت چل رہا ہے۔ کوئی اس کا مالک نہیں۔ جو کچھ بھی آمدنی کم یا زیادہ ہوتی ہے وہ اس کے مقاصد کے تحت تبلیغات محمد و آل محمد پر صرف ہو جاتی ہے ماسوائے دفتری اسٹاف کے منتظمین میں سے کوئی تنخواہ یا کسی دوسری صورت میں معاوضہ نہیں لیتا۔ لہٰذا دوسرے اداروں یا غیر اسلامی مشنوں کی طرح اس الزام سے بری ہیں کہ یہ معاوضہ لیکر تبلیغ کرتے ہیں۔ چونکہ ہم اس کو دین حق کی تبلیغ کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنا فرض سمجھتے ہوئے حق بات سمجھتے اور کہتے رہیں۔ یہی اسوۂ ائمہ اطہار ہے

ان مقدس ہستیوں نے حکومت حاصل کرنے کے لالچ میں اسلام کا نام بلند نہیں کیا بلکہ تحفظ و اجرائے دین ہدیٰ کے لئے اپنی جانیں تک قربان کردیں۔ اپنا مال و دولت اسلام اور اہل اسلام کے لئے صرف کر ڈالا۔ ہم جو کہ ان ہی کی پیروی کرنے کا اقرار کرتے ہیں اور لوگوں کو تلقین کرتے ہیں۔ لہٰذا مقصد اپنی ذات کو پروجیکٹ کرنا نہیں بلکہ اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق اشاعت دین حق ہے۔ اگر اس سے بہتر ہمیں کوئی اور مسلک جو ہمارا ان سے زیادہ پاکیزہ تعلیمات ملتیں تو ہم فوراً اسے قبول کر لیتے۔ یہی سبب ہے کہ اس کے منتظمین باوجود اپنی ذاتی دیگر مصروفیات و فرائض کے اپنے جذبہ ایمانی و فرائض مذہبی کے پیش نظر کچھ نہ کچھ وقت نکال کر معارف اسلام کیلئے کام کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے معارف اسلام کی نشریات نہ صرف تبلیغ دین اسلام کے لئے بلکہ اصلاح مسلمین کے لئے بھی کافی موثر ہوتی ہیں۔ معارف اسلام نہ تو مقامی و ملکی سیاسیات میں دخل دیتا ہے نہ ہی قومی اختلافات یا علماء و لیڈران کے ذاتی اختلافات میں دخل دینا مناسب سمجھتا ہے۔ اہل اسلام کے کسی مستقر فرقہ کے مسلک میں دخل دینا بھی معارف کے مقاصد میں نہیں۔ لا اکراہ فی الدین ہماری پالیسی ہے۔ اسی لئے آج تک معارف اسلام نے کبھی کسی دیگر مسلک کے متعلق پہل نہیں کی۔ مگر جب پاکستان کے بعض ناعاقبت اندیش اور مخالف پاکستان پراگندہ فرقہ وارانہ انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خاص طور پر شیعہ اسلامی مسلک فکر کو تختہ مشق بناتے ہیں تو مجبوراً ضروری مناسب و معقول جواب دینا پڑتا ہے۔

اب مثلاً ماہنامہ طلوع اسلام لاہور نے بغیر ہماری طرف سے کسی تذکرہ و مطالبہ و مخالفت کے لکھ دیا کہ "شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ جو قرآن مسلمانوں میں مروج ہے وہ محرف ہے"۔ اب بتائیے کہ اس کو کیا سمجھا جائے بجز بہتان کے اگر یہ نہیں تو اور کیا ہے۔ جبکہ اس عقیدہ کا شیعہ مسلک اسلامیہ میں کوئی وجود نہیں۔ جواب دینا ہمارا فرض ہو گیا۔

پاکستان میں تقریباً ہر فرقے کے مسلمان آباد ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی کسی دوسرے مسلک کی مخالفت نہ کرے۔ بلکہ اپنے طریقے کی تبلیغ کرے۔ مثبت انداز میں نہ کہ دوسروں کے مسلک کی برائیاں بیان کرے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ جن کے سامنے تمام اسلامی فرقوں کے صحیح تعلیمات کھلی کتاب کی طرح موجود ہیں۔ مگر کسی کی مخالفت کرنا ہماری پالیسی میں شامل نہیں۔ ہم بہت کچھ لکھ سکتے ہیں۔ مگر جب خود ہمارے پاس لعل و جواہرات کا خزانہ موجود ہے جس کی آب و تاب کی وجہ سے دیگر مصنوعات خود بخود ہی ماند پڑ جاتے ہیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوسروں کی برائی کریں۔ کیونکہ ہم تو بعد از رسول اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ ان کو ہی کہ جن کی برتری و بہتری کو تمام اہل اسلام تسلیم کرتے ہیں اور اگر اہل اسلام تسلیم نہ کریں تو ان کی عبادت تک درست نہیں ——— بہرحال یہی طریق کار اہل پاکستان کے لئے بہتر ہے اور یہی معارف اسلام کی پالیسی ہے۔ (ر۔غ)

ارشاداتِ معصومین

کلماتِ سیّد المرسلین و ائمۂ طاہرین

انتخاب و ترجمہ:- سید جمیل احمد رضوی ایم۔اے مدظلہٗ

حرمتِ حسد

حسد روحانی امراض میں سے ایک بڑا مرض ہے۔ یہ جسم و روح دونوں کے لئے باعث فساد ہے۔ کتاب خدا اور فرمودات معصومینؑ میں اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد رب العزت ہے:- وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (نساء: ۳۲) یعنی اس کی آرزو نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر اپنے فضل سے دیا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (نساء: ۵۴) یعنی کیا وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ سورہ فلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق: ۵) یعنی اے خدا! میں حاسد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، جبکہ وہ مومن کے ساتھ حسد کرے۔

حضرت پیغمبرِ خداؐ نے فرمایا حسد اعمالِ حسنہ کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو جلا دیتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ وحشتناک چیز جس سے میں اپنی امّت کے بارے میں ڈرتا ہوں یہ ہے کہ ان کے پاس مال زیادہ ہو جائے گا اور وہ ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور باہم قتال کریں گے۔ پھر فرمایا اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا جو دوسروں کے ساتھ اس پر حسد کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر فضل کیا ہے۔ حضرت ابو عبد اللہؑ سے منقول ہے کہ دین کی آفت حسد، خود بینی اور فخر ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا، حاسد آسودہ نہیں ہوتا۔ حاسد ہمیشہ مغموم و محزون رہتا ہے۔ مقامِ تعجب ہے کہ حاسد اپنے تن کی سلامتی سے غافل ہوتے ہیں۔ حسد جسم انسانی کو فنا کر دیتا ہے۔ حسد جسم کے لیے قید خانہ ہے۔ حسد سے ڈرو کیونکہ وہ انسانی روح کو معیوب بنا دیتا ہے۔

رسولِ خدا نے فرمایا:۔ پہلی امتوں کا مرض تم میں نفوذ کر گیا ہے۔ بغض اور دشمنی۔ دونوں جھگڑے ہیں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کا ہلاک کرنے والا ہے بلکہ دین کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں محمدؐ کی جان ہے، تم جنت میں ہرگز نہ جاؤ گے، جب تک کہ ایمان نہ لاؤ گے، اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے، جب تک تم باہم محبت نہ رکھو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس چیز کی خبر دوں جس کے ساتھ دوستی کی جاتی ہے؟ سلام کو آپس میں آشکار کرو۔ اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ ان کے پاس مال زیادہ ہو جائے گا اور میرے امتی آپس میں حسد کریں گے اور مارے جائیں گے۔

رسولِ خدا نے فرمایا:۔ چھ قسم کے لوگ حساب سے پہلے ہی جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی یا رسولؐ! وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا:۔ حاکم ظلم و ستم کی وجہ سے۔ عرب عصبیت کی وجہ سے۔ دہقان کبر و نخوت کی وجہ سے۔ تاجر خیانت کی وجہ سے۔ اہلِ دیہات جہالت کی وجہ سے اور علماء حسد کی بنا پر۔

حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے کہ خوشامد اور حسد اخلاقِ مومن میں سے نہیں ہیں۔ مگر طلبِ علم میں۔

مرد انصاری کی حکایت:۔ غزالی کہتے ہیں کہ ایک روز رسولِ خدا چند صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اب جو شخص مسجد میں داخل ہو گا وہ اہلِ بہشت میں سے ہے۔ اصحاب نے دروازے کی طرف ٹکٹکی لگائی تاکہ دیکھیں کہ بہشتی کون ہے۔ اتنے میں ایک انصاری مسجد میں داخل ہوا وضو کے پانی کے قطرے اس کے چہرے سے ٹپک رہے تھے۔ دوسرے روز رسولِ خدا کے اصحاب مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آنحضرتؐ نے کل والی بات دہرائی۔ انھوں نے دیکھا کہ پھر وہی مرد انصاری مسجد میں داخل ہوا۔ تیسرے روز بھی آپ نے وہی جملہ اس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

عبداللہ بن عمرو عاص جو کہ اپنے آپ کو زیادہ عبادت گزار سمجھتے تھے اس انصاری کا سراغ لگانے نکلے اور اس سے کہنے لگے کہ میرا والد سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ میں تین روز تک باپ کے گھر نہ جاؤں گا۔ آپ مجھے ان تینوں دنوں کے لئے مہمان رکھ لیں گے؟ انھوں نے کہا۔ ہاں!۔ عبداللہ رات بھر جاگ کر منتظر رہتے کہ انصاری کے اعمال کو دیکھ سکیں جس کے متعلق اللہ کے پیغمبر نے ایسا فرمایا ہے۔ عبداللہ کے انتظار کے خلاف وہ (مرد انصاری) شب بھر سوتے رہتے اور صبح اٹھ کر نماز ادا کی۔ عبداللہ حیران ہو کر اتنی کم عبادت کرنے والے کو آپ بہشتی کیوں سمجھتے ہیں۔ دوسری اور تیسری رات بھی ایسا ہی ہوا۔

صبح کے وقت عبداللہ نے مرد انصاری سے کہا۔ میرے اور میرے باپ کے درمیان کوئی جھگڑا نہ تھا

صحیفہ کو اپنے بیٹے کے ہاتھ جناب عثمان کے پاس بھیجا اور کہلوایا فانّ فیہ امر النبی صلعم فی الصدقۃ پس یہ تحقیق کہ اس صحیفہ میں صدقات کے متعلق اوامر و احکام ہیں (کتاب الخمس کتاب الجہاد)۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ماکتبنا عن النبی صلعم الا القرآن ومافی ھذہ الصحیفہ۔ قال النبی یعنی ہم نے نبی اکرمؐ سے کچھ نہیں لکھا سوائے قرآن اور جو کچھ اس صحیفہ میں اقوال نبی میں سے ہے۔ (باب اثم من عاہد ثم غدر کتاب الجہاد)۔ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا ھل عندکم کتاب۔ آپ کے پاس کچھ مکتوب ہے؟ قال لا الا کتاب اللہ او فہم اعطیہ رجل مسلم اومافی ھذہ الصحیفہ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا نہیں۔ مگر کتاب اللہ اور مرد مسلم کو عطا کردہ فہم خدا کتاب اللہ اور جو کچھ اس صحیفہ میں احکام ہیں۔ یہی کچھ ہمارے پاس نوشتہ ہیں۔ (کتاب العلم باب کتابۃ العلم)

فقہ جعفریہ

شیعہ فقہ یا فقہ جعفریہ کی نشر و اشاعت میں اور تدوین و کتابت میں نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ نے اساسی کام کیا۔ پھر امامین شریفین حسنینؑ، پھر امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور پھر امام جعفر صادقؑ نے نمایاں حصہ لیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس فقہ کو خصوصی نسبت کئی وجوہات سے ہے۔ آپ کا عہد امامت ان ملکی و عسکری جور و استبداد سے پاک تھا جو بنی امیہ نے ان آئمہ اہلبیتؑ اور ان کے دین و فقہ کی نشر و اشاعت پر روا رکھی تھی۔ اموی حکومت نے دم توڑ دیا تھا اور عباسی حکومت ابھر رہی تھی۔ پس امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد و امجاد کی تعلیمات کو عام کیا۔ نشر و اشاعت اور ترویج و تبلیغ کی سب پابندیاں جو روز اول سے ہی سقیفائی خلافت نے عائد کر دی تھیں اور بنو امیہ کے عہد میں عروج پر تھیں کہ بحکم امیر وقت جامع مساجد کے منبروں پر حضرت علیؑ فقیہ اول و اعلیٰ اور مرجع الصحابہ پر (نعوذ باللہ) سب و شتم ہوتا رہا۔ یہ سب پابندیاں اس دور میں اپنے آپ ختم ہو گئیں۔ اس لئے یہ فقہ عام طور پر رائج ہوا۔ اور امام جعفر صادقؑ مرجع خاص و عام ہوئے۔ مرجع انام ہوئے۔ حقیقت میں یہی فقہ محمدیہ ہے۔ یہی فقہ علویہ ہے۔ یہی فقہ حسنیہ ہے اور یہی فقہ حسینیہ ہے۔ یہی فقہ سجادیہ۔ یہی فقہ باقریہ اور یہی فقہ جعفریہ ہے۔ مابعد کے آئمہ اہلبیت اثنا عشریہ اسی کو پیش کرتے رہے۔ اور خلیفۃ الرحمٰن شریک القرآن امام مہدی علیہ السلام بھی اسی کی ترویج کریں گے۔

فقہ الفقہاء

حنفی فقیہ ابو حنیفہ کی سوانح حیات موسومہ سیرۃ النعمان میں امام محمد باقرؑ کی شاگردی کے عنوان سے جناب شبلی نعمانی اعظمی یوں رقمطراز ہیں:۔ ابو حنیفہ مدینہ گئے تو امام باقر محمد باقر علیہ و آبائہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور ایک مدت تک استفادہ کی خاطر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ امام محمد باقرؑ

کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا ...
نے اس سے انکار کیا ہے کہ ابو حنیفہ امام جعفر صادق کے ہمعصر اور ہمسر تھے، اس لئے شاگردی کیونکر
کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں، لیکن فضل
میں ان کو امام جعفر صادق سے کیا نسبت؟ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم تو اہلبیت کے گھر سے ...
فصاحب البیت ادریٰ بما فیھا۔ اور صاحب خانہ ہی بہتر جان سکتا ہے اور بہتر جانتا ہے جو ...

فقہ جعفریہ کی برتری

فقہ جعفریہ اسلامیہ باقی دوسرے مسالک فقہ سے کئی ...
ہے اور امتیازی شان رکھتا ہے۔ یہی وہ فقہ ہے جو سلسلۃ الذہب
کی روایات پر اپنی بنیاد استوار کرتا ہے۔ اصول فقہ میں یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ...
دیتا ہے۔ اس مسلک میں توحید مع عدل، باقی کے موحدین (اور غیر مقلدین) کی توحید سے اعلیٰ
ہے نبوت کا تصور (CONCEPTION) بڑا پرفیکٹ اور ارفع۔ انبیاء کی شان سب سے ...
کا عقیدہ عین قرآنی اور معاد کا تصور وہی جو وحی الٰہی نے بتلایا۔ اور پیغمبر اسلام نے ہم تک پہنچایا

فقہ جعفریہ یہ اپنی تدوین و ترویج میں کبھی بھی ملکی اقتدار کا مرہون منت اور ...
کا دست نگر نہیں ہوا۔ نہ اس کی نشر و اشاعت میں حکمرانوں کا ...
اور نہ ہی وہ حکومت کے مصالح اور وقتی سیاست کی پیداوار ہے۔ سقوط ملکی ...
اس پر اثر انداز نہیں ہوا۔ استبداد جب بھی راہ میں آیا، یہ سد راہ بن کر آیا۔ ڈنڈوں کا ...
سے کبھی وہ رائج نہیں کرایا گیا۔

آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جہاں مسلمان نہ ہوں اور فقہ جعفریہ پر عمل پیرا ...
نہ ہوں۔ ست جعفری باش گر خدا خواہی ٭ ورنہ ہر طریق گمراہی

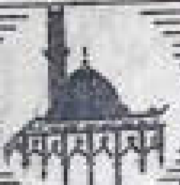
"جعفریہ" اجتہاد و تقلید کے تصور و نظریہ میں بھی باقی مقلدین مسالک فقہ (یعنی
مالکیوں، حنفیوں، شافعیوں اور حنبلیوں) سے بنیادی مختلف ہیں۔ ان سب میں اجتہاد
و تقلید جامد ہے۔ مگر مجتہد اعلم اور فقیہ اعظم کا تصور اور مجتہد جامع الشرائط اور مرجع
کی تقلید میں فقہ جعفریہ اپنی منفرد شان رکھتا ہے۔ مجتہد العصر والزمان اور تقلید مجتہد زندہ
کی کوئی گنجائش باقی مقلدین میں نہیں ہے۔

آمدم برسر مطلب

ہم ان صفحات میں انشاء اللہ شرع محمدیہ اور فقہ جعفریہ کے
احکام و مسائل تقلیدیہ کو مطابق فتاویٰ آیۃ اللہ العظمیٰ

(باقی صفحہ ...)

منظومات



کام اسلام کے آئیں ←

شہِ مرداں کی طرح

از:- استاذ الشعراء حضرت سہیل بنارسی مدظلہ

آنکھوں میں رہے تو تو و مرجاں کی طرح
داغ دل جلتے رہے شمع فروزاں کی طرح

دین کو لبوں پر تھی "زباں پر شیریں"
صبح بے نور رہی شام غریباں کی طرح

کا غم خوار کہیں، دین کا عزا خوار کہیں
دیں سے ٹکرانے کو دنیا بڑھی طوفاں کی طرح

ادوں میں نہیں فاطمۂ زہرا کی مثال
تار آنسو کے مسلسل رہے باراں کی طرح

کی یادیں، اپنے کو فراموش کیا
دن گذارے شب تاریک بیاباں کی طرح

کے ہمراہ تھا، اُمت کی شکایت کا الم
وسعت ارض و سما تنگ تھی زنداں کی طرح

مایوسیاں تھیں، وہ جیسے افسانے میں
غم سے دل آج بھی سی پارہ ہے قرآں کی طرح

کا بھی تھا، شوہر کا بھی، بیٹوں کا بھی غم
پیکر غم تھیں ثبات ان کا تھا فاراں کی طرح

کردار تھا اک درس زمانے کے لئے
ظلمت کفر میں ضوپاش تھیں ایماں کی طرح

صلہ باطن میں تھا حسرت و حرماں کا ہجوم
دل تھا آباد، مگر گنج شہیداں کی طرح

کے قربانیاں بیٹوں کی، ہو جس فخر خلیل
کام اسلام کے آئیں، شہ مرداں کی طرح

ہیں نظر، نزع کے آثار بھی تھے
فکر امت تھی، مگر ختم رسولاں کی طرح

نظیر جہاں، عازمِ فردوس ہوئی
جسم سے روح چلی نکہت ریحاں کی طرح

زندگی پر درد، سوانح عمری
اہل عرفاں کی نگاہوں میں ہے عرفاں کی طرح

رات کے پردے میں ہر چند اٹھی تھی میت
نقش روشن ہی سہیل اختر تاباں کی طرح



زیر ترتیب بیاض تفسیر مودت کا ایک غیر مطبوعہ ورق۔ از خاکپائے اہلبیت سید مقدا بخاری

شمس الضحٰے میں ہے، کبھی بدر الدجیٰ میں ہے
تیرا ہی نور ارض و سما کی ضیا میں ہے

قرآنِ پاک میرے نبیؐ کی ثنا میں ہے ☆ اور پنجتن کی شان، حدیثِ کسا میں ہے
جو لطف و سرور چشمِ مصطفےٰ میں ہے ☆ اس کا تمام کیف ہے قل کفا میں ہے
ہر فیضِ مصطفےٰ کا شہِ لافتیٰ میں ہے ☆ توفیق سب امور کی دستِ خدا میں ہے
وہ بات جو مقامِ شہِ لافتیٰ میں ہے ☆ سوچے کوئی تو اس سے سوا انّما میں ہے
دو ٹکڑے چاند کر دیا میرے رسولؐ نے ☆ انسان کا شعور ابھی تک خلا میں ہے
وہ بات زاہدوں کے تقدس میں ہے کہاں ☆ مستوں قلندروں کی جو رمزِ انا میں ہے
دل کو سکون ملتا ہے ذکرِ حبیب سے ☆ مولا ترا ہی نام مری ہر ادا میں ہے
پابند مومنوں کو مودّت پہ کر دیا ☆ مخفی یہ راز آیۂ قتا و بیلٹے میں ہے
جیسو کرے نگاہ سر و چہرہ کو جو حسنؑ ☆ تر تمثیل حسینؑ کے وہ نور و ضیا میں ہے
سجدہ میں سر کٹا کے یہ بتلا گئے حسینؑ ☆ ہر اک رضا خدا کی بشر کی رضا میں ہے
حبِ علیؑ و شبّر و شبیر کے بغیر ☆ پھولوں میں رنگ ہے نہ روانی ہوا میں ہے
نا اہل بے خبر کو جو کیا اس کی کچھ خبر ☆ کتنا سرور آلِ نبیؐ کی ثنا میں ہے
کچھ اس طرح سے جان فدا کی حسینؑ پر ☆ عباسؑ! تیرا تذکرہ اہلِ وفا میں ہے
یا رب بلطفِ آلِ عباؑ ہم پہ ہو کرم ☆ اسلام آج پھر تو اگر کرب و بلا میں ہے
پھر کیوں نہ وا ہو باب اجابت برے لئے ☆ دونوں جہاں کا درد جو میری نوا میں ہے

آلِ نبیؐ کو قتل کیا جس جفا کے ساتھ
ہر زخم اس کا آج بھی قلبِ فضا میں ہے

لہ دیج لفظ، عزم تم مل نئے ۔ (دلی)

مجذوب

فکر شیخ ضیاء اللہ صاحب ضیا۔ سوداگر
انارکلی۔ لاہور

۱ روشنی! روشنی! کہتا ہوا اک دیوانہ ۔ صبحدم شہر میں آتا ہے، کسی بستی سے
اس کی وحشت سے برستا ہے تقدس کا جلال ۔ اک متانت ہے عیاں اس کی جواں مستی سے

۲ خشکی و حدّتِ موسم سے ہے بیگانہ سا ۔ اس کا جھلسا ہوا اُتھرایا ہوا عریاں بدن
صبحدم روز اسی دُھن میں چلا آتا ہے ۔ ڈھونڈتا ہے کسی گم گشتہ تجلی کی کرن

۳ شب کا عفریت ہے، شمشیرِ سحر سے دو نیم ۔ پرچم افروز ہے زرتاب اُجالوں کی ردا
نقرئی کرنوں نے بخشا ہے زمانے کو فروغ ۔ جگمگا اٹھی ہے، تنویر سے عالم کی فضا

۴ صبحِ نورستہ کے زرپوش ضیا خانوں میں ۔ اس کو ہے کونسے مفقود اُجالوں کی تلاش؟
کونسی فکر نے مجذوب کیا ہے اس کو ۔ اس کو ہے کونسے ناپید ضیاؤں کی تلاش؟

۵ یہ اسی روشنیٔ حق کا ہے شیدائی ۔ جس کو پھیلانے کی خاطر کٹا شبیرؑ کا سر
جس کی تبلیغ میں مجروح ہوئی لاشِ حسینؑ ۔ اور چھینی گئی زینبؑ کی مقدس چادر

۶ ہے یہ وہ روشنی، جس کا ہے تعلق دل سے ۔ مہر و خورشید کے لمعات میں یہ چیز کہاں
فردِ مومن کو یہ ملتی ہے، علیؑ کے دَر سے ۔ اس کے شاہد ہیں غفاریؓ و بلالؓ و سلمانؓ

۷ پوچھتا کوئی نہیں بات، یہ دیوانے سے ۔ لوگ بیساختہ ہنس دیتے ہیں دیوانے پر
طفل بھی اس کا ہر سمت اڑاتے ہیں مذاق ۔ اور برساتے ہیں پتھر بھی سرِ راہ گزر

۸ روشنی! روشنی! کہتا ہوا، یہ دیوانہ ۔ لوٹ جاتا ہے اسی دُھن میں کسی بستی کو
لوگ اس خندۂ بیجا سے عیاں کرتے ہیں ۔ اپنے احساس کی [illegible] زدہ پستی کو

۹ کتنے دیوانے اسی فکر میں ہو کر مجذوب!
فطرتِ [illegible] ہوئے ہیں مغلوب!

مجذوب کے پس منظر میں ہر وہ شخص جلوہ افروز ہے، جو روزِ عاشور جلوسِ ماتم میں شریک ہو کر
زمانہ کو اسی روشنی کی طرف دعوت دیتا ہے (ضیا)



قصیدہ در مدحت امام زین العابدینؑ

از: شاعر آلِ محمد جناب محسنؔ بنارسی۔ مدظلہٗ
کراچی

بہار آئی کھلے گل، ہر طرف ساماں ہے عشرت کا
گھٹا اٹھی برسنے کو ہے ہر سو، ابرِ رحمت کا

گلوں کا رنگ ہے نکھرا ہوا شبنم کے قطروں سے
شفق کی روشنی میں کیف ہے عارض کی رنگت کا

بہار آئی نظر آتا ہے، ہر سو، فیضِ قدرت کا
گلستاں کی یہ کلیاں رازِ سربستہ ہیں قدرت کا

جوانانِ چمن ہیں مست، ہر جا مدح خواں تسبیح
ہر اک جانب خوشی پھیلی ہے، دم بھرتے ہیں الفت کا

خدا کے فضل سے، ہنگامۂ فصلِ بہاری ہے
لبالب ہو جو ساغر، شور ہو خوبیٔ قسمت کا

وہ ساقی آ گیا، گردش میں آیا خود بخود ساغر
بجے، پینے والو! جام اب صہبائے عشرت کا

کوئی محفل سے کیوں تشنہ دہن اٹھے مرے ساقی
ہے چرچا جابجا رندوں میں اب تیری عنایت کا

ہزاروں حسرتیں لے کر یہاں سب رند آئے ہیں
مرے ساقی یہاں مجمع ہے سب اہلِ مودت کا

نہ واعظ کی ہے پروا اور نہ مجھ کو محتسب کا ڈر
ازل سے بادہ کش ہوں، ساقیٔ اول کی الفت کا

خوشا قسمت کہ ہوں مداح میں آلِ محمدؐ کا
یہ آبائی ہے پیشہ اور اخر ہے فیضِ محبت کا

ولادت ہے امامِ سیدِ سجادؑ کی ساقی
عنایت جام ہو جو تھا، یہ صدقہ ان کی الفت کا

مری مدحت سرائی، فیض ہے جوشِ عقیدت کا
یہ بخشش کا ذریعہ بھی ہے اور خوبیٔ قسمت کا

عطا حق نے کیا علمِ لدنی تم کو اے مولا!
علیؑ کے نقش ہو، ہے منکشف اسرارِ قدرت کا

عبادت کیوں نہ کرتی ناز زین العابدیں تم پر
عبادت پر عبادت تھا یہ عالم تیری رفعت کا

یہ دم میں نقشِ پا، جن کا چراغِ بزمِ وحدت ہے
انھیں کا فیض ہے جو دور ہے خالق کی رحمت کا

حقیقت میں تمھیں ہو افتخارِ ساجدیں مولا
تمھارے سر پہ سہرا بندھ گیا حق کی اطاعت کا

بہت ادنیٰ ہوں، مداحی کا ہے مجھ کو شرف بخشا
دیا مجھ کو بھی ہے مولا نے کچھ حصہ فصاحت کا

نہیں کھٹکا مجھے برزخ میں ہے، محسنؔ نہ گھبرانا
مجھے کیا ڈر فشارِ قبر و گرمیٔ قیامت کا

اٹھے گا شور مرقد میں علیؑ تشریف لاتے ہیں
یکایک ہوگا ہر قبہ منور میری تربت کا

سلام

از پروفیسر حسن عسکری کاظمی ۔ جہلم

بہت بلند کیا دوش پر اٹھا کر بھی
علیؑ کو دل میں محمدؐ گئے بٹھا کر بھی

کچھ اور قرض بھی لازم ہے تم پہ اہلِ عزا
قرار آئے نہ رسمِ عزا منا کر بھی

علیؑ رسولؐ کی تصویر تھے شبِ ہجرت
کوئی تو دیکھتا چادر ذرا اٹھا کر بھی

غمِ حسینؑ میں دل خون ہو کے بہ نکلا
بھرا ہوا ہے خزانہ مگر لٹا کر بھی

اٹھا جہاں سے جو حبِّ علیؑ سے بیگانہ
وہ سرخرو نہ ہوا خون میں نہا کر بھی

مقطع

ادائے خاص سے اصغرؑ نے مسکرا کر بھی
غرورِ کفر کو توڑا ہے، تیر کھا کر بھی

علیؑ کے مدِّ مقابل کی خستگی تو یہ
ملا قلم نہ اسے ایڑیاں اٹھا کر بھی

بلند ہو کے شہیدوں کے سر بنے پرچم
رہا خیالِ مراتب، عروج پا کر بھی

وہی حسینؑ سے دعویٰ کرے محبت کا
جو مسکرائے قضا سے نظر ملا کر بھی

سرِ حسینؑ نے قرآن کی تلاوت کی
دکھایا معجزہ نیزے پہ سر کٹا کر بھی

بہت بہائے زمانے کی آنکھ نے آنسو
یہ غم ہے تازہ حسنؔ اشکِ خوں بہا کر بھی

سلام

از بسملؔ مظفر نگری مرحوم (یوپی)

اے سلامی گو نحیف و زار ہوں — پھر بھی دشمن کے لئے آزار ہوں
کیوں نہ ہو قرباں مری جانِ حزیں — ہیں علیؑ مرکز تو میں پرکار ہوں
مانتے ہیں خیبری لوہا مرا — پھر رہا ہے آج بھی وہ تلوار ہوں
کاٹ کر رکھ دوں ابھی اعدا کے سر — میں علیؑ کی تیغِ جوہر دار ہوں
شامیوں کے سر اڑا دیتی مگر — میں مطیعِ مسلکِ ابرار ہوں
ساقیا! مجھ کو پلا دے جا شراب — منتظر ہوں، جامِ کوثر کا طلبگار ہوں
اے فرشتو! کیوں ڈراتے ہو مجھے — میں غلامِ حیدرِ کرار ہوں
شکر کر یہ نشہ ہوا بسملؔ مگر — پھر بھی اعدا میں ابھی [illegible] ہوں

گلہائے عقیدت

از قاضی وصیت علی۔ ڈان پیپر مارٹ راولپنڈی

کیا لکھوں میں معارف اسلام کا شرف ✿ میں نام کا شرف لکھوں یا کام کا شرف
گو ریزِ بے سدا، قلم حضرت غیاث ✿ پیشنگوئی آپ کی الہام کا شرف
ایسا ادارہ یہ نہیں، ممکن کسی سے ہے ✿ ظاہر ہوا ہے آپ سے اسلام کا شرف
جوہر، جواہرات ہیں، مضمون نوادرات ✿ ساقی ہے آپ پوچھئے اس جام کا شرف
تائید حق میں جان کی بازی لگائی ہے ✿ احقاق حق ہے آپ کے اقدام کا شرف
پیغام حق سنایا ہے دنیا کو بے دھڑک ✿ وابستہ قول کفی سے ہے پیغام کا شرف
ضعف دماغ میں دیا، زورِ قلم مجھے ✿ مفلوج کو یہ عزت، اکرام کا شرف

رطب اللساں وصیت عاصی اسی کا ہے
آغاز میں دیا مجھے انجام کا شرف

شخصیاتِ اسلامیہ

ایمانِ حضرت ابو طالب علیہ السلام

قسط ۲

از :- الحاج محمد لطیف صاحب نجفی آف چکوال (کویت)

"قال عبد المطلب۔ اوصیک یا عبد مناف بعدی۔ بموحد بعد ابیہ فرد" کہ اے عبد مناف (ابو طالب) میں تم کو وصیت کرتا ہوں ایسے کی جو کہ اپنے باپ کے بعد فرد ہے۔ اکیلا ہے۔

ہم نے ایمان ابو طالب کی پہلی قسط میں لفظ عبد مناف کے علاوہ فرد کا معنی بھی بیان کئے تھے کہ یہاں پر فرد سے مراد صرف یہی نہیں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے باپ کے بعد یتیم رہ گیا اور فرد یعنی یتیم ہو۔ بلکہ اس سے حضور پرنور کی صفات کو اپنی ذات و صفات میں بھی فرد گردانا گیا ہے۔ کیونکہ جناب عبد اللہ بھی موحد تھے اور دین حنیف کے پیرو تھے۔ اور ان کی دینی خدمات کو خاصہ و عامہ نے اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ جناب عبد اللہ والد ماجد حضور سرور کائنات دوجہان اپنی صفات اور خوبیوں میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور ان کا ایمان اس قدر مستحکم تھا کہ جب جناب عبد المطلب نے چاہِ زمزم کو کھودنے کا قصد کیا تو جمعیت قریش آپ کے مانع ہوئی تو آپ کے دل میں ایک حسرت پیدا ہوئی اور دل کی گہرائیوں سے اپنے خالق مطلق سے دست بدعا ہوئے اور ایک نذر کی منت مانی۔ کہ کاش آج میرے فرزند کثیر تعداد میں ہوتے تو جمعیت قریش میرے اس فعل خیر کی مانع نہ ہوتی۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے اولاد صالحین کثیر تعداد میں عطا فرما۔ تو میں اپنا سب سے پیارا فرزند تیرا فدیہ دوں گا۔ تو جب عبد المطلب جیسے موحد حقیقی کی دعا باب اجابت سے ٹکرائی۔ ملائکہ نے آمین کہا تو بارگاہ الٰہی سے سند مستجاب عطا ہوئی۔ خداوند عالم نے حضرت عبد المطلب کو دس فرزند عطا کئے۔ جب یہ فرزندان ارجمند سن شباب کو پہنچے تو جناب عبد المطلب کو اپنا نذر کا خیال آیا۔ اب یہاں پر مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ جناب عبد المطلب نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ اندازی میں جناب عبد اللہ کا نام ہی نکلا۔ اور بعض مورخین یہ فرماتے ہیں کہ

عبدالمطلب نے الفاظ نذر میں یہ الفاظ فرمائے تھے کہ میں اپنا سب سے عزیز فرزند تیری بارگاہ میں نذر کروں گا۔ لہٰذا یہ مسلم ہے کہ جناب عبدالمطلب کو اپنی تمام اولاد میں جناب عبداللہ محبوب ترین تھے۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ جناب عبداللہ جناب عبدالمطلب کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے اور والدین کو فطری طور پر اپنی چھوٹی اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

بہر نوع جناب عبدالمطلب نے جناب عبداللہ کو فدیۂ خدا قرار دیا۔ ادھر جب جناب عبداللہ کو اپنے والد ماجد کی نذر اور ان کے ایفائے نذر کے لئے ان کے انتخاب کا علم ہوا تو مسکراتے ہوئے آپ خدمت والد میں پہنچے۔ آداب و تسلیمات بجا لانے کے بعد عرض کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے جو نذر کی تھی اس کے ایفائے عہد کا وقت آگیا ہے۔ اور قربانی کے لئے میرا نام تجویز ہوا ہے۔ آپ اپنے عمل خیر میں تاخیر نہ فرمائیں۔ میں انشاء اللہ صابر و حاضر ہوں۔ اسی لئے سرکار دو جہان مقام فخر میں فرماتے تھے۔ "انا ابن الذبیحین" کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ ایک جناب اسمٰعیل ذبیح اللہ اور دوسرے جناب عبداللہ ذبیح اللہ۔ تو جناب عبداللہ کی شان و ایمان کا کیا کہنا۔ آپ بشر نبی الصفات قرار پائے اور جو عزت و عظمت اولاد عبدالمطلب میں جناب عبداللہ کو حاصل تھی، ان کے ماسوا کسی کو حاصل نہ تھی۔ اسی لئے تو جناب عبدالمطلب کا شعر در بارۂ وصیت سرکار دو جہان ذو معنی ہے کہ میں جس کی وصیت کر رہا ہوں وہ اپنے باپ کے بعد فرد ہے۔ یعنی ایک تو اس کا باپ نہیں، یتیم ہے۔ دوسرا جس طرح اس کے والد ماجد اپنی صفات و کمالات میں فرد تھے، لاثانی تھے۔ اب اسی طرح ان کا بیٹا اپنے کمالات، صفات و حسنات میں فرد ہے، لاثانی ہے۔ ——— تو اس مختصر تمہید کے بعد کوئی اہل علم و عقل اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ جناب عبدالمطلب کو حضور صلعم کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ حالانکہ جناب عبدالمطلب جو نور رسالت و امامت کے متحمل تھے اور جو نور مقدس ان کی پیشانی سے ہویدا تھا، سرکار عبدالمطلب اس نور اور کمال نور کا مشاہدہ کر چکے تھے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب صحن بیت الحرم میں سو رہے تھے کہ آپ نے ایک حیرت خیز خواب دیکھا۔ حالت خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نور ان کی پیشانی سے ساطع ہوا جس کی شعاعیں مشرق تا مغرب، شمال و جنوب اور آسمان کے گرداگرد اور تحت الثریٰ تک پھیلی ہوئی ہیں اور جن کی روشنی سے تمام عالم چکاچوند ہے۔ آنجناب یہ حیرتناک خواب دیکھ کر بیدار ہوئے اور حرم بیت اللہ سے باہر تشریف لائے۔ جب ان کی قوم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان کے گرد اگرد جمع ہو گئے اور ان میں سے ایسے بھی جو کہ تعبیر خواب کا علم رکھتے تھے۔ جب لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے دریافت

کیا تو نجومیوں نے اپنا خواب کا تمام ماجرا اپنی قوم کو سنایا۔ تو تعبیر خواب کا علم رکھنے والے کہنے لگے کہ اے عبدالمطلب! اس میں پریشانی کی کونسی بات ہے۔ یہ خواب تو تیرے لئے مسرت اور شادمانی کا موجب ہے۔ اس کی تعبیر تو یہ ہے کہ تیرے صلب سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو کہ اطراف عالم حتیٰ کہ مخلوق سماوی پر بھی حکومت کرے گا۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے وقت ولادت حضور صلعم یہ مشاہدہ کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حجرہ ولادت سے ایک نور طلوع ہوا جو آسمان و زمین اور اطراف عالم میں پھیل گیا۔ حضرت عبدالمطلب کو فوراً اپنا خواب یاد آگیا۔ اور اس قدر مسرور ہوئے کہ مولود مسعود کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوگئے۔ کنیز کو آواز دی کہ بچے کو چادر میں لپیٹ کر میرے پاس لاؤ۔ تاکہ اس خارق عادت بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا سکوں۔ جب کنیز اٹھا کر لائی تو جناب عبدالمطلب نے حضور صلعم کو اپنے سینے سے لگایا۔ ہاتھوں اور آنکھوں پر بوسے بھی دیتے جاتے تھے اور یہ الفاظ بھی فرماتے جاتے تھے کہ آج مجھے میرے خواب کی تعبیر مل گئی۔

ان سب واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو جناب عبدالمطلب کی حیثیت کوئی عام حیثیت تھی اور نہ ہی انہوں نے حضور صلعم کو ایک عام بچہ سمجھا تھا۔ کیونکہ جناب عبدالمطلب حضور صلعم کی ولادت باسعادت سے پہلے بھی موحد تھے۔ ان کا ایمان توحید قبل از ولادت آنحضرت ثابت ہے تو پھر ان کو کونسا امر مانع تھا کہ وہ معجزات رسول اور خوارق عادات عمل مشاہدہ فرما کر یہ سمجھنے پر قاصر رہیں کہ یہ بچہ عام بچہ ہے بلکہ وحدہٗ لاشریک کا بھیجا ہوا آخری نمائندہ ہے۔ اب یہ قارئین کرام کے جلائے قلوب کے لئے ایک تاریخی واقعہ پیش کرتے ہیں۔ جس کو خالق مطلق نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے اور اس واقعہ کی اجمالی کیفیت سورۂ فیل میں درج فرمائی ہے۔ اس واقعہ سے جناب عبدالمطلب کی فہم و فراست، جاہ و حشمت اور ایمان توحید روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ جب ابرہہ گورنر یمن اپنے تمام لشکر کے ساتھ خانہ خدا پر حملہ آور ہوا اور بیت الحرام کو مسمار کرنا چاہا۔ اس مقصد بد کے تحت جب وہ سر زمین مکہ پر پہنچا تو پہلے اس نے مکے کے ارد گرد کے علاقہ پر قبضہ کیا۔ اور جن علاقوں پر اس نے قبضہ کیا تھا۔ ان میں سے کچھ علاقہ جناب عبدالمطلب کا بھی تھا۔ اس علاقے میں جناب عبدالمطلب کے کچھ اونٹ بھی تھے۔ جن کی تعداد بعض مورخین نے ۲۰۰ لکھی ہے۔ ابرہہ نے ان اونٹوں کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ جب جناب عبدالمطلب کو خبر ہوئی اور وہ ابرہہ کی نیت بد سے واقف ہوئے تو بے خوف و خطر ابرہہ سے ملنے چلے گئے۔ ابرہہ نے جب ان کو دیکھا گیا کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے جو اس شان بے نیازی کے ساتھ مجھ سے ملنے آیا ہے۔ جب ابرہہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے وجہ آمد دریافت کی تو جناب عبدالمطلب نے کہا کہ تو نے میرے جو اونٹ قبضہ کر لئے ہیں میں ان کی واپسی چاہتا ہوں۔ یہ مطالبہ سنکر ابرہہ

قہقہہ مار کر ہنسا اور تحقیر آمیز الفاظ میں مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب میں نے سنا تھا کہ تم بیت الحرم کے متولی ہو۔ خانہ کعبہ کی چابی تمہارے پاس ہے اور تم سید القریش ہو اور ایام حج میں حجاج کی کفالت کرتے ہو۔ ان کو کھانا کھلاتے ہو اور حجاج کو اپنے ہاتھوں سے سیراب کرتے ہو۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم میری نیت سے واقف ہو اور میرا مقصد تم پر آشکار ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہوں اور تمہارے اس بیت الحرم کو منہدم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ نہ یہ چار اینٹوں کا گھر رہے گا اور نہ لوگ اس میں یہاں جمع ہو کر وحدہ لاشریک کا نعرہ لگائیں گے لہٰذا تم مجھ سے خانہ کعبہ کی امان طلب کرو گے۔ مگر تم نے میرے تجربے کے خلاف عمل کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تم نے مجھ سے خانہ کعبہ کی امان کیوں نہ طلب کی۔ جب ابرہہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو جناب عبدالمطلب نے ایک ٹھوس اور مختصر جواب دیا جو کہ تاریخ میں بحروف جلی لکھا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابرہہ جس کی کوئی چیز ملکیت ہوتی ہے وہ اسی کے متعلق سوال کیا کرتا ہے میں اونٹوں کا مالک ہوں لہٰذا میں اپنے اونٹ طلب کرتا ہوں۔ اور جو خانہ کعبہ کا مالک ہے وہ ضرور اس کو بچائے گا۔ کیونکہ جب میں اپنے اونٹوں سے غافل نہیں ہوں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے گھر سے غافل ہو اور جب وہ غافل نہیں تو پھر ہم کو خوف و فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سبحان اللہ! کیا بصیرت آمیز جواب ہے حضرت کے یہ الفاظ عقیدہ توحید میں مومنین و مسلمین کے لئے اسوہ ایمان ہیں۔ یہ جواب دیکر حضرت بڑے سکون کے ساتھ واپس آ گئے۔ اور سیدھے بیت اللہ شریف گئے اور دیوار حرم سے لپٹ کر بارگاہ ایزدی میں فریاد کرنے لگے۔ آپ نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے وہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم میں لکھے ہیں۔ ؎

اَللّٰھم لا ارجو لھم سِوَاکا - یا ربِّ فامنع عنھم حِماکا
انّ عدوّ البیت من عاداکا - فامنعھم اَن یّخربوا قراکا

لاھم ان العبد یمنع رحلہ فامنع حلالک - وانصر علیٰ آل الصلیب وعابدیہ الیوم آلک
ولئن فعلت فانّہ امر تتم بہ فعالک - انت الذی ان جاء باغ نرتجیک لہ فذالک
ولوا لم ینالوا غیر خزی والہلاک بھم ھنالک - عمدوا حماک بکیدھم جہلا وما رقبوا جلالک
جرّوا جموع بلادھم والفیل کی یسبوا عیالک - عمدوا حماک بکیدھم جہلا وما رقبوا جلالک
ان کنت تارکھم وکعبتنا فامر ما بدا لک

(ترجمہ) اے میرے خدا! کون ہے بجز تیرے جس سے سہارا لے سکوں۔ اے پروردگار ابرہہ تو جابر ہے تو اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ اے خدا جو تیرے گھر کا دشمن ہے وہ تیرا بھی دشمن ہے۔ اور دشمن کو اور شرپسند گروہ کو مہلت نہ دینا۔ یہاں تک کہ وہ تیرا گھر تباہ کر دیں۔ خداوندا کیونکہ یہ تیرا اصول ہے (کہ بچہ

بچے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا تو بھی اپنے مال کی حفاظت کر۔ اور عیسیٰ ابن مریم کے معتقدین کے مقابلہ میں اپنے موحدین کی مدد فرما۔ آج وہ دن ہے کہ جس میں سوائے تیرے اس کام کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اور تو وہ ہے کہ جب بھی کسی مظلوم نے کسی باغی کے خلاف تجھ سے مدد مانگی، تو اس کی مدد کرتا ہے۔ اے پروردگار ان کو شکست دے نابود کر دے۔ ان کو کیفر کردار تک پہنچا دے اور ان کو ذلیل و رسوا کر دے۔ کیونکہ اتنی حقیر و ضعیف قومیں نے کسی بھی نہ تھی کہ جو اپنے خالق سے جنگ آزما ہو۔ یہ سب اپنے ملک سے اپنا تمام تر مجموعہ کو اجتماع اور لشکر کثیر اس لئے لے کر آئے ہیں کہ تیرے گھر کے پناہ گزینوں کو گرفتار کریں۔ اور ان کی سرکشی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تیرے گھر پر حملہ آور ہیں اور تیرے جلال قدرت سے قطعاً انحراف کر چکے ہیں۔ اگر آج تو نے ان کو چھوڑ دیا اور ہمارے اس کعبہ کو محفوظ نہ رکھا تو میں پھر بھی تیری قدرت و عظمت سے نا امید نہ ہوں گا۔ کیونکہ تیرا ہر کام مبنی بر مصلحت ہے۔ لہٰذا اس میں بھی تیری مصلحت ہوگی۔

اب ہم ان سب اشعار کا ترجمہ مع تفسیر پیش کریں تو طوالت مضمون کا خوف ہے۔ مگر اہل ادب تو اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان چند اشعار میں حضرت عبد المطلبؑ نے کس معیار پر جذبہ ایمان کا اظہار کیا ہے اور آنحضرتؐ کے ایمان میں کس قدر پختگی تھی۔ جس کا عشر عشیر بھی زمانہ رسولؐ کے مسلمانوں کو نصیب نہ تھا۔ جو کہ معیت رسولؐ میں بھی سکون نہ حاصل کر سکے۔ اور اپنی جان کے خوف میں اس قدر گرفتار ہوگئے کہ رونے چلانے کی نوبت آ پہنچی اور رسول خدا کے سہارا دینے پر بھی مطمئن نہ ہو سکے۔

حضرت عبد المطلبؑ کا شعر اس قدر جامع ہے کہ اس کی تشریح سے مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اے خدا تو ہی بتا کہ تیرے سوا کس سے سکون و قرار حاصل کیا جائے۔ اور وقت مشکل کس کو پکارا جائے اور کون ہے جو گرفتاران مصیبت کی مشکل کشائی کرے۔ یہ شعر اپنے دامن میں قرآن مجید کی کثیر آیات کا مفہوم لئے ہوئے ہے۔ مثلاً: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْء۔ پہلی آیت تو امت مسلمہ کے ورد زبان ہے اور اسی آیت کی روشنی میں موحد حقیقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بجز خدا کے کسی سے مدد نہ مانگو اور جن کا یہ عقیدہ ہو وہی سچے مسلمان ہیں۔ اب اس امت مسلمہ کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ جو نزول قرآن کے بعد ان الفاظ کو دہرائیں وہ تو سچے مسلمان ہیں۔ مگر جو نزول قرآن تو درکنار ولادت حضور صلعم سے بھی پہلے ایاک نستعین کا ورد کر رہا ہے۔ وہ اس امت کی نظر میں مومن و مسلمان ہی نہیں۔ سبحان اللہ کیا اجتہاد و قیاس ہے۔

حضرت عبد المطلبؑ نے اپنے چند اشعار میں نصرت خدا پر ایمان، خانہ کعبہ پر ایمان اور حفاظت خانہ کعبہ بذمہ خدا بہ مصلحت خداوندی لشکر ابرہہ کو معتقدین مسیح اور اپنے آپ کو پیرو دین حنیف ابن

اسلوب سے ثابت کیا ہے کہ ان کے یہ اشعار زمانۂ رسالتمآبؐ میں بھی ضرب المثل کا مقام رکھتے تھے۔

الغرض یہ ہیں مختصر حالاتِ زندگی جناب عبدالمطلبؑ کہ وہ موحدِ حقیقی تھے اور اپنے فہم و فراست میں لاثانی تھے۔ اس درجۂ کمالِ انسانی کی حیثیت بھی کوئی معمولی نہ تھی۔ اور خصوصاً اتنے بڑے عشیرہ میں جمعیتِ قریش میں اور تمام اولادِ بنی ہاشم میں۔ ان کی نظرِ انتخاب نے جس ہستی کو منتخب کیا تھا اُسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ہستی بھی اپنے صفات و کمالات و حسنات میں لاثانی ہوگی۔

کوئی جاہل اور سرپھرا ہی یہ دلیل قائم کرے گا کہ ایسے مومن اور موحدِ حقیقی اور واقفِ رازِ نبوت دانندۂ اسرارِ نبوت، محمد رسول اللہ کا مربی ایک کافر انسان کو بنا کر دنیا سے چلے گئے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ عبدالمطلب جیسے انسانِ کامل کا مربیِ رسالت کا انتخاب حاسدین، منکرین اور معترضین کے منہ پر طمانچہ ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضور صلعم کی کفالت، ابوجہل، ابولہب و عباس کو چھوڑ کر صرف حضرت ابوطالبؑ کے ذمہ لگائی۔ ان کا یہ فعل ثابت کرتا ہے کہ جس طرح میں موحد ہوں اور رسالت از عہدِ رسالت آشنا ہوں، اسی طرح یہ میرا بیٹا (عبد مناف) بھی موحدِ حقیقی ہے اور شانِ از عہدِ رسالت آشنا ہے۔ اس لئے خدا کے آخری نمائندے کو اس مردِ مومن کی کفالت میں دے دیا کیونکہ میں یقینِ واثق رکھتا ہوں کہ یہ میرا بیٹا اپنا گھر لٹا دے گا، اولاد قربان کر دے گا، مگر محمد و دین پر آنچ تک آنے نہ دے گا۔

اب جو امتِ مسلمہ ایسے نصیر اور مربیِ رسالت پر بہتان لگائے اور اُن کے قصرِ ایمان کو منہدم کرنا چاہے تو ان کی ذہنیت، ذہنیتِ ابرہہ سے ہرگز کم نہ ہوگی۔

چونکہ اس الزام تراشی امت کا تمام تاریخ نے بنی امیہ اور بنی عباس رکھا ہے جن کے چہروں پر کی نقاب تھی مگر باطن میں فرعونیت کے دلدادہ تھے۔ ایسی قوم کا ایک مردِ مومن پر بہتانِ عظیم باندھنا تعجب نہیں۔ کیونکہ جن کا علم اور قیاسی اجتہاد جگر گوشۂ رسول کو بغاوت کا خطاب دے سکتا ہے، وہ رسالت کو کفر کا خطاب بھی دے سکتا ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

بقیہ صفحہ ۱۵ سے آگے:- و مرجع التقلید الاعلیٰ حضرت آقائی الحاج سید محمد کاظم دمتع اللہ المومنین بطول بقائہ، پیش کیا کریں گے۔ مراجعین کی سہولت کے لئے ہم "مختصر الاحکام" سے تشریح کیا کریں گے اور جہاں ضروری سمجھیں گے حاشیہ سے کام لیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ سبحان ربک رب العزت عما یصفون۔ و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ (باقی

مدیرِ محترم تعلیم القرآن راولپنڈی
کی خدمت میں

ماہنامہ تعلیم القرآن مذہب شیعہ کے خلاف دن بدن جارحیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ یہ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی کہ مذہب شیعہ کے خلاف مصنفین کی کتب اغلاط کا پلندہ ہیں۔ مصنفین عربی چھوڑ فارسی سے بھی نابلد ہیں۔ ان کا انداز بیان سخت ناخوشگوار ہے۔ پھر بھی فاضل مدیر ایسے لٹریچر کو شیعہ کے خلاف ایک دستاویز قرار دیتے ہیں۔ جب ہم نے ان کے تبصرہ پر ماہنامہ المبلغ سرگودھا میں تعاقب کیا تو ہمارے مضمون کو "پرانی روایت" کے مطابق "مطاعن صحابہ" کا عنوان دیکر عوام کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ ہمارے جواب آں جواب مضامین جب المبلغ میں شائع ہونے شروع ہوئے تو بحث کے خاتمہ کی اپیل کر دی۔ ہم نے اتحاد اسلامی کے پیش نظر اسے رد نہ کیا بلکہ خندہ پیشانی سے بحث کا خاتمہ کر دیا۔

مگر مقام تعجب ہے کہ فاضل مدیر تعلیم القرآن کا عمل بدستور مذہب شیعہ کے خلاف اپنا شوق پورا کئے جا رہے ہیں۔ ہم جمہور قوم کو اس امت کا فکر اپنا حق سمجھتے ہیں کہ وہ باقاعدہ طور پر تقریرًا یا تحریرًا ہم سے گفتگو کریں۔ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کہ ان کے ہمارے مابین مسئلہ امامت و خلافت میں اختلاف ہے۔ ہمارے ہاں یہ اصول دین میں شامل ہے اور ان کے ہاں بھی اسے اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اس کی خاطر پیغمبر اسلام حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تجہیز و تکفین تک ترک کر کے سقیفہ بنی ساعدہ میں اجلاس منعقد کیا گیا۔ لہٰذا گفتگو اسی مسئلہ پر مناسب رہے گی۔ اگر فاضل مدیر تعلیم القرآن تیار ہیں تو شرائط طے کر لیں۔ ورنہ اپنے ماہنامے کے صفحات مذہب شیعہ کی مخالفت سے یکسر ترک کر دیں۔ صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

(سید جاوید مرتضیٰ نجفی ایڈووکیٹ۔ ناظم اعلیٰ مرکز تحقیقات اسلامیہ سرگودھا)

ضروری اعلان

معارف اسلام کا آئندہ شمارہ علیؑ و فاطمہؑ نمبر ہوگا۔ جو کہ اپنی حسب معمول اشاعت سے زیادہ تعداد میں چھپے گا۔ تاجران کے لئے اشتہار دینے کا نادر موقع ہے۔

نرخ نامہ اشتہارات ۔	فی صفحہ اندرونی	۳۰/۰
	½ صفحہ ۔	۱۵/۰۰
صفحہ ٹائیٹل اندر یا باہر ۔	فی صفحہ	۲۰۰/۰۰
	½ ۔	۱۰۰/۰۰

شعرائے کرام علمائے عظام اور دیگر مضمون نگار حضرات اپنے اپنے تحقیقی مضامین ۳۰ جون ۱۹۷۶ء سے پہلے پہلے ارسال کر دیں۔

(مینیجر)

انجمن غلامانِ شریکۃ الحسینؑ شورکوٹ
کا سالانہ انتخاب

صدر: ملک حمید نواز صاحب
نائب صدر: علمدار حسین بخاری ۔ ملک ملازم حسین
سیکرٹری: ملک منظور حسین کھرل
خزانچی: شیخ سجاد حسین
جوائنٹ سیکرٹری: ارشد منظور حسین
آڈیٹرز: سید سعید الحسن ۔ حکیم عباس شاہ گیلانی
جناب غلام شبیر [illegible]
سیکرٹری نشر و اشاعت: سید گلزار شاہ گیلانی
اشتہار: سید محبوب حسین شاہ صاحب [illegible]
شیخ سجاد حسین صاحب۔

انجمن محبانِ اہلبیت رجسٹرڈ بلوچستان
کوئٹہ

کوئٹہ میں عید میلاد النبیؐ کا عظیم الشان تاریخی جلسہ

انجمن محبان اہلبیت (رجسٹرڈ) کوئٹہ بلوچستان کے زیر اہتمام خارج علماء پر ایک عظیم الشان اجلاس بسلسلہ عید میلاد النبیؐ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا قاری یار محمد صاحب اور حافظ ذوالفقار علی صاحب مدظلہ نے سیرت النبیؐ پر روشنی ڈالتے ہوئے اتحاد بین المسلمین پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور دین محمدیؐ کی خدمت کریں۔ جلسہ ہذا کی صدارت اور دیگر انتظامات [illegible] حسینی انجمن ہذا نے سر انجام دیئے۔ [illegible] سیکرٹری

اطلاعات و اعلانات

بعض مضامین کے متعلق ضروری اعلان

ملک کی تازہ صورتِ حالات اور گورنمنٹ عالیہ کے اعلان مجریہ بکم جون ۱۹۸۲ء سے تعاون و تسہیل کی وجہ سے جو کہ صلح و محبت و رواداری کی روش کی وجہ سے پیدا ہو گئے۔ مندرجہ ذیل مضامین جو کہ کتابت ہو کر پریس میں جا چکے تھے، روک دیئے گئے

(۱) ہر دو مضامین "حقائق و واقعات" صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۴۷ تک

(۲) مضمون زیر "حقوق نسواں" صفحہ ۱۳ سے صفحہ ۳۹ تک

اگرچہ یہ ہر دو مضامین جو لکھے گئے اور معقولیت و استدلال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا۔ مگر برسبیل احتیاط شائع کرنے سے روک دیئے گئے۔ تاکہ کسی معمولی سے معمولی نازک طبع پر گراں نہ گزرے۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوں گے۔ قارئین کرام معذرت فرمائیں۔ یہ اصل مضمون بقدر فائدہ شائع کئے

آئندہ شمارہ "علی و فاطمہ نمبر" ہوگا

حسب دستور سابق امسال بھی اپنی جملہ توانائیوں کے ساتھ نہایت عقیدت و احترام سے ادارہ معارف اسلام شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ خصوصی شمارہ عام شماروں سے کہیں زیادہ تعداد میں شائع ہوگا۔ (ادارہ)

اگر آپ یہ خصوصی شمارہ گھر بیٹھے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی "معارف اسلام" اپنے نام جاری کرالیں۔ تاکہ علی و فاطمہ نمبر آپ کو گھر بیٹھے مل جائے۔ علاوہ ازیں معارف اسلام سال میں چار اور خصوصی شمارے بھی شائع کرتا ہے۔ مثلاً پنجتن نمبر۔ ... نمبر ...

علمائے کرام اور اہل قلم حضرات سے درخواست

کہ وہ اپنے تحقیقی و تبلیغی مضامین ہر ماہ کے پہلے دو ہفتوں تک جتنی جلد ہو سکے بھیج دیں۔ مضامین نہایت مختصر مگر جامع ہوں۔ کاغذ کی کمیابی اور گرانی ملحوظ خاطر رہے۔ (ادارہ)

شعرائے عظام نوٹ فرمالیں :-

کہ وہ اپنا تازہ کلام اور منقبت ۱۵ تاریخ تک ارسال کر دیں۔ کلام بھیجنے سے پہلے تسلی کر لیجئے کہ اس میں کوئی .... دوسرے حوالے سے گریز فرمائیں۔ غیر معیاری چیز شائع نہ ہوگی۔ (مدیر)

آپ اپنے عطیات

اور سہم امام کی رقومات ادارہ معارف اسلام کے اکاؤنٹ 6479 حبیب بینک شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں براہ راست جمع کرا سکتے ہیں۔ ادارہ

جن ممبران و خریداران

کے ذمے بقایا جات ہیں، وہ اپنی پہلی فرصت میں ادا کریں۔

مضمون نگار اور شعرائے کرام

اپنے مضامین و منظومات مختصر مگر جامع کاغذ کے ایک طرف خوشخط لکھیں۔ کاغذ کی گرانی کے پیش نظر طوالت سے گریز فرمائیں

محترم ذاکر حسین صاحب

لاہور سے رقمطراز ہیں کہ مجھے یہ [illegible] آئے دن اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے [illegible] ہیں اور [illegible] قدر [illegible] بات ہے کہ ہم آج تک اپنے جائز مطالبات [illegible] نہ کر سکے۔ [illegible] میں سمجھتا [illegible] اور علمائے کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ [illegible] پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر ایک [illegible] ان مطالبات کے حصول کے لئے [illegible] جو صدر مملکت سے تسلیم [illegible] ہیں۔ [illegible] کہ میری اس گذارش پر قوم کان دھرے گی۔ [illegible]

ذاکر [illegible] روڈ۔ لاہور

[illegible] واپس [illegible] اخلاقی جرم ہے

یوم شہزادی سکینۃ الحسین سلام اللہ علیہا

ہر سال حسب معمول اپنے روایتی انداز میں [illegible] دستور سابق امسال بھی نہایت عقیدت [illegible] کے ساتھ منعقد کر [illegible] گلشن شاہ میں [illegible] منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں ملک کے [illegible] ذاکرین اور شعرائے عظام اپنے نذرانہ [illegible] پیش کریں گے۔ والسلام [illegible] الحسن [illegible]

کارِ خیر میں
حصہ لینے اور ثواب حاصل کرنے کا نادر موقع!

خاتونِ کربلا حضرت ثانی زہرا سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے مشہور سوانح حیات یعنی کتاب مستطاب مظلومۂ کربلا کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے لئے آپ حصہ لے سکتے ہیں۔ پہلے ایڈیشن سے بہتر صورت میں شائع کی جائے گی۔ سید الاطباء حکیم سید عالم شاہ صاحب کاظمی المشہدی کی تصانیف میں سے ہے۔

لھذا وہ حضرات جو اہلبیت اطہار کے محب ہیں اور مصائب اہلبیت میں شریک ہو کر دربار محمد و آلِ محمد اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ عطیہ بھیج کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ کتاب حسبِ معمول قومی ملکیت ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ اس کی تمام آمدنی نشر و اشاعتِ دین میں صرف ہوگی۔

مدیر معارف اسلام۔ لاہور

صاحبانِ ایثار متوجہ ہوں

حضرت اعلم العلماء جامع الشرائط مجتہد اعظم آیۃ اللہ سید السادات آقائے ... مرجع تقلید مد ظلہ "قم" ایران نے ادارہ ہذا کو نشر و اشاعت و تبلیغ دین خمس کے ... سے پچاس ہزار سالانہ خرچ کرنے کے لئے اجازہ مرحمت فرمایا ہے۔

چونکہ ادارہ ہذا کی چند ایک کتابوں کی اشاعت سرمایہ کی وجہ سے رکی ...

صاحبان ایثار سے

التماس ہے کہ وہ سہم امام میں ... ذاکر ناصران محمد و آلِ محمد کی سنہری فہرست میں ...

ادارہ معارف اسلام رجسٹرڈ پاکستان

دینی معلومات کے لئے

ادارہ معارف اسلام رجسٹرڈ سے کتابیں خریدیں، اس سے ادارہ کو بھی تقویت ملے گی۔ فہرست حسب ذیل ہے

نمبر شمار	نام کتب	قیمت
۱	فلسفہ تقسیم پر آئے از علامہ امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی	5/-
۲	حقیقت جنگ کربلا	2/-
۳	عقائد اسلام	1/-
۴	اسلامی معاشرہ	1/-
۵	حکومت ربانی	-/50
[illegible]	بشریت رسول	-/50
[illegible]	آئین شرعیہ	-/31
[illegible]	[illegible] علی	-/25
[illegible]	[illegible] آزادی کا مفہوم	-/15
[illegible]	رسائل	-/62
[illegible]	امام اور اسوۂ صدیق اکبر	-/35
[illegible]	[illegible]	-/50
[illegible]	اعجاز دین	-/50
[illegible]	خورشید خاور ۲ حصے	-/25
[illegible]	قیمت ۱۲/-	
[illegible]	فرقے اور مسالک	۱۲/-

نمبر شمار	نام کتب	قیمت
۱۹	اقتصادی مشکلات کا حل	-/25
۲۰	تحفۂ زوجین	2/-
۲۱	اسلام (انگلش)	-/37
۲۲	تثلیث الوہیت مسیح	-/25
۲۳	مرگ با شرف	2/-
۲۴	ملفوظات عزا	4/-
۲۵	معرفت امام مبین	3/-
۲۶	دینیات رسول سفید کاغذ	5/-
	نیوز پرنٹ کاغذ	3/-
۲۷	رد تثلیث الوہیت مسیح	-/20
۲۸	مسیح کی خوشخبری	-/25
۲۹	ٹوبلرز آف اسلام	-/62
۳۰	وصی رحمۃ للعالمین	2/-
۳۱	تثلیث اور کفارہ	-/25

درج ذیل چھ کتب کا سیٹ مکمل قیمت ۱۲ روپے کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔
شعور عرفان۔ نقوش عرفان۔ شہود عرفان۔ زنجیر جمال۔ احیائے تفکر رشحات از حضرت مولانا سید اسمٰعیل بنارسی

ملنے کا پتہ
ادارہ معارف اسلام رجسٹرڈ ۱۰۔ بی شاہ عالمی گیٹ لاہور

حق برادرز [illegible]

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

دربار یزید میں نواسئ رسول اللہ کا خطاب

کد کیدک واسع سعیک فانا ذکرنا لا تمحوا

اے یزید تو مکر و فریب کرتا ہے کر گزر اور جتنی کوشش کر سکتا ہے کر لے لیکن یاد رکھ کہ ہمارا ذکر دنیا سے کبھی محو نہیں ہونے کا۔ (حضرت زینب بنت امیرالمومنین)

ماہنامہ

معارف اسلام

لاہور

ماہ صفر ۱۳۸۱ھ

اربعین ایڈیشن

مدیر اعزازی
غیاث الدین

...اعزازی
...امداد حسین کاظمی

جنرل سیکرٹری۔ خواجہ سراج الدین قریشی

ناشر: ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان لاہور

علوم و معارف سے پُر کتابیں

خود پڑھیں اور دوں کو پڑھائیں۔ ان سے تمام آمدنی اشاعت دین پر خرچ ہوتی ہے

اسرار توحید از امام جعفر صادقؑ
بلا جلد ۵۰ پیسے مجلد ۱ روپیہ
تفسیر القرآن مجلد ۵۰ پیسے
بلا جلد ۷۵ پیسے
مذہب اور سائنس ۶۲ پیسے
حکومت تبائی ۵۰ پیسے
محرم و آداب عزا ۵۰ پیسے
نوائے اقبال مدح اہلبیت ۵۰ پیسے
موازنہ حق و باطل ۳۷ پیسے
دلیل عزا ۷ پیسے قوانین شریعہ ۳ پیسے
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج پیسے
چیسٹ ٹریٹی (انگریزی) ۲۵ پیسے
اقتصادی مشکلات کا حل ۲۵ پیسے
مہدی موعود ۵ پیسے عصمت انبیاء پیسے
ذکر حسینؑ ۳ پیسے اسلام اور تصوف ۳ پیسے
آل محمدؐ دل محمدؐ ۳ پیسے
اسوۂ ضروریات اتحاد ۳ پیسے
تعارف المبین (اسلام و تعلیمات) ۳ پیسے
صحیفۂ غم دوم عاشورہ کی تاریخ منظوم ۱ روپیہ پیسے
سیپارہ اول معہ حسین ترجمہ ۵ پیسے

نہج البلاغہ مترجم سید رئیس احمد جعفری
عبدالرزاق ملیح آبادی و سید مرتضیٰ حسین ۔ قیمت ۲۵ روپے
نہج البلاغہ بر سہ حصہ ۲۵ روپے
(مترجم مفتی جعفر حسین صاحب)
فلسفہ اسلام حصہ اول (آغا محمد سلطان مرزا) ۲ روپے ۵۰ پیسے
حصہ دوم و سوم ایک جلد ۸ روپے ۵۰ پیسے
اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ ۱ روپیہ
قرآنی اور جغرافیائی مسائل ۵۰ پیسے
مخزن المعارف یعنی شیعہ پاکٹ بک
مرزا احمد علی صاحب مصنف ذبح عظیم
تاریخ السلاح ۳ روپے ۷۵ پیسے
دلیل العرفان ۱ روپیہ ۲۵ پیسے
معلم اسلام (علامہ کاظمی) (تمام ضروری اعمال) ۱۰ پیسے
اعمال واجبہ (علامہ کاظمی) ۱۰ پیسے
مقتل الحسین عقبہ بن سمعان (علامہ کاظم نوجوی) ۵۰ پیسے
تصویر درد ۵ پیسے ظفر المبین ۵ پیسے
حقیقت الفقر ۳ پیسے روح نکات ۸ پیسے

حضرت یوسف بن نون ۵ پیسے مسئلہ اتحاد ۵ پیسے
انوار حکمت (اقوال امام حسینؑ) ۲ روپے
اصل و اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء) ۱ روپیہ
اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ حصہ اول (عہد نبوی) ۲ روپے
اسلامی معاشرہ و تعلیمات اہلبیتؑ (مومنین کے آداب و حسن معاشرت) ۱۲ پیسے
تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم ۶۳ پیسے
اسلامی عقائد و تعلیمات اہلبیتؑ از ادیب اعظم سید ظفر حسن امروہوی ۲ روپے ۲۵ پیسے
مواعظ حسنہ از علامہ شیخ عبدالعلی الہروی الطہرانی ۳ روپے
اخلاق المعصومین (علامہ کاظمی) ۵ پیسے
ہلاکت ملوکیت در الجماعت حسینیت ۲۵ پیسے
سیرۃ فاطمۃ الزہراؑ مجلد ۶ روپے ۵۰ پیسے
(آغا محمد سلطان مرزا) بلا جلد ۵ روپے
البلاغ المبین حصہ اول (اضافہ شدہ)
(آغا محمد سلطان مرزا)
مجلد ۱۲ روپے غیر مجلد ۱۰ روپے
البلاغ المبین حصہ دوم سوم ۸ روپے

ترسیل زر بنام:۔ مدیر اعزازی ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور
خط و کتابت بنام:۔ مہتمم دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹ شیخ حنیف شاہ عالمی

راستی و درستی بہترین سیاست است

ماہنامہ معارف اسلام لاہور

مدیر اعزازی: غیاث الدین

جلد ۷	ماہ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق جولائی ۱۹۶۱ء	شمارہ ۴

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی ہیں!

اگر ہم اپنا جائزہ نہ لیں تو یہ بہت بڑی کوتاہی ہوگی۔ عوام کی منشا اور پسند کے مطابق شائع کرنے سے پرچے کی ترقی کا باعث تو بن سکتا ہے مگر جن مقاصد کیلئے یہ سلسلہ نشر و اشاعت جاری ہے وہ مقاصد حاصل نہ ہونگے بلکہ یہ محض ایک تجارتی سلسلہ بن کر رہ جائیگا۔ لہٰذا حقائق خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہوں ہمیں یہ گھونٹ ضرور پینے چاہئیں —— ایام عزا یعنی ابتدائے سالِ نو (آغاز ماہ محرم الحرام) کا ملت جعفریہ سے خاص الخاص تعلق ہے۔ گو اس کا تعلق تمام مسلمانانِ عالم سے اور حقیقتاً اس کا تعلق تمام عالم انسانیت سے ہے مگر چونکہ ملتِ حقّہ ان ایام کو خاص اہتمام سے مناتی ہے۔ لہٰذا ملت جعفریہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ان ایام میں تمام دنیا کی نگاہیں آپ ہی پہ ہوتی ہیں۔

تمام سال کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اعمالِ خیر بجالائے یا نہ لائے۔ احکامِ اسلامی پہ عامل رہا ہو یا نہ رہا ہو مگر ایام عزا میں امامِ مظلوم اور اُن کی مظلومیت سے ہمدردی رکھتے ہوئے اعمالِ عشرہ میں ضرور شریک ہوتا ہے۔ اعمالِ عشرہ سے مراد ان کے نزدیک وہ مخصوص عبادات و اعمال نہیں جن کے ہر شب و روز عشرہ میں بجالانے کے احکام و طریقے موجود ہیں یا جو خاص طور پر شبِ عاشور و روزِ عاشور کو بجالانے کا حکم ہے۔ بلکہ ان حضرات کے نزدیک اعمالِ عشرہ محرم سے مراد صرف محرم کی مجالس اور جلوسوں میں شرکت سے ہے۔ واقعات و مسائل اسلامیہ سننا اور اسلام کی راہ میں اہلبیت محمد مصطفےٰ کے مصائب سن کر آنسو بہانا۔ دربار دُر بار معصومینؑ میں بصورت انعقاد مجالس عزا گریہ و بکا اور جلوس شبیہ ذوالجناح و تعزیہ عقیدت کے پھول پڑھانا بروئے شرع محمدیہ یہ سب جائز و درست۔ اور آپ کی عقیدت لائق صد تحسین و آفرین —— مگر آپ نے کبھی یہ بھی دیکھا کہ ان ایام میں تمام دنیا کی آنکھیں آپ پر لگی ہوتی ہیں اور پھر دنیا

آپ کو طعنہ دیتی ہے کہ

"ان کو تو سوائے رونے پیٹنے کے اور کچھ آتا ہی نہیں۔ ان کے علماء کرام جوازِ عزا تو بڑے مدلل طور پر پیش کرتے ہیں مگر خود جلوسوں میں ان کی شرکت نہ ہونے کے برابر ہے شبیہ ذوالجناح کی باگ علماء کے ہاتھوں میں نہیں ہوتی۔ بلکہ وہی ڈاڑھی منڈھے غیر شرعی نوجوان اپنی من مرضی سے جلوس کی قیادت کر رہے ہوتے ہیں ان کے پڑھے لکھے مرد اور عورتیں دن بدن مذہب سے آزاد ہوتے جا رہے ہیں۔ خاندانِ رسالت کی مخدرات کے بے پردہ بازاروں میں پھرائے جانے سے خوب روتے ہیں مگر خود اپنی خواتین کا پردہ اٹھوا کر فیشن زمانہ میں داخل ہو چکے ہیں ..... وغیرہ وغیرہ۔"

ہم کہتے ہیں ذرا ان کے دلوں کو تو چیر کر دیکھو اور ان کے جذبات تو ملاحظہ فرماؤ کہ محبتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میں کس قدر ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور غیر شرعی ہونے کا طعنہ دینا تو سراسر حماقت ہے۔ کیا آپ ان کے پہرہ دار مقرر ہوئے ہیں کہ ان کے اعمال کی نگرانی کرنے کے بعد ان کے غیر شرعی ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ سینما گھروں۔ راگ گھروں۔ شراب خانوں اور ناچ و رنگ کی محفلوں میں بوڑھوں اور نوجوانوں۔ مردوں اور عورتوں کو روکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ مگر ایامِ عزا میں پردہ داروں پر دنیا والے اعتراض کرتے ہیں —— مگر دنیا کی آنکھیں آپ پر ہوتی ہیں —— ذرا آپ بھی ان اعتراضات کو اپنے عمل سے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور سوچیں کہ اتنے خلوص کے باوجود ملت میں "اعمال اور ترقی" کی جہت سے بجائے خوشحالی کے زوال کیوں آ رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی ایک ہی وجہ ہے وہ یہ کہ ہم نے صرف جذباتِ محبت کے اظہار تک ہی اپنے کو محدود کر لیا ہے۔ اور ان اظہارِ جذبات کے ساتھ اگر خدا کی تابعداری۔ احکامِ شرع کی پابندی اور علماء کرام کا اپنے علوم حقہ کے ساتھ ساتھ خود باعمل بننے اور پبلک کو باعمل بنانے میں بھی زور و شور شروع ہو جائے اور علماء کرام کے آپس میں اتحاد و اتفاق سے ہماری واحد تنظیم قائم ہو جائے تو ملت بامِ عروج پر پہنچ کر سب کیلئے قابلِ تقلید ہو جائے عوام الناس بجائے اعتراض کرنے کے عمل کیلئے ہماری مثالیں پیش کریں۔ میرے ایک بڑے اچھے دوست جو دن رات قوم کی حالت کا رونا ہی روتے رہتے ہیں فرمانے لگے کہ "اگر اسلام میں مسلکِ اہلبیتؑ حق نہ ہوتا اور اس مسلک کے دلائل و براہین قرآن۔ حدیث اور عقل کی رو سے لاجواب و محکم نہ ہوتے تو ملت کی بے عملی اور ان کا قومی انتشار کبھی کا ہمیں اس مذہب سے علیحدہ کر چکا ہوتا۔ مگر چونکہ تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اسلام میں پاکیزگی اور عقل کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں لہذا کوئی عقلمند ان سے جدا نہیں ہو سکتا" —— اب ذرا آپ ہی سوچئے اور کچھ کیجئے۔ یہ درست ہے لہذا قصور کس کا ہے؟

اندھی تقلید

ادارۂ معارف اسلام کے سیکرٹری جنرل ہمدردِ دین و ملت جناب مستطاب خواجہ معراج الدین صاحب کا مندرجہ ذیل بیان علمائے عوام اور محکمہ ریڈیو سے خاص توجہ کی توقع رکھتے ہوئے شائع کرتے ہیں :-

حمد صرف اُس ذات کبریا کے لئے کہ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور جسم انسان کو اپنی کاریگری اور صنعت کا نمونہ قرار دیا۔ جو جو بھی اجزا انسانی ڈھانچے میں خلق فرمائے سب اپنی اپنی مناسبت سے موزوں اور فائدہ مند تخلیق کئے۔ آنکھوں کو دیکھنے۔ زبان کو چکھنے۔ کان کو سننے۔ ناک کو سونگھنے اور ہاتھوں کو چھو کر معلوم کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ان سب پر ایک پہرہ دار یعنی عقل کو معین کیا تاکہ حرام اور حلال کا اندازہ ہو سکے۔ نیک و بد میں تمیز کر سکے۔ دیکھنے کے لئے کئی چیزیں ہیں۔ حرام بھی اور حلال بھی۔ اسی طرح چکھنے کے لئے بھی شیریں اور کڑوی۔ سننے کے لئے قرآن و حدیث اور گانے۔ غزلیات وغیرہ بھی۔ سونگھنے کے لئے خوشبو بھی اور بدبو بھی چھونے کے لئے بھی پاک اور نجس اشیاء موجود ہیں۔ اب اپنی انسان کی مرضی کہ وہ عقل کو کام میں لا کر حرام سے بچے یا برخلاف عقل کے خواہ مخواہ حلال کو چھوڑ کر حرام کا مرتکب ہو۔

اپنی ذات مقدس کے لئے یہ نہیں کہا کہ زبردستی مجھے مانو بلکہ جب تک پورا اطمینان ہر طرح سے نہ کر لو میری وحدانیت کا ہرگز اقرار نہ کرو۔ اور سمجھ سوچ کر گو میں نظر نہیں آتا اور نہ آؤں گا مگر میری قدرت کاملہ کو دیکھ کر مجھے پہچانو اور تب میری عبادت کرو۔ کسی کے کہنے سے ہرگز عبادت تمہاری عبادت نہ ہوگی۔

رسالت کے متعلق بزبان لسان قدرت جناب سرورِ عالمؐ پر ارشاد باری ہوا کہ دیکھو جب تک تصدیق نہ کر لو اور کوئی معجزہ نہ دیکھ لو ہرگز اقرار رسالت نہ کرنا۔ کیونکہ کئی دھوکا باز۔ شعبدہ باز دعوئے رسالت کریں گے۔ لہٰذا بغیر معرفت حاصل کئے نہ سجدہ میری درگاہ میں قبول ہوگا نہ ہی رسالت کا کامل مدعا حاصل ہوگا۔

امامت کا بھی انہیں الفاظ میں تعارف فرمایا کہ جو بھی بعد از میرے حبیب رسول مختارؐ دعوئے امامت یا خلافت کرے۔ دیکھ لینا کہ آیا یہ دعوے دار میری طرف سے ہے یا تم لوگوں کا خود ساختہ ہے۔ اگر منجانب اللہ ہو تو بے دھڑک اس کی تابعداری لازم آئیگی۔ کیونکہ اس کی نافرمانی رسالت کی نافرمانی اور رسالت کی نافرمانی میری یعنی خدا کی نافرمانی ہے۔ خود ساختہ کے لئے اس میں کوئی گنجائش نہیں — نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی کام تمہارا اے انسان ہو وہ سمجھ سوچ کر اور معرفت حاصل کر کے کرنا

ہرگز کسی کے کہنے سننے پر اعتبار نہ کرنا۔ ورنہ خطا کار ہو جاؤ گے۔ مگر افسوس ہم لوگ کبھی بھی اس ہدایت خدا اور رسولؐ کو عملی جامہ نہیں پہناتے۔ اندھی تقلید کی طرح جو بھی بزرگ اپنے بخیال کہہ دیں وہ سب درست۔ حالانکہ آنکھیں دیکھکر کہہ رہی ہوں کہ یہ سب غلط ہے۔

کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو علما کی صف میں کھڑا کرنا آسان ہے مگر کتابوں سے علم حاصل کرنے کے بعد اُس علم پر عمل بھی کرے وہی اصل میں عالم ہونے اور کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے معصومینؑ نے علماء قابلِ تقلید کی صفات، نشانیاں اور شرائط بتادی ہیں۔ جو ان شرائط پر پورا اُترے فی الحقیقت وہی عالم کہلانے کا مستحق ہے۔ مگر افسوس ہمارے فتوے دینے والے بہت ہی کم علماء کو علم اور عمل دونوں چیزیں حاصل ہیں بلکہ بعض خواہ مخواہ اپنی نادانی کو چھپانے کیلئے کبھی شہادت اور کبھی تقلید کا مسئلہ سنا کر خاموش کر دیتے ہیں۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے ماں چاند کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے "وہ دیکھو چاند ماموں" یعنی پیدائش سے ہی چاند کی پہچان کروانا گہوارہ مادری کا کام ہے۔ مگر ہمارے بزرگ علما کم از کم ساٹھ برس کے تو ضرور ہوتے ہونگے۔ دیکھیے کس قدر چاندوں کو انہوں نے پہلے ہلال اور پھر بدر کی منزل تک پہنچتے دیکھا ہوگا۔ کیا ان بزرگوں کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ چاند یکم یا دوئم کا ہے یا کہ سوم چہارم کا ہے۔ اگر یہ بزرگ عملی علم بھی کچھ حاصل کر لیتے تو کم از کم جو جو عمل واقعہ میں آئے ہیں تو اگر کوئی تہوار یکم کا ہی ہو یعنی عید الفطر وغیرہ تو مان لو بھی درست کہ بوجہ بادل یا کہر چاند نظر نہ آیا اور غلط دن تہوار منایا گیا مگر جو تہوار دس یوم کے بعد ہو یعنی عید الاضحٰے یا محرم الحرام کا عشرہ اس میں ان لوگوں کی کم علمی سے جو جو بھی غیر موزوں باتیں ہوں کون اس کا ذمہ دار ہوگا دس یوم بعد چاند فلک پر آشکار ہو کر اپنی منزل اور قد و قامت کا پتہ دیتا ہے۔ مگر افسوس ان بزرگوں کو ٹس سے مس نہیں ہوتا اور اپنی ضد پر قائم کہ جو منہ سے نکل گیا وہ درست۔ چاہے اعمال سب ضائع ہو جائیں۔

بیشک حدیث میں شہادت کا ماننا بھی ضروری ہے۔ مگر میرے محترم بزرگو جبکہ اپنی آنکھ سے خود دیکھ لو تو پھر شہادت کیسی ——— نیز شہادت نزدیک تر کی ہونی چاہئے یہ نہیں کہ فاصلہ ... میل کا ہو اور آپ اس پر یقین فرمادیں۔ آٹھ سو میل کے فاصلہ پر تو کم از کم نصف یا پونے گھنٹہ کا فرق دن رات میں ہو جاتا ہے۔ ہم لاہور میں جبکہ نماز مغرب پڑھتے ہیں کراچی میں اس وقت دن ہوتا ہے اور جبکہ ہم لاہور میں نماز فجر ادا کرتے ہیں کراچی میں لوگ شب باشی کے خمار میں مدہوش ہوتے ہیں۔ یہ کہاں درست ہے کہ جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہو وہی لاہور میں رہو۔

ہم حکومت پاکستان کے مشکور ہیں کہ وہ ایام عشرہ محرم الحرام میں دس یوم متواترات ون ریڈیو پروگرام میں کوئی ناروا پروگرام نہیں سناتی۔ بلکہ صرف تذکرہ شہادت۔ مرثیہ خوانی اور شہداء علیہم السلام پر یہ عشرہ ختم ہوتا ہے۔

اب اگر اصلی یوم عاشور کی بجائے پہلے ہی یوم عاشور ہمارے علما منوا کر عشرہ ختم کر دیں تو ان اعمال حرام کا سہرا جو کہ عاشور کے دن ہوئے کس پر ہوگا۔ کبھی یہ سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا کہ جمعہ کی نماز جمعرات کو ادا کی گئی ہو۔ یا نماز صبح رات کے بارہ بجے اور نماز مغرب دوپہر پہلے ہی پڑھ لیں۔ اعمال کا صحیح وقت پر ہونا ضروری ورنہ اعمال باطل ہو جائینگے۔

گذشتہ عشرہ محرم الحرام میں ہمارے بعض محترم علما نے ہمیں غلط عاشور کا دن کروایا بلکہ یہ ایک کی بجائے دو یوم عاشور بنے یعنی عاشور کے صحیح دن کو ریڈیو پروگرام بعد ساز باز کے اور رنگا رنگ فلمی گانوں کے جو ہوتا رہا۔ اور اعمال عاشور یا شب عاشور ایک یوم قبل لوگوں نے کئے۔ فرمایئے یہ اعمال جو خراب ہوئے۔ اس کا گناہ کس فرد پر ہوگا۔

میری صرف یہ التجا ہے کہ ہمارے بزرگ علمائے کرام جو بھی بات منہ سے نکالیں وہ سوچ کر تاکہ ان کے مقتدی حضرات خواہ مخواہ اعمال صالح کی بجائے اعمال کو ضائع نہ کر بیٹھیں۔ نیز جہاں تک علم کتابی حاصل کیا ہے عملی علم بھی حاصل کریں۔ اور مقتدی صاحبان بھی کچھ غور و خوض سے کام لیں اندھی تقلید کے قائل نہ ہوں۔ ورنہ ہمیشہ خسارہ میں رہنا پڑیگا۔ نیز محکمہ ریڈیو براڈ کاسٹنگ بھی اگر یکم محرم الحرام سے ایک دن قبل اور یوم عاشور سے ایک دن بعد تک گانا بجانا بند رکھے تو ایام عزا کے متعلق پبلک کے جذبات کا بھی احترام رہے اور طبیعتوں پر بھی یہ گراں نہ گزرے کہ حیات شہداء اور اسلامی حقائق کے مسلسل بیانات کے بعد یکدم ہی ساز و نغمہ اور ڈھولکی و طبلہ بجنے لگتا ہے۔ طبیعتوں پر یہ بہت گراں گذرتا ہے۔ محکمہ براڈکاسٹنگ کے لائق افسران کو اس طرف خاص طور سے متوجہ ہونا چاہئے۔

محرم میں ادارہ معارف اسلام کی خدمات کی ایک ہلکی سی جھلک

(سیکرٹریان ادارہ حلقہ انگلستان مشرقی پاکستان کی رپورٹیں)

برمنگھم ۱۳ انگلینڈ

۱۳ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ
۲۷ جون ۱۹۶۱ء

بخدمت محترم صدر۔ ادارہ معارف اسلام۔
مرکزی دفتر۔ لاہور۔ پاکستان

سلام علیکم و تحفہ با عمل عدد۔ امید ہے کہ آپ سب بخیر

عافیت ہو گئے۔ اس سال برمنگھم میں اور شاید تمام برطانیہ میں پہلی بار باقاعدہ محرم الحرام کی مجالس ہوئیں اور ماتم برپا کیا گیا۔ جناب حافظ علی محمد صاحب جو مردِ مومن اور حافظ قرآن ہیں نے اپنا ہال محرم کی مجالس کے لئے ادارۂ معارف اسلام" کی تحویل میں دیدیا۔ بہت وسیع جگہ ہے۔ ہزاروں آدمی سما سکتے ہیں۔ چونکہ ابھی ہماری تنظیم نئی نئی ہے اور یہاں کا ماحول کچھ اتنا مصروف ہے کہ سب آدمیوں کا اکٹھا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ مگر اُس ذات باری کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میری خواہش بر آئی جس کسی مومن کا پتہ چلا اُس سے خود جا کر ملا یا ٹیلیفون پر یا خط لکھ کر رابطہ قائم کیا۔ سب نے گرمجوشی کا اظہار کیا۔ جس کسی آدمی کے نام پر مومن ہونے کا گمان ہوا اُس کو بھی میں نے جیدھر کر جا پوچھا تو آخر ساٹھ فیصدی مومنین ہی نکلے۔ کئی آدمیوں نے بُرا بھی منایا مگر میں نے اپنا مشن جاری رکھا۔ آخر چند مخلص مومنین کو اکٹھا کرنا بھی کچھ معنی رکھتا ہے میں نے یہاں ۶۵ سادات و مومنین کے نام اور پتے معلوم کئے۔ جن میں سے چالیس سے اُوپر لوگ پکے مومن نکلے اور ہماری مجالس میں شریک ہوتے رہے۔ عشرہ محرم کی تمام مجالس باقاعدگی سے ہوتی رہیں۔ پانچویں محرم کے بعد اختتام مجالس میں ماتم بھی ہوتا رہا۔ میں پہلے جھجکتا رہا کہ شاید یہ لوگ پسند کریں یا نہ۔ جناب محترم حافظ علی محمد صاحب کے عقیدے کے متعلق مجھے پورا علم نہ تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ تفضیلی قسم کے آدمی ہیں۔ مگر ماتم کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو خود ماتم کرنے کیلئے بیتاب تھے۔ ۱۸ یا ۲۰ نوجوان بہت اچھے ماتمی نکلے۔ کوئی کسی علاقے کا تھا کوئی کسی علاقے کا۔ ماتم کرنے کا ڈھنگ جدا جدا تھا۔ مگر دو مخلص نوجوان نذیر حسین اور فدا حسین جو مشہور آرٹسٹ محمد عالم کی پارٹی کے ہمراہ یہاں پچھلے اگست سے انگلستان کا دورہ کر رہے ہیں یہ تینوں ہماری مجالس میں روزانہ شریک ہوتے رہے اور بڑی خوش الحانی سے مرثیہ جات پڑھتے رہے۔ نذیر حسین و فدا حسین بہت اعلیٰ قسم کے نوحہ خوان ہیں اور ماتمی بھی ہیں۔ تھوڑے ہی وقت کے بعد ہماری ماتمی پارٹی منظم ہو گئی اور مجلس کے بعد کافی دیر تک ماتم ہوتا رہا۔

شب عاشور کو چھ سات نوجوان یہاں برمنگھم سے ۴۰ یا ۵۰ میل کے فاصلہ پر ایک شہر رگبی (RUGBY) ہے وہاں سے خاص طور پر آئے اور قریباً تمام شب ماتم ہوتا رہا۔ علی الصبح میں نے بلند آواز سے اذان دی اور لوگوں نے نصف باندھ کر اکٹھے نماز ادا کی۔ میں نے اونچی آواز میں نماز کو ادا کیا اور باقی سب نے نیت فرداً فرداً کی مگر میرے ساتھ شامل نماز ہوئے (کیا ایسا درست ہے آپ ہدایت فرمائیں)۔ پھر صبح ۹ بجے مجلس شروع ہوئی اور تقریباً ۱½ بجے ختم ہوئی۔ پھر اسی دن یعنی یوم عاشور کو شام کے ۸½ بجے سے

لیکر ۱/۲ ۱۰ بجے تک حافظ علی محمد صاحب کے رہائشی مکان پر "شام غریباں" کی مجلس کا انعقاد ہوا۔ ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی مومن نیاز لے آتا تھا جو بعد از مجلس بطور تبرک تقسیم ہوتی رہی کل بعد پیر وقت شب پھر اُسی Triogle Hall (ٹرائینگل ہال) میں جہاں مجالس محرم ہوتی رہیں ہوئی کی مجلس ہوئی۔ عشرہ کی رات کو ایک سیّد منظور حسین شاہ سکنہ ڈھڈیال (ضلع میرپور) حال بریڈفورڈ جو ذاکر ہیں آگئے تھے۔ شام غریباں کی مجلس بھی انہوں نے ہی پڑھی۔ چہلم بھی یہاں امید ہے کہ پہلے سے بہتر صورت میں منایا جائیگا۔

یہاں کے ہفت روزہ اخباروں میں ان مجالس کے متعلق تحریر کیا گیا ہے۔ ہمارا تذکرہ اب تمام برطانیہ میں ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ اور بہت سے مومنین جن کا ابھی ہمیں علم نہیں وہ بھی ادارہ معارف اسلام میں شامل ہو جائینگے۔ اِس وقت میں بحیثیت سیکرٹری کام کر رہا ہوں۔ حافظ علی محمد صاحب صدر ہیں اور چوہدری رشید احمد صاحب نائب صدر اور کیپٹن عجائب حسین شاہ صاحب خزانچی سیّد عثمان شاہ صاحب۔ سیّد خلیل شاہ۔ غلام مصطفےٰ ربانی کربلائی۔ مستری فضل کریم و دیگر حضرات بڑے ACTIVE کارکن ہیں۔ عزیزم سجاد حیدر اور نذر باقر ہر مجلس میں شرکت فرماتے رہے اور میری تسکین و تقویت کا باعث ہوئے۔ آپ مناسب طور پر "معارف اسلام" و دیگر قومی رسائل میں یہ اطلاع شائع کرا دیں۔ میں ہر مجلس کے بعد حسب دستور باآواز بلند زیارت پڑھتا ہوں میری آواز بہت بلند ہوگئی ہے۔ میں نے آپ کے مضامین سے خیالات لیکر مجالس میں تقریر بھی کی ہے۔ یہاں کے اراکین کی مکمل لسٹ علیحدہ ارسال کر رہا ہوں۔ والسلام

(M.H. Shah) سیّد منظور حسین شاہ سیکرٹری ادارہ معارف اسلام (حلقہ انگلستان)

رپورٹ سیکرٹری حلقہ مشرقی پاکستان

تیجگاؤں ڈی ایل آر آفس

۱۷۔ جون ۱۹۶۶ء

محترم معظم جنرل سیکرٹری ادارہ معارف اسلام مرکزی دفتر لاہور

سلام علیکم۔ اُمید ہے کہ آپ بطفیل آئمہ معصومینؑ بخیریت ہونگے۔ ضروری گذارش یہ ہے کہ امسال ماہ محرم میں حسب دستور سابق ادارہ معارف اسلام کی بنگلہ نشر و اشاعت کی چوتھی کتاب عقائد شیعہ جلوسوں میں نیز ڈھاکہ کی تمام مساجد اور مدرسوں نیز عوام کے ہاتھوں میں اور ہر محلہ میں مفت تقسیم کی گئی اس کتابچہ میں جو بنگلہ زبان میں تحریر کی گئی ہے۔ ملت جعفریہ کے عقائد اصول دین فروع دین پر روشنی ڈالی گئی ہے اور عوام میں جو غلط فہمیاں عرصے سے چلی آ رہی تھیں جس سے عوام شیعوں سے متنفر تھے دور کیا گیا ہے اور شیعیت کے مفہوم و معانی سے ان کو مطلع کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی چہاردہ معصومینؑ کی تاریخ ولادت اور شہادت اور ان کے زمانہ میں جو علماء محدثین اور امام اہل سنت والجماعت کے گزرے ہیں تحریر کیا گیا ہے۔ عوام میں یہ

اللہ تعالیٰ، رسولؐ اور اہلبیتؑ کی معرفت رکھنے والے کی موت شہادت ہے

(بزبان امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

احمدہ شکراً لانعامہ، و استعینہ علیٰ وظائف حقوقہ، عزیز الجند، عظیم المجد، واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ دعا الیٰ طاعتہ، وقاھر اعداءہ جہاداً علیٰ دینہ، لا یثنیہ عن ذالک اجتماع علیٰ تکذیبہ والتماس لاطفاء نورہ۔ فاعتصموا بتقوی اللہ فان لھا حبلاً وثیقاً عروتہٗ ومعقلاً منیعاً ذروتہٗ۔ وبادروا الموت فی غمراتہ۔ وامھدوا لہ قبل حلولہ، واعدّوا لہ قبل نزولہ۔ فان الغایۃ القیامۃ و کفیٰ بذالک واعظاً لمن عقل، و معتبراً لمن جھل۔ وقبل بلوغ الغایۃ ما تعلمون من ضیق الارماس، وشدۃ الابلاس، وھول المطلع، وروعات الفزع، واختلاف الاضلاع واستکاک الاسماع، وظلمۃ اللحد، وخیفۃ

میں اُس کے انعامات کے شکریہ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اُس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اسی سے مدد چاہتا ہوں، وہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں جنہوں نے اُس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اُس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ اُن کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور اُن کے نور کو بجھانے کے لئے کوشش تلاش میں لگے رہنا ان کو اس (تبلیغ و جہاد) کی راہ سے ہٹا نہ سکا۔ اب تم کو لازم ہے کہ خوفِ الٰہی سے چمٹے رہو۔ اس لئے کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبوط اور اُس کی پناہ کی چوٹی ہر طرح محفوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں (کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پورے کر دو اور اُس کے آنے سے پہلے اس کا سروسامان کر دو اور اس کے وارد ہونے سے قبل تہیہ کر لو۔ کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کیلئے نصیحت دینے اور نادان کے لئے عبرت بننے کیلئے کافی ہے اور اس آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے قبروں کی تنگنائی، برزخ کی ہولناکی، خوف کی دہشتیں

الوعل. وغمّ الضريح، وردم الصفيح. فالله الله عباد الله! فان الدنيا ماضية بكم على سنن وانتم والساعة فى قرن. وكانها قد جاءت باشراطها، وازفت بافراطها، ووقفت بكم على صراطها وكانها قد اشرفت بزلازلها واناخت بكلاكلها. وانصرمت الدنيا باهلها، واخرجتهم من حضنها. فكانت كيوم مضى او شهر انقضى، وصار جديدها رثاً، وسمينها غثاً. فى موقف ضنك المقام، وامور مشتبهة عظام. ونار شديد كلبها، عال لجبها، ساطع لهبها، متغيظ زفيرها، متأجج سعيرها، بعيد خمودها، ذاكٍ وقودها، مخيف وعيدها، عمٍ قرارها، مظلمة اقطارها، حامية قدورها، فظيعة امورها. وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا. قد امن العذاب، وانقطع العتاب، وزحزحوا عن النار، واطمانت بهم الدار، ورضوا المثوى والقرار. الذين كانت اعمالهم فى الدنيا زاكية، واعينهم باكية. وكان ليلهم فى دنياهم نهاراً، تخشعاً واستغفاراً، وكان نهارهم

(فشار قبر سے) پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہو جانا، کانوں کا بہرا پن، لحد کی تاریکی، عذاب کی دھمکیاں، قبر کے رخنے کا بند کیا جانا۔ اور اس پر پتھر کی سلوں کا چُن دیا جانا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، ڈرو کیونکہ دنیا تمہارے لئے ایک ہی دھرّے پر چل رہی ہے۔ اور تم اور قیامت ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہو گویا کہ وہ اپنی علامتوں کو آشکارا کر چکی ہے۔ اور اپنے جھنڈوں کو لیکر قریب پہنچ چکی ہے۔ اور تمہیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمہارے سر پر کھڑی ہوئی ہے۔ اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے۔ اور دنیا اپنے بسنے والوں سے کنارہ کر چکی ہے اور اُنہیں اپنی آغوش سے الگ کر دیا ہے۔ گویا کہ وہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا جو گزر گیا۔ اُسکی نئی چیزیں پرانی اور موٹے تازے (جسم) دبلے ہو گئے۔ ایک ایسی جگہ میں پہنچ کر جو تنگ اور تار ہے اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ و عظیم ہیں اور ایسی آگ میں (پڑ کر) جس کی ایذائیں شدید، چیخیں بلند، شعلے اٹھتے ہوئے، بھڑکنے کی آوازیں غضبناک، لپٹیں تیز، بجھنا مشکل، بھڑکنا تیز، خطرات وحشتناک، گہراؤ نگاہ سے دُور، اطراف تیرہ و تار، (آتشیں) دیگیں کھولتی ہوئی اور تمام کیفیتیں سخت و ناگوار ہیں اور جو لوگ اللہ کا خوف کرتے تھے، اُنہیں جوق در جوق جنت کی طرف بڑھایا جائیگا۔ وہ عذاب سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ، اور آگ سے بری ہونگے۔ گھر ان کا پُرسکون اور وہ اپنی منزل و جائے قرار سے خوش ہونگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے اور آنکھیں اشکبار

لیلاً توحشاً وانقطاعاً۔ فجعل اللہ
لہم الجنۃ مآباً، والجزاء ثواباً،
وکانوا احق بہا واہلہا۔ فی ملک
دائم، ونعیم قائم۔

فارعوا عباد اللہ ما برعایتہ یفوز
فائزکم، وباضاعتہ یخسر مبطلکم
وبادروا آجالکم باعمالکم، فانکم
مرتہنون بما اسلفتم، ومدینون بما
قدمتم۔ وکان قد نزل بکم المخوف،
فلا رجعۃ تنالون، ولا عثرۃ تقالون
استعملنا اللہ وایاکم بطاعتہ و
طاعۃ رسولہ، وعفا عنا وعنکم
بفضل رحمتہ۔ الزموا الارض
واصبروا علی البلاء، ولا تحرکوا
بایدیکم وسیوفکم فی ہوی
السنتکم، ولا تستعجلوا بما لم
یعجلہ اللہ لکم، فانہ من مات
منکم علی فراشہ وہو علی معرفۃ
حق ربہ وحق رسولہ واہل بیتہ
مات شہیداً ووقع اجرہ علی اللہ
واستوجب ثواب ما نوی من
صالح عملہ، وقامت النیۃ مقام
اصلاتہ لسیفہ۔ وان لکل شیء
مدۃ واجلاً۔

(نہج البلاغۃ)

رہتی تھیں دنیا میں انکی راتیں خضوع و خشوع اور توبہ و استغفار میں (بیداری کی وجہ سے) دن اور دن لوگوں سے متوحش و علیحدہ رہنے کے باعث ان کیلئے رات تھے تو اللہ نے جنت کو انکی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں کو ان کی جزا قرار دیا ہے اور وہ اسکے سزاوار اور اہل و حقدار تھے اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار رہنے والی نعمتوں میں

لہٰذا اے خدا کے بندو! ان چیزوں کی پابندی کرو جن کی پابندی کرنے سے تم میں سے کامیاب ہونیوالا کامیاب اور انہیں ضائع و برباد کرنے سے غلط کار نقصان رسیدہ ہوگا موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کر لو۔ اس لئے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہوگے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہوگے اور جو کار گزاریاں انجام دے چکے ہوگے انہی کا بدلہ پاؤگے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ گویا موت تم پر وارد ہو چکی ہے جس کے بعد نہ تو تمہارے لئے پلٹنا ہے اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے، خدا وند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے زمین سے چپکے رہو، بلاؤ سختی کو برداشت کرتے رہو اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ان کے اہلبیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جس عمل خیر کی نیت اس نے کی ہے اس کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کی یہ نیت تلوار کھینچنے کے قائم مقام ہے بیشک ہر چیز کی ایک مدت اور میعاد ہوا کرتی ہے۔ (ترجمہ الاستاذ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ)

مدّت ہوئی امامؑ کو مہماں کئے ہوئے

(امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں)

(از شاعرِ معارفِ اسلام الحاج آقائی سید الف شاہ پاکنہاد مدظلہ)

توضیح :- جناب آقائے سید الف شاہ صاحب ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :-

"محرم کی آٹھویں تاریخ تھی۔ میں اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا محوِ خیالات تھا۔ ناگہاں مرحوم مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کی ایک مشہور نظم کا مطلع میری زبان پہ جاری تھا "مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے" یہ کیا؟ کس مناسبت سے؟ نفسِ امّارہ یا شیطان کو یہ کیا سوجھی؟ ایامِ مصیبت و شہادتِ امام حسین علیہ السلام میں غزل سرائی یعنی چہ؟ دل میں خلش سی محسوس ہوئی مگر میں نے بتائیدِ الٰہی مقتضیاتِ وقت کے تحت غالبؔ کی غزل کا اُسی کے بحر، قافیہ و ردیف میں استقبال کیا اور اپنے مرشدِ کامل کے حضور میں ایک سلام لکھ کر غالبؔ کی بزمِ سخن کو محرم کی ایک بزمِ ماتم میں تبدیل کر دیا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۔ سید الف شاہ عفی اللہ عنہ"

مدّت ہوئی امامؑ کو مہماں کئے ہوئے — خونِ بدن سے بزم چراغاں کئے ہوئے
تڑپے ہے پھر رگوں میں مرے جسم کا لہو — عزمِ ظہورِ وصلِ شہیداں کئے ہوئے
تاکے ہے جسم کو مرے زنجیرِ ماتمی — تیغِ نگہ کو جوہرِ ہجراں کئے ہوئے
چاہتا ہوں پھر دکھاؤں بہارِ دل و جگر — زخموں کو ارغوانی و عریاں کئے ہوئے
ہر زخمِ تن مرا ہے کشادہ دہن بذوق — صد آرزو بوصلِ نمکداں کئے ہوئے
پھر متحد ہے لشکرِ اعدا خلافِ حق — حصنِ شعور و عقل کو ویراں کئے ہوئے
نکلے ہیں اب حسینؑ کریں حق کو آشکار — راہِ خدا میں وقف دل و جاں کئے ہوئے
جی چاہتا ہے پھر کہ رہیں روتے عمر بھر — یادِ حسینؑ و شامِ غریباں کئے ہوئے
قرباں ترے اصول پہ اے "نورِ کبریا" — "دینِ نبیؐ" کو تو ہے درخشاں کئے ہوئے
لاکھوں درود تجھ پہ ہوں اے سرورِ انامؑ — اُمت ہے گریاں حالِ پریشاں کئے ہوئے
سیّد تری شہادتِ عظمیٰ پہ اشکبار — بیٹھا ہے غم میں چاک گریباں کئے ہوئے
رحمت کا منتظر ہے تری - کب تلک رہے — سر زیرِ بارِ منتِ دوناں* کئے ہوئے
غالبؔ بھی تھے مگر جنہیں بلایا تو یوں کہا — حزن و الم کو اپنے نمایاں کئے ہوئے
"سیّد ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے — بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے"

* دوناں - کمینے اور خسیس لوگ۔

محرّم کا چاند

(نتیجۂ فکر آغا باقر علی افسرؔ بی اے لاہور)

چرخ پر تھا یوں شب اوّل بحالِ زار چاند
جیسے ہو تارِ نگاہِ دیدۂ بیمار چاند

ہو کے خیریت طلب میں نے خطاب اس سے کیا
اے شبستانِ فلک کے رونقِ بازار چاند

کیا ہوا وہ حسن تیرا اور وہ رعنائی تری
چاہیے کس کی دوا ہو کے شب بیدار چاند

کس کے اقلیمِ صباحت کی تجھے ہے جستجو
اے محیطِ آسماں کے گوہرِ سیّار چاند

کس لئے ہے پھول سا چہرہ ترا اُترا ہوا
کر دیا کس کی خلش نے تجھ کو شکلِ خار چاند

کس کی فرقت کی چھری سے اس قدر گھائل ہوا
کس کی الفت کے الم سے ہے جگر افگار چاند

تارِ بستر بن گیا گھل گھل کے کس کی یاد میں
ہاں بتا کس کی محبت سے ہے تو سرشار چاند

کس کے ماتم میں بچھایا ہے یہ فرشِ چاندنی
کس شہیدِ بے خطا کا تو ہے ماتم دار چاند

ہے پریشاں کس لئے انجم کی تیری انجمن
کیوں وفورِ غم سے ہے تو نقش بر دیوار چاند

دوش پر ہے کس لئے شالِ سیاہِ شب عیاں
کس کے غم میں دن کی رونق سے ہے تو بیزار چاند

دیکھ کر مجھ کو الم میں اس قدر درد آشنا
بن گیا سر تا بپا گویا لبِ گفتار چاند

ماہیِ بے آب کی مانند بے آبی کے ساتھ
پھر لگا کرنے حدیثِ غم کا یوں اظہار چاند

خاکِ غم پر کس لئے تڑپوں نہ بن کر چاندنی
ہے عزادارِ عزائے سیّدِ ابرار چاند

سر کھلے آئیں نظر خیر النساءؑ کی بیٹیاں
کیوں نہ پھر اس رنج سے ہو خوں بے دستار چاند

جب سے آئے چاند زہراؑ کے نظر بے سر مجھے
سر نہ ٹکراتا رہے کیونکر سرِ کہسار چاند

سر شہیدوں کے سنانوں پر نظر آئے مجھے
اک افق پر تھے بہتّر مطلعِ انوار چاند

اختران بے کجاوہ پر پیمبر زادیاں
سامنے اک ایک ناقہ کے تھا اک خونبار چاند

امِ لیلیٰ کے مقابل فرقِ ہمشکلِ نبیؐ
سامنے کبریٰؑ کے فرقِ قاسمؑ دلدار چاند

دو سنانوں پر تھے زینبؑ کے وہ دو قرصِ قمر
چار نیزوں پر عیاں ام البنینؑ کے چار چاند

تھیں رسن بستہ کھلے سر دخترانِ فاطمہؑ
طشت میں رکھا ہوا اک سرِ سردار چاند

ماتمِ شبیرؑ میں افسرؔ رہے گا عمر بھر
اس الم سے تا دمِ محشر فگار و زار چاند

نوٹ: یہ عقیدت نامہ معنی نظم اس وقت موصول ہوئی جب شمارہ شہید نمبر چھپ چکا تھا۔ لہٰذا اسے جولائی ایڈیشن میں شائع کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

۲۸ صفر مصیبتِ عظمٰے کا دن

(از شیخ غیاث الدین مدیر معارف اسلام)

"بزرگانِ دین کی وفات کے دن خوشی منانا" نمعلوم یہ رسم کس نے جاری کی تھی، عقل بھی کہتی ہے اور تقاضائے فطرت بھی یہی ہے کہ یومِ ولادت کو خوشی ہوتی ہے اور یومِ وفات کو سوگ منایا جاتا ہے۔ اور اگر کسی گھر میں ایک ہی دن ولادت بھی ہوئی ہو اور اسی دن اُس گھر میں کسی نے انتقال بھی کیا ہو تو خوشی مفقود ہو جاتی ہے اور غم ہی باقی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ جذبۂ غم زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اسلئے اسے ہی مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حالتِ غم میں گناہ کی طرف رغبت نہیں ہوتی اس کے برعکس خوشی لہو و لعب کے لئے محرک ثابت ہوتی ہے ـــــ مگر اس سرزمین میں اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بزرگانِ دین کی وفات کے دن بجائے سنجیدگی، اظہارِ غم اور ایصالِ ثواب کے ایک میلہ قائم کر کے خوشی منائی جاتی ہے۔ اور اُس دن کو اُس بزرگ کا یومِ وصال قرار دے کر اُس کے مزار شریف پر سہرے اور چادریں چڑھانے کے لئے جلوس کی صورت میں باجوں اور شادیانوں کے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اوّل تو اسلامی اصولوں کی رو سے ذاتِ باری تعالےٰ کے ساتھ کسی کا وصال ناممکن۔ مخلوق کا خالق کے ساتھ وصال کیسا! دوسرے یہ کہ اس بزرگ کی وفات سے پیشتر دنیا جو اُس سے فیض حاصل کر رہی تھی اس کی وفات پر دنیا اس سے محروم ہو گئی اس بات کی خوشی ہونی چاہیئے یا اس کے لئے اظہارِ غم زیادہ مناسب ہے؟ خود جبکہ رسولِ خدا سب کی آنکھوں کے سامنے موجود تھے حضرت کے عہد میں کئی اموات ہوئیں مثلاً محسنۂ اسلام اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبرےٰ اور محسنِ اسلام حضرت ابوطالبؑ کی وفات مگر حضرتؐ نے ان اموات پر اظہارِ خوشنودی نہیں فرمایا بلکہ تمام سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیا۔ خوشی تو تاریخی طور پر حضرت امام حسنؑ مجتبےٰ کی شہادت پر دربارِ شام میں منائی گئی یا نبی کے دوسرے نواسے حضرت امام حسینؑ کی شہادت پر شامی فوجوں نے کوفہ و شام میں خوشی منائی اس کے برعکس عالمِ اسلام میں یعنی خاندانِ رسولؐ، صحابہؓ اور اہلِ مکہ و اہلِ مدینہ وغیرہ میں شہادتِ حسینؑ پر غم منایا گیا حضرت امام حسینؑ کا عرس نہیں قائم کیا گیا ـــــ مگر ـــــ نبی اعظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا یومِ وفات بلاشبہ عالمین کے لئے ایک عظیم مصیبتِ عظمٰے کا دن ہے کہ دنیا فیضِ صحبتِ نبیؐ سے اس دن محروم ہوئی۔ وفاتِ نبیؐ کے دن مدینہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ در و دیوار گریہ و بکا کر رہے تھے کافروں کے گھر میں خوشی ہوئی ہوگی ـــــ آج عیدِ میلاد النبیؐ تمام دنیا میں بڑے تزک و احتشام

سے منائی جاتی ہے۔ سُنّی مسلمان اپنی تحقیقات کی رو سے ۱۲ ربیع الاوّل کو مناتے ہیں اور شیعہ مسلمان خاندانِ رسالت کے فرمودات اور بالخصوص آئمہ طاہرین کی تصدیق و توثیق کے مطابق ۱۷ ربیع الاوّل کو مناتے ہیں۔ اور مِل جُل کر مناتے ہیں۔ مگر خدارا "یوم وفات النبیؐ" جو ولادت سے زیادہ مؤثر اور زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس کا منانا بھی تو کم از کم ہر کلمہ گو کا فریضہ ہونا چاہئے۔ اور اس دن مکمل آداب پاکیزگی اور سنجیدگی کے ساتھ شایانِ شان طریقے سے محسنِ عالمین کے دربار میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنا چاہئے۔ بلاشبہ اس دن کا منانا عالمِ انسانیت کے لئے زیادہ بابرکت اور بہ نسبت میلاد کے زیادہ کارِ ثواب ہوگا —— اولادِ رسولؐ یعنی آئمہ اہلبیتؑ کے فرمودات کے مطابق ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری حضرتؐ کا یومِ وفات ہے اور سالکانِ مسلکِ کتاب اللہ و عترتؑ اس دن یومِ وفات مناتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ جس طرح ایام میلاد ایک ہفتہ تک یعنی ۹ - ۱۰ ربیع الاوّل سے لیکر ۱۷ ربیع الاوّل تک منائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یوم وفات النبیؐ کے لئے بھی چند دن وقف کر دیئے جائیں اور ۲۸ صفر کو مخصوص دن قرار دیکر اس دن تمام اہلِ اسلام حضرتؐ کی یاد میں مجالس قائم کریں اور بڑی سنجیدگی اور آداب و احترام کے ساتھ کلام خدا و اذکارِ سیرت رسولؐ بیان کر کے نذرِ رسالتمآب (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کریں۔

۲۸ صفر کا دن نہ صرف یوم وفات پیغمبر آخر الزمانؐ ہے بلکہ حضورؐ کے جگر گوشہ اور راحتِ جان امام دوم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یومِ شہادت بھی ہے اسی دن حضورؐ نے سازشی گروہ کے زہر دیئے جانے سے نبی اکرمؐ کی شہادتِ خفی کی تکمیل فرمائی تھی۔ دو معصوموں کی شہادت کا دن مسلمانانِ عالم کے لئے ایک بڑی مصیبت اور سوگ کا دن ہے۔ اس دن ہر محبِ رسولؐ کا فرض ہے کہ کسی بھی امر میں اظہارِ خوشنودی مکمل طور پر ترک کرلے۔ اور اپنے ذاتی امور میں بھی دلچسپی کا اظہار نہ کرے بلکہ یادِ رسولؐ و نواسۂ رسولؐ میں اپنا دن بسر کرے اور اسی ضمن میں مخصوص اعمال کو مکمل طور پر انجام دیوے۔ اور زیارت جناب سرورِ عالمینؐ اور زیارت جناب امام حسنؑ سید الشباب اہل الجنۃ پڑھے جو مندرجہ ذیل ہیں :—

مختصر زیارت جناب رسولؐ خدا یہ ہے :—

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَۃَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَۃَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْنَ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ نَصَحْتَ

لاَتَيْتَ وَجَاهَدْتَ فِي سَبِيلِ رَبِّكَ وَعَبَدْتَهٗ حَتّٰى اَتٰىكَ الْيَقِيْنُ فَجَزَاكَ اللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ (مخصوص اوقات اس زیارت کے پڑھنے کے یہ ہیں:-

۱۷ ربیع الاول کہ روز ولادت ہے اور ۲۸ صفر کہ روز وفات ہے۔ اور ۲۷ رجب کہ شب شب معراج ہے اور دن روز بعثت ہے اور ۱۱ رمضان کہ روز فتح بدر ہے اور ۲۰ رمضان کہ روز فتح مکہ ہے اور ۲۴ رجب روز فتح جنگ خیبر ہے، اور ۲۴ ذوالحجہ کہ روز مباہلہ ہے اور یکم ربیع الاول وقت شب کہ شب ہجرت ہے اور ۱۵ رجب کہ حضرت شعب ابیطالب سے باہر آئے اور ۱۸ جمادی الآخر کہ جناب آمنہؑ والدۂ ماجدہ جناب رسولِ خدا حاملہ ہوئیں اور ۱۰ ربیع الاول کہ اسی روز جناب رسالتمآب نے ام المومنین خدیجہ کبریٰؑ سے عقد فرمایا۔

مختصر زیارت حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ یہ ہے :-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَابْنَ اَوَّلِ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَيْفَ لَا تَكُوْنُ كَذٰلِكَ وَاَنْتَ سَبِيْلُ الْهُدٰى وَحَلِيْفُ التُّقٰى وَرَابِعُ اَصْحَابِ الْكِسَاءِ غَذَّتْكَ يَدُ الرَّحْمٰنِ وَرُبِّيْتَ فِيْ حِجْرِ الْاِسْلَامِ وَرُضِعْتَ مِنْ ثَدْيِ الْاِيْمَانِ فَطِبْتَ حَيًّا وَّطِبْتَ مَيِّتًا غَيْرَ اَنَّ الْاَنْفُسَ غَيْرُ طَيِّبَةٍ بِفِرَاقِكَ وَلَا شَاكَّةٍ فِي الْحَيٰوةِ لَكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ۔ مخصوص ایام اس زیارت کے پڑھنے کے یہ ہیں:-

۵ رمضان کہ روز ولادت ہے اور ۲۸ صفر کہ روز شہادت ہے اور ۲۳ رجب کہ دست خوارج سے مجروح ہوئے اور ۲۴ ذوالحجہ کہ روز مباہلہ ہے اور ۲۵ ذی الحجہ کہ روز نزول سورہ ہل اتیٰ ہے اور ۲۱ رمضان کہ روز خلافت و وصایت ہے (منقول از کتاب تحفۃ العوام)

کیا آپ اپنے کسی صرف ایک دوست یا زیر اثر فرد کو ادارہ معارف اسلام کا ممبر یا ماہنامہ "معارف اسلام" کا خریدار بنا چکے ہیں؟ اگر نہیں تو سلسلۂ اشاعت تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ کی وسعت کیلئے یہ کام اپنی سب سے پہلی فرصت میں کیجئے۔ (مدیر)

ضروریاتِ وقت اور قوم کی قیادت

(از ہمدردِ ملت خواجہ غلام محمد صاحب اصفہانی مدظلہٗ۔ لاہور)

ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کے لئے
کر رہے زخمِ دل فریاد مرہم کے لئے

یوں تو قوم کی صحیح قیادت کے لئے بلا لحاظ زمان و مکان ہر وقت ضرورت ہے۔ لیکن موجودہ دور تو خاص کر نونہالانِ قوم کے لئے مہد سے لحد تک راہنمائی کی اشد ضرورت کا احساس کرا رہا ہے۔ بلکہ میں یوں کہوں گا کہ شکمِ مادر میں آنے کے روزِ اول سے ہی ایک نوع کی قیادت یا بالفاظ دیگر تربیت ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے اس کی معلمۂ اول ماں ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ماں اپنے لئے ایک عمدہ خوشگوار ماحول پیدا کرے۔ خود خوش رہے اور قریبی متعلقین کے لئے باعث خوشنودی ہو۔ خیالات نیک و پاکیزہ رکھے۔ خورد و نوش میں حرام و حلال کی تمیز کرے۔ عمدہ لباس۔ معقول گفتگو۔ صحیح اخلاق۔ مزاج میں سلامت روی و بردباری پیدا کرے۔ ذکرِ خدا و رسول میں مشغولِ عبادت رہے۔ اس پر باپ کی نگرانی حتی الامکان عشق کی کشتی کو گرداب اور موجوں کے تھپیڑوں کی دستبرد سے بچاتی رہے۔ اس کے بعد عالمِ وجود میں آتے ہی ماں کی ظاہری تربیت شروع ہو جاتی ہے۔ اور باپ کی نگرانی بدستور کارفرما رہتی ہے یہاں تک بچہ تقریباً چار سال کی عمر میں داخل ہوتا ہے۔ پھر ہماری قوم کا دینی فریضہ ہے کہ بچے کو کلمہ طیبہ کا جزو اول تعلیم کرے۔ جو ہر روز دہرایا جائے۔ یہاں تک کہ پانچویں سال میں قدم رکھے تو مع کلمہ طیبہ کے بقایا جزو کے آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اسمائے گرامی ازبر کرائے جائیں اس کے بعد تدریس مکتب میں استاد کی راہنمائی والدین کے علاوہ شروع ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی ماحول کا اثر پذیر ہونا بھی ابتدائی تعلیم کے مترادف ہوتا ہے۔ اس پر بچہ اگر واقعی کسی ذی شعور و ذکی جس قوم کے سلسلہ کی کڑی ہے۔ تو قومی امانت سمجھ کر قوم کو عملاً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہی بچہ صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ کا حامل ہونے سے قوم کے لئے باعث صد فخر و مباہات ہوگا۔ اگر نا اہل ہوا تو قوم کے لئے بھی باعث تضحیک و ندامت و رسوائی ہو سکتا ہے۔ کوئی غیور و خوددار قوم کسی صورت میں کسی قسم کا بدنما داغ اپنے دامنِ عصمت پر قبول نہ کرے گی۔ اس STAGE سے والدین۔ اساتذہ

کرام کی تربیت ونگرانی کے علاوہ صحیح قسم کی قومی قیادت شروع ہوتی ہے۔ اب زندہ قوم کے لئے لازمی ہونا چاہئے۔ کہ والدین کی وساطت سے بچے کی نگرانی براہ راست یا بذریعہ والدین اس طرح کرے کہ بچے کا مستقبل خود بخود قومی سانچہ میں ڈھلنا شروع ہو جائے۔ حتیٰ کہ پانچ سال کی عمر سے لے کر ۱۵ سال کی عمر تک اصول و فروغ دین سے اس قدر بہرہ مند ہو جائے کہ نماز روزہ اور دیگر احکام شرعی پر بغیر کسی بیرونی امداد کے کاربند ہو سکے اور کم و بیش تمام امور نیک و بد حرام و حلال کی تمیز کر سکے۔ اور دینی۔ دنیوی اور صنعتی تعلیم بھی جزواً یا کلیتہً اس عرصہ میں موجودہ مروجہ نصاب کے مطابق میٹرک تک تکمیل کرلے۔ اس کے علاوہ کچھ تجارتی اصولوں سے بھی بچے کو بہرہ یاب کیا جائے۔ صنعتی تعلیم سے مراد۔ انجینئرنگ۔ سائنس۔ خرادی۔ نجاری یا اسی نوع کی موجودہ صنعتوں میں سے کسی ایک صنعت میں اس عمر تک اس قدر دسترس حاصل کرلے کہ اس کے بعد وہ اس قابل ہو جائے کہ اپنی طبیعت کا رجحان بیان کر سکے اور عملاً ثبوت دے سکے کہ آئندہ اس نے کیا کرنا ہے۔ پھر بچے کے یہاں تک پہنچنے کے بعد اسماعیلیان قوم کے لئے لازمی ہے کہ جو صورت بھی ہو سکے ایسے سکول کا انتظام کریں جس سے قوم کے بچے قائدین قوم کے نصب العین کے مطابق یہاں تک پہنچیں تو اس قسم کے COLLEGE مناسب و معقول موقعوں پر قومی سرمایہ سے تعمیر کریں اور بچوں کے استعداد علمی رجحان طبیعت کے مطابق اُن کو تقسیم کیا جائے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہونگے جو تجارت کی طرف راغب ہونگے۔ بعضوں کا آئندہ اعلیٰ اور بلند معیار کی تعلیم کی طرف میلان ہوگا۔ اور کچھ ایسے ہونگے جو صنعت وحرفت کے دلدادہ ہونگے اس طرح جو جس قابل ہو تقسیم کر دیا جائے۔ صنعت وحرفت میں شوق رکھنے والے کے لئے ایسے صنعتی اداروں میں جہاں وہ صنعت مرغوب کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہو کر قابل مخترع و صناع بن سکیں داخل کر دیا جائے۔ تجارت میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اسی قسم کا ماحول پیدا کر دیا جائے کہ قائدین قوم قومی تاجروں کا بورڈ مرتب کرکے اُن کے مشورہ سے ایک تجارتی شعبہ تعین کرکے اس کی ہدایت کے مطابق ان افراد قوم کی سرپرستی کریں۔ بچے کے والدین و لواحقین کی ذمہ داری ہے اس کو تیار کرکے مارکیٹ میں اس کی آئندہ زندگی کے لئے ماحول پیدا کر دیا جائے۔ جو اعلیٰ معیار کی تعلیم کا شوق رکھتے ہوں ان کے لئے EDUCATIONAL COLLEGE قومی سرمایہ سے قائم کئے جائیں۔ اور پھر ایسی درسگاہوں کو جس قدر وسعت دی جائے کم ہے۔ اور ۲۰ - ۲۵ سال کی عمر تک جس شعبہ تعلیم کے اہل ثابت ہوں اس کو مکمل کرلیں۔ اس طرح قوم کے ہر فرد پر قوم کا قائدین کا دست حق پرست پوری طرح اثر پذیر رہے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذرائع تنظیم۔ قائدین کا صحیح انتخاب اور تیسرا فنڈ مہیا کرنے کے

لئے کیا ہونا چاہئے؟ ان تینوں سوالوں کا جواب صرف ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ جو قوم کسی غلط قیادت کے تحت لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ نمائش و نمود و دماغی عیاشی کے لئے ہر سال جس میں سوائے نشستن، گفتن و برخاستن کے کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں کر رہی۔ اور مصرف بے جا کر کے غیر و غیر اپنوں کی مورد طعن و تشنیع اور مرکز تضحیک بن رہی ہے۔ کیا وہ ٹھوس اور تعمیری مقاصد اور قومی معیار کو بلند کرنے کے لئے اور تخریبی کارروائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے کروڑوں روپیہ کی رقم کو کچھ عرصہ کے لئے محفوظ کر کے اس قسم کے لائحہ عمل پر اقدام نہ کرے گی؟ جس سے لیڈر شپ کی بہتات خود بخود ختم ہو جائے۔ یقیناً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ صرف ہماری ہی قوم ایسی قوم ہے جو زندگی کے کسی شعبہ میں ہر کس و ناکس کو اپنا قائد تسلیم کرنا اصولاً برداشت نہیں کرتی۔ تاوقتیکہ وہ اس معیار پر جو شرع مقدس اور آئمہ طاہرین کے فرمانے پر پورا نہ اترے بلکہ جو بچہ اس نظام قومی کے ماتحت پل کر جوان ہوگا۔ اسے فطرتی طور پر اپنی قوم کے نیک و بد کا احساس ہوگا۔ اور وہ اسے کسی طرح اپنے دل و دماغ سے نہیں نکال سکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قوم و ملت کے لئے بہت مفید ثابت ہو۔ اور قوم کی کشتی کو گرداب کے خطروں وغیرہ سے دوچار ہونے سے قبل ہی اس کا تدارک کرے۔ اور خود قوم کی صحیح قیادت کا اپنے آپ کو اہل ثابت کر سکے۔ صحیح قیادت کا معیار، صحیح قائد کا دینی و علمی و عملی تبحر، جذبۂ ایثار فارغ از جاہ و ہوس سے۔ قائد کی قیادت ہی ہو سکتی ہے اور وہ قیادت انتہائی غلط ہے جو اپنی چرب زبانی اور تحت الشعور بھی حصول زر و وجاہت کے جذبات سے مملو ہے۔ کیونکہ یہ عنصر تنظیم نہیں تخریب پیدا کر رہا ہے۔ بلکہ قیادت نہیں قیامت برپا کر رہا ہے۔ جس سے قوم کو ساحل مراد کی طرف لے جانے کی بجائے قعر مذلت میں دھکیل رہا ہے۔ میرے خیال میں صحیح قیادت قوم کا لائحہ عمل جو روحانی قیادت کے تحت آغا سید حسن بلتستانی صاحب کراچی ایک خاموش جہاد کی صورت میں کر رہے ہیں کسی حد تک کامیاب نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ وہ کچھ اسی قسم کی صحیح قیادت کی جستجو میں وقف ہو چکے ہیں۔ اگرچہ بدقسمتی سے میری بعض مجبوریوں نے ان سے ملاقات کا موقع نہ دیا نہ ان کے صحیح خیالات سے مستفیض ہو سکا۔ تاہم ان کی بے لوث جدو جہد انشاءاللہ قوم کو ضرور ایک دن ساحل کامیابی سے ہمکنار کر دے گی۔ خدا ان کے ارادوں میں برکت و استقامت بخشے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ قوم جس میں لیڈروں کی بہتات ہو چکی ہو اور ہر ایک نیک و بد عالم و جاہل یا مخلص یا بددیانت کیلئے لیڈر بننے کے لئے کھلی چھٹی ہو۔ کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ کوئی کنٹرول نہ ہو۔ جو سوائے تخریبی کارروائیوں میں منہمک ہونے والے عنصر کی پرورش اور ان کے جلب منفعت کو سمجھتے ہوئے بھی ان کی بے راہ روی کی اس نظر بد سے اعانت کر رہی ہے کہ شاید یہ کسی دن اپنے اقوال کو اپنے افعال کے مطابق کر کے کوئی صحیح ٹھوس

تعمیری لائحہ عمل کس طرح قوم کے سامنے پیش کریں جس کی انہیں خود بھی کم توقع ہے۔ ضرور صحیح اور تعمیری پروگرام کے لئے اپنی بساط سے زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر کسی بلیغ سے دریغ نہ کرے گی آیت کا ترجمہ ہے :-

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم معصومینؑ کے مسلک کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور ہمارا کوئی کام پاکیزگی کی حدود سے باہر نہ ہونا چاہئے معصومینؑ کی تعلیمات و ہدایات ہمارے پاس موجود ہیں انہوں نے قائد کے لئے صفات مقرر فرما دیئے ہیں۔ پس جو کوئی بھی ہمارا قائد بنے اُس میں معصومینؑ کی فرمودہ صفات و شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اور جو ان صفات و شرائط سے متصف نہیں وہ کسی طرح بھی ہمارا قائد بننے کا اہل نہیں۔ (خواجہ غلام محمد اصفہانی)

بقیہ :- کتاب نصرت غیبی اور حسینؑ کا ایک ورق۔ (صفحہ ۲۴)

کتابوں میں ایسے ہی مذکور ہے۔ جیسے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر فرعون اس کی قوم اور اسی قماش کے دوسرے لوگوں کا تذکرہ ہے۔ اور یہ بھی اس لئے تاکہ رات کی ظلمت سے دن کی بھرا فزا روشنی ممتاز ہو سکے۔ کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادھا۔ یعنی اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نصرت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے جان نثاروں کے نام زندہ جاوید رہتے۔ اور اسی مقصد کے لئے خدا نے ان کے مخالفین کا ذکر بھی کتابوں میں باقی رکھا۔ ٹھیک اُسی طرح جیسے کہ ایک باغبان پھلدار درختوں۔ خوشبودار اور خوبصورت پھولوں کی حفاظت کے لئے ان کے گرد خاردار جھاڑیوں یا تھوہر وغیرہ ایسے جنگلی درختوں کی باڑ لگا دیتا ہے۔ حالانکہ حقیقی مقصد خاردار جھاڑیوں یا تھوہر وغیرہ کی حفاظت نہیں ہوتا۔ بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ثمردار درختوں اور پھولوں کی حفاظت ہو۔ تاکہ طویل عرصہ تک ان سے نفع حاصل ہوتا رہے۔

پس سرکشوں اور مخالفوں کی ہلاکت کے پہلو میں بھی خدا کی نصرت نہایت روشن طریق پر امام حسینؑ کو حاصل ہوئی۔ کہ خدا نے ان کے جھٹلانے والوں اور رقابتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ بلکہ ان کی نسلوں کو سابقہ اُمتوں کے سرکشوں کی طرح قطع کر کے انہیں مقطوع النسل کر دیا۔ یزید کی سلطنت مٹ گئی لیکن حسینی سلطنت اب بھی قائم ہے۔ اور جب تک شمس و قمر قائم ہیں جب تک رات اور دن کی گردش باقی ہے جب تک یہ دنیا باقی ہے۔ باقی رہے گی +

کتاب "نصرتِ غیبی اور حسینؑ" کا ایک ورق[1]

(از جناب فضیلت مآب مولوی فرزند علی صاحب مدظلہٗ۔ (فیروزپوری)

کربِ عظیم سے نجات کی شکل میں امام حسینؑ کی نصرت :-

"کربِ عظیم سے مراد وہ دردِ پنہانی۔ وہ سوزشِ قلبی۔ وہ جانگاہ خلش ہے جو ہر وقت جناب امام حسینؑ کو بے چین و مضطرب رکھتی تھی۔ جناب رسالت مآبؐ کی رحلت کے بعد سے ہی دیکھ رہے تھے کہ حقیقی وارثانِ جناب رسالت مآبؐ کو کس طرح نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ کس طرح ان کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔ کس طرح ان کی تذلیل و توہین کے حربے اختیار کئے جاتے ہیں۔ تاکہ خلائق کے قلوب سے اُن کی عظمت و توقیر کے اثرات کو کم کیا جا سکے۔ لیکن پھر بھی ایک طویل عمر یعنی امام حسنؑ کی شہادت کے بعد دس سال نہایت صبر و سکون اور خاموشی سے گزار دیئے لیکن ۶۰ھ میں تو حالات اس حد تک پہنچ گئے۔ کہ نانا کا دین بھی مٹتا نظر آیا۔ اسلام کی صورت بدلتی نظر آئی۔ کلمہ طیبہ کی بنیاد اکھڑتی نظر آئی۔ اور نہ کہ براحت خود جناب امامؑ سے بھی سختی کے ساتھ بیعت کا مطالبہ شروع ہو گیا۔ تاکہ یزید کے خلافِ شریعت افعال و اعمال پر فرزندِ رسولؐ کی بیعت سے مہرِ تصدیق لگ جائے۔ اور پھر دنیا کا کوئی فردِ بشر اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کر سکے اور مسندِ رسولؐ کے حقیقی وارث کی بیعت سے یزید کو صحیح اور جائز جانشین رسالت مآبؐ سمجھنے میں کسی کو شک و شبہ اور پس و پیش نہ ہو۔ بس یہی وہ کربِ عظیم تھا۔ یہی وہ دردِ پنہاں تھا جس کے اثرات نے جناب امامؑ کو انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

مت سمجھئے کہ جناب امامؑ اور ان کے اعزا اور رفقا کی تکالیف سفر۔ تین روز کی بھوک اور پیاس۔ نیزہ و تیر و تلوار کے زخم اور آخر کار جناب امامؑ کی پُر درد اور عدیم النظیر شہادت یہ سب چیزیں آیاتِ قرآنی کے الفاظ "کربِ عظیم" کی پوری تفسیر ہیں۔ بلاشبہ لغوی معنی کے لحاظ سے یہ سب چیزیں بذاتِ خود "کربِ عظیم" بلکہ اس سے بھی اگر کوئی بزرگ تر لفظ لغت میں موجود ہو تو اس کی مصداق ہیں اور عام انسانی قوتِ برداشت سے باہر ہیں۔ اور یہی وہ چیزیں تھیں جنہوں نے

[1] یہ مفید دلچسپ اور حقائق آگاہ کتاب ۸۰ پیسے اور خرچہ ڈاک پر دفتر ادارہ معارف اسلام سے حاصل کریں۔

اس شہادت عظمیٰ کو لاثانی۔ لافانی اور بے مثل بنا دیا۔ اور عالم انسانیت کی تاریخ میں کوئی واقعہ اس دردناک سانحہ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ہمارا نظریہ اور مقصود تو یہ ہے۔ کہ کرب عظیم کے الفاظ کا حقیقی مفہوم دین کی تباہی اور اسلام کی بربادی کا خوف ہے کہ جس نے حضرت امامؑ کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔ اور یقیناً جس سے بڑھ کر کوئی دوسرا کرب نہیں ہو سکتا۔ اور اسی کرب عظیم سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان تمام مصائب کے مراحل طے کئے گئے اور یہی وہ کرب عظیم تھا جس سے اللہ تعالےٰ نے امام حسینؑ کو نجات دی۔ اور ان مراحل کے طے کرنے میں جن کے بغیر کرب عظیم سے نجات حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے امامؑ کی ہر ہر قدم پر نصرت اور تائید کی۔

ورنہ حضرات غور فرمایئے کہ کون ماں کا لال ایسا ہے جو تائید ربانی کے بغیر امتحانات کے ایسے عمیق اور خوفناک سمندر پھاند جائے۔ کون ہے۔ جو مصائب کے ایسے خوفناک طوفان میں کود پڑے۔ کون ہے جو شدائد کے ایسے آتشیں دریا پار کر جائے۔ کربلا وہ منزل تھی جہاں ہر ہر قدم پر امتحان کا سامنا تھا۔ اور یہ نصرت الٰہی اور تائید ایزدی ہی تھی کہ جناب امامؑ کے قدم مبارک کو ذرہ بھر جنبش نہ ہوئی۔ اور آپ نے اپنی بے مثل قربانی کے ذریعہ کرب عظیم سے نجات حاصل کی اور اپنی شہادت سے قبل یہ اطمینان حاصل کر لیا۔ کہ میں وہ کام کر چلا ہوں۔ کہ اب نانا کے دین کا مٹانا آسان نہیں رہا۔

محترم خوانندگان! کیا آپ غور نہیں فرماتے کہ تاریخوں اور مقاتل میں جو یہ لکھا ہے کہ جوں جوں حضرت کے اعزا اور اقربا شہید ہوتے جاتے اور جوں جوں حضرت کی اپنی شہادت کا وقت قریب آتا جاتا تھا۔ حضرت کے چہرہ مبارک پر نور زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ "قلبی شگفتگی اور تازگی کے نشانات روئے اقدس پر زیادہ نمایاں ہوتے جا رہے تھے"۔ کیوں؟ اس لئے کہ اب حضرت کو مقصد میں کامیابی اور کرب عظیم سے نجات صریحاً نظر آنے لگی تھی۔ وہ درد پنہانی جس نے زندگی تلخ کر رکھی تھی۔ دور ہو رہا تھا۔ کلمہ طیبہ کی بنیاد ایسی پختہ ہو رہی تھی کہ کسی بدخواہ کو اکھاڑے نہ اکھڑے۔ چنانچہ دنیائے تصوف کے مایۂ ناز بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ پکار اٹھے:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

زمانہ قریب کے بلند پایہ حکیم علامہ اقبالؒ مرحوم نے یہ راز سمجھ کر ہی تو فرمایا تھا۔

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

آیہ مجیدہ و نجینٰہ و اھلہٗ من الکرب العظیم میں اہل بھی نجات میں شریک ہیں۔ یہاں بھی جناب امامؑ کے ساتھ ان کے اہل بھی اس نجات میں شریک ہیں۔ اور یہ نجات ایسی موثر ایسی عالم آشکارا اور روز روشن کی طرح نمایاں ہوئی۔ کہ جب اس امام کا فرزند کہ جسے سوال بیعت پر ہی شہید کیا گیا گرفتار ہو کر زنجیروں میں جکڑا ہوا بھرے دربار میں یزید کے پیش ہوا۔ تو گو اس ظالم نے جناب امام زین العابدینؑ کی ہر طرح تذلیل و توہین کی۔ خلافت اور امامت پر مباحثہ کیا۔ لیکن اُس کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ بیعت کا سوال کرتا۔ مؤرخوں کے قلم خاموش اور معتبر راویوں کی زبانیں بند ہیں۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ سے بیعت کے لئے کہا ہو اور آپ نے بیعت کی ہو۔ کرب عظیم سے نجات کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب یہ دیکھا جائے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سوال بیعت دنیا سے ایسا اٹھ گیا کہ بنی اُمیہ یا بنی عباس میں سے کسی بادشاہ نے نسل امام حسینؑ سے ہونے والے آئمہ دینؑ حقہ سے بیعت کا سوال ہی پیش نہیں کیا۔ دنیا نے جان لیا کہ یہ ہاتھ بیعت کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ بیعت لینے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

جھٹلانے والی سرکش قوم کی تباہی کی صورت میں خدا کی نصرت :-

خداوند عالم کی نصرت کے اس پہلو پر غور کیا جائے کہ خدا جھٹلانے والی سرکش قوم کو غرق کر دیتا ہے تو معلوم ہو کہ اس پہلو میں بھی خداوند عالم نے امام حسینؑ کی نصرت نہایت واضح طریق سے فرمائی۔ کہ ان کے قاتلوں مخالفوں اور جھٹلانے والوں بلکہ اُن کی قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور اُن کی نسلوں کو قطع کر دیا۔ کون ہے جو آج ان کی قبروں کا نشان تک بتا سکتا ہو۔ کون ہے جو آج ہمیں اُن کی اولاد ہونے کے کسی دعویدار کا پتہ بتا سکے۔ کہاں ہے یزید کی سلطنت اور کہاں ہے اس کی قبر؟ لیکن جناب امامؑ کے روضہ کا سنہری گنبد۔ اس کے بلند و بالا مینار ہر با بصیرت شخص کو درس عبرت دے رہے ہیں۔ کہ دیکھو اس قبر کو نشان مٹانے کی ہر چند کوششیں کی گئیں پانی بہایا گیا۔ ہل چلائے گئے لیکن جسے اللہ باقی رکھے۔ اسے کون مٹا سکتا ہے۔ یزیدی سلطنت مٹ گئی لیکن حسینی سلطنت اب بھی قائم ہے۔ اور تا قیام قیامت تک قائم رہے گی۔ وہ اہل دنیا کے دلوں پر حکمران ہیں۔ کاش ہم دلوں کے نقوش کو پڑھ سکتے۔ پھر فیصلہ کرتے۔ کہ کیا یہ سلطنت اسی قدر وسیع نہیں ہے۔ جس قدر اللہ کی دنیا وسیع ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے غلط کہا کہ ان کی سلطنت قیام قیامت تک قائم رہے گی۔ مجھے یوں کہنا چاہئے کہ ان کی سلطنت تو بعد قیامت بھی قائم رہے گی

اور بہشت بریں میں تو حکومت اور سرداری ہی اُن کی ہوگی حدیث رسولؐ شاہد ہے۔ کہ فرمایا الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اهل الجنة۔ حسنؑ اور حسینؑ دونوں بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (دیکھئے ترمذی)

الغرض اللہ تعالےٰ نے یزید اور دوسرے قاتلان امامؑ کو نیست و نابود کر کے ایسا مٹا دیا کہ آج ان کا کوئی نام لیوا نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف جناب امامؑ کو ایسا بڑھایا۔ ایسی کثرت عطا کی۔ کہ سوائے امام حسینؑ کے دنیا کے کسی فرد بشر کو یہ شرف عطا نہ ہوا۔ کہ جس خاندان کا صرف ایک ہی (یعنی امام زین العابدینؑ) دنیا میں باقی رہ گیا ہو۔ اُسے ایسی کثرت نصیب ہو۔ کہ دنیا کا کوئی گوشہ اس کی اولاد سے خالی نہ ہو۔ اور پھر شرف بالائے شرف یہ ہو۔ کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کو عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ دنیا والے ان سے برکت ڈھونڈتے ہوں۔ اور حقیقتاً اُن سے فیض حاصل کرتے ہوں۔ اور یہی تفسیر ہے سورہ کوثر کی۔ جس میں خدا فرماتا ہے۔ انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک هو الابتر۔ یعنی اے رسولؐ ہم نے تمہیں اولاد کثیر عطا کی۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی دے۔ تحقیق تمہارا دشمن ہی ابتر یعنی بے اولاد ہے لفظ کوثر کے مختلف معنی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر سورۃ کے آخری الفاظ ان شانئک هو الابتر (یعنی تمہارا دشمن ہی بے اولاد ہے) پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ ربط کلام کا تقاضا یہی ہے کہ کوثر سے مراد اولاد کثیر ہو۔ کیونکہ جس طرح عزت کے مقابلہ میں ذلت، فقر کے مقابلہ میں غنا کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو رسولؐ اللہ کو ابتر یعنی بے اولاد کہنے والے دشمنوں کے متعلق فرمایا۔ کہ وہی خود ابتر ہیں تو کوثر کے معنی ابتر کے معنی کے مخالف یعنی اولاد کثیر ہوں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کا اپنے حبیب سے یہ وعدۂ کثرت امام حسینؑ کے واسطہ سے پورا ہوا۔ ؎

تیرے مخالفوں کی ہوئی نسل منقطع!
اور تیری نسل پاک سے بھرپور ہے جہاں

یہ خیال کرنا کہ آخر یزید اور دوسرے قاتلان امام کے نام بھی تو لوگوں کی زبانوں پہ آتے ہی ہیں۔ کتابوں میں بھی تحریر ہیں اور مفقود نہیں ہوگئے کمال نافہمی ہے۔ اس لئے کہ یہ صورت حال ان کے ناموں کی زندگی نہیں۔ بلکہ موت اور اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ جس طرح امام حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں کے نام عزت وتکریم سے لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح یزید اور دوسرے قاتلانِ امامؑ کے نام ذلت۔ حقارت اور نفرت سے پکارے جاتے ہیں۔ ان کا ذکر

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

جناب زینبؑ اور منازلِ جہاد

(از سید محمد یحییٰ اعلیٰ شاہ صاحب نقوی البخاری نائب صدر ادارہ معارف اسلام)

(گذشتہ سے پیوستہ)

فریاد جناب زینبؑ

۱ - اے چرخ! غافلی کہ چہ بیداد کردۂ
وز کین چہا دریں ستم آباد کردۂ

۲ - اے زادۂ زیاد! نکردہ است ہیچ کس
نمرود ایں عمل کہ تو شداد کردۂ

۳ - کام یزید دادۂ از کشتن حسینؑ
بنگر کرا، بہ قتل کہ، دل شاد کردۂ

۴ - با دشمنان دیں نتواں کرد آنچہ تو
با مصطفیٰؐ و حیدرؑ و اولاد کردۂ

۵ - در طعنت ایں بس است کہ با عترت رسولؐ
بیداد کردہ خصم و تو امداد کردۂ

۶ - ترسم دے تیا کہ بہ محشر در آورند
آں آتشی کہ دود زمحشر بر آورند

(ترجمہ) : - ۱ - اے آسمان! تو غافل ہے کہ تو نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے اور دشمنی سے ظلم کے گھر یعنی دنیا میں کیا کیا کچھ کر دیا ہے۔

۲ - اے زیاد کے بیٹے [illegible] نمرود نے (بھی) [illegible]

[illegible]

۳ - [illegible]

۴ - [illegible]

۵ - تجھے طعنہ دینے کے لئے یہ کافی ہے کہ دشمن نے رسولؐ کی اولاد پر ظلم کیا اور تو نے اُس کی مدد کی ہے۔

۶ - میں اُس گھڑی سے ڈرتی ہوں۔ جب تجھے قیامت میں لائینگے اور تیری آگ سے قیامت سے دُھواں نکلے گا (قیامت کے دن تجھے تباہ و برباد کرینگے)

حسینؑ کے ماتم داروں میں گریہ و ماتم کا شور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن کی فوج کے سپاہی اس ظلم و ستم کے بانی بھی زار زار رونے لگتے ہیں۔ زینبؑ کے کلمات خنجر کی تیز دھار کی طرح اُن کے سیاہ قلبوں میں اُترنے لگتے ہیں۔ دختر خیبر گیر اسی جہاد میں کامرانی کے ساتھ کوفہ روانہ ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔

جناب زینبؑ شریکۃ الحسینؑ و عقیلۃ القریش

جناب مظلوم کربلا کا امتحان زیادہ سخت تھا یا صدیقہ

صغریٰ مظلومہ کربلا حضرت زینبؑ کا۔ بھائی پر زیادہ اور شدید مصیبتیں وارد ہوئیں۔ یا بہن پر مگر اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بھائی پر جو مصائب وارد ہوئے اُن کی مدت زیادہ سے زیادہ عصر عاشور تک متعین کی جا سکتی ہے۔ اور ان سب مصیبتوں میں بہن بھی بھائی کی سہیم و شریک نظر آتی ہیں۔

ا - اگر بھائی نے مدینہ چھوڑا تو بہن نے بھی وطن کو خیرباد کہا بلکہ اپنے بھائی کی رفاقت کو اپنے شریک حیات کی مفارقت پر ترجیح دی۔

ب - اگر بھائی نے صعوبات سفر برداشت کئے تو بہن نے بھی جنگلوں کی خاک چھانی۔

ج - اگر بھائی تین دن بھوکا پیاسا رہا تو بہن بھی بھوکی پیاسی رہی۔

د - بھائی کی گرسنگی اور تشنہ لبی تو عصر عاشور کو ختم ہو گئی۔ لیکن بہن کو دانہ اور پانی شب یازدہم محرم کو نصیب ہوا۔ اور وہ بھی جس مقدار میں ملا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

ہ - اگر بھائی نے اپنے دل کے ٹکڑوں کو راہ حق میں قربان کیا تو بہن نے بھی اپنی زندگی بھر کی کمائی بھائی کے قدموں پر نثار کر دی۔

و - روز عاشورا اگر بھائی ایک ایک شہید کی لاش درِ خیمہ پر پہنچاتے رہے تو بہن ہر ایک کی صف ماتم بچھاتی رہی۔ جس شہید کے بارے میں جو احساسات و تاثرات قلبی بھائی کے تھے کم و بیش وہی بہن کے بھی تھے۔

قطعہ مرغوب نقوی سے

جانِ شاہ حسنینؑ ہیں زینبؑ   ماں کے بھی دل کا چین ہیں زینبؑ

جس طرح نفیسِ نبیؐ کے ساتھ بتولؑ یوں شریکِ حسینؑ ہیں زینبؑ

قطعہ بانو سید پوری سے

رسولؐ اللہ کے اخلاق کی تصویر نفیس زینبؑ
حسینؑ ایسے بہادر بھائیؑ کی ہمشیر نفیس زینبؑ
دیارِ شام و کوفہ ہو کہ ارضِ کربلا ہو تو
امامت کے لئے تسکین کی تاثیر نفیس زینبؑ

جناب زینبؑ صبح عاشور سے عصر عاشور تک جہاد میں حسینؑ کی شریک رہیں۔ اُدھر مصیبت زدہ بھائی شہداء کے لاشے میدان سے لاتا رہا۔ اِدھر غم زدہ بہن ہر ایک کی صفِ ماتم بچھاتی رہی۔ اُدھر حسینؑ اپنے اصحاب باوفا کی جنگ دیکھتے رہے اور بعد شہادت اُن کی مدد پر خیمہ کے باہر کمربستہ رہے۔ اندرونِ خیمہ بیواؤں اور یتیموں کی تسلی و تشفی کا کام زینبؑ کے سپرد رہا۔

الغرض حسینؑ کے کارنامے میں زینبؑ کی بہ نفس نفیس شرکت ہی اُن کے کردار کی عظمت اور شخصیت کی بلندی کا ثبوت ہے۔ لیکن زینبؑ نے فی نفسہٖ اپنی عظمت کا سکہ ہر حساس دل پر بعد عصر کے جہاد کی قیادت کے لئے بٹھا دیا۔ جب عصر کے بعد والا جہاد شروع ہوا تو اس وقت مردوں میں سوائے سید سجادؑ جیسے بھتیجے کے اور کوئی نہ تھا وہ بھی انتہائی ضعف و نقاہت میں مبتلا تھے۔ آہ! کچھ بے والی و وارث عورتیں تھیں کچھ صغیر سن بچے تھے اور اب سپاہِ حسینی جو زینبؑ کے متعلق تھی وہ اُن چند نفوس پر مشتمل تھی اتنا ضرور تھا کہ شہیدوں کے کٹے ہوئے سر اس مختصر سپاہ کے ساتھ علم مظلومیت بلند کر رہے تھے مگر اللہ اللہ!! اس مظلوم اور بے سروسامان فوجِ خدا کے کارنامے۔ اس نے نہ صرف کربلا کی جنگ جیتی بلکہ اپنی حق گوئی اور مظلومیت ہی کو آلۂ کار بنا کر کوفہ و شام کو بھی فتح کر لیا۔ اسی سپاہِ حسینی نے صرف یزید ہی کو نیچا نہیں دکھایا بلکہ یزیدیت کو اس بُری طرح پامال کر دیا کہ اب وہ اپنے اصلی خدوخال میں سر اُٹھانے کے قابل نہ رہی۔

رسولِ اسلامؐ کی نواسی، امیرالمومنینؑ کی بیٹی، آغوشِ فاطمہؑ کی پلی ہوئی نیک نفس خاتون جنابِ زینبؑ کے سامنے بعد شہادت سید الشہداءؑ فرائض کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جن کی ادائیگی جنابِ زینبؑ ہی جیسی عظیم المرتبت ہستی سے ممکن تھی یہ کسی دوسرے کے بس کی بات نہ تھی کوفہ و شام کی زندگی میں عمل کی منزلیں طے کرنے کے طریقے اور تھے لیکن بے والی و وارث ہو جانے کے بعد کسی اور طرح سے یہ راہِ عمل طے کیا گیا۔ یہ دونوں طریقے دراصل محل استعمال کی وجہ سے دو نظر آتے ہیں ورنہ درحقیقت مقصدیت کے اعتبار سے دونوں میں یکسانیت ہے اور یہ نوعی اختلاف امر بالمعروف کے حدود میں ہے۔

رضائے الٰہی کی پابندی اور تحفظ دینِ حق کی خاطر یہ دو طریقے استعمال ہوئے ایک جگہ جنگ اور شہادت کا سماں نظر آرہا ہے۔ تو دوسری جگہ ضبط بظاہر مجبوری اور اس میں تیغِ زبانِ حق کے حملے دیکھتے ہیں جہاں تک دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے حملوں کا تعلق ہے۔ حملے دونوں ہی ہیں صرف آلاتِ حرب بدلے ہوئے ہیں دنیائے تصوّر میں شروع جہاد سے کیا کیا صورتیں پیدا ہوتی گئیں اور ہر دینِ حق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ شریعتِ اسلام کی پابندی اُدھر حالات کی ناخوشگواری۔ اُدھر خیموں کی موجودگی میں پردہ کی اُدھر خیام کے جلنے کی صورت میں امامِ وقت حضرت سیّد سجادؑ کی اجازت سے پردے کی دردناک قربانی اُدھر پھر چادر کے چھن جانے پر بالوں سے منہ چھپانے کی پُر درد داستان کا آغاز۔ اِدھر اعزا اقربا اور انصارِ حسینیؑ کے لاشے مقتل میں بے گور و کفن اُدھر اُس پُرہول بیابان میں ننھے ننھے بچوں اور امانتِ حسینی کی حفاظت کا مسئلہ۔ اسیری کے ایام اور ہر جگہ تحفظ آئینِ دینِ رسولؐ اور اُس کے حدود کا تعین۔

عاشور کی ہنگامہ خیزیوں کے بعد شب کی خوفناک تاریکی، گہنایا ہوا چاند، ماند ستارے، پُرغم فضا اور شہدائے راہِ خدا کے کٹے ہوئے سر، بے گور و کفن جسم، اپنی بیکسی کا نوحہ پڑھتے ہوئے زینبؑ کو خون کے آنسو کیوں کر نہ رلاتے۔ ان سب کے باوجود کئی راتوں کی جاگی ہوئی معظمہ خاتونِ محترم احساسِ فرائض کی وجہ سے بیدار رہیں۔ اس میں حالات کی ستم ظریفی کہ حسینؑ کے اطفال میں سے ایک یتیم بچی غائب ہو گئی جس کی تلاش میں سوئے قتل گاہ جانا زینبؑ کے احساسِ فرائض اور صبر و ضبط کی واضح مثال ہے۔ یہ زینبؑ ہی کا کلیجہ تھا کہ مقتل میں پہنچ کر عون و محمدؑ۔ علی اکبرؑ اور قاسمؑ جیسے ہونہار جوانوں کی میتیں دیکھ کر جو یقیناً اُس نشیب کے پیچھے تھیں جہاں بچی اپنے باپ کے بے سر تن سے لپٹی ہوئی فریاد کر رہی تھی سوا شکر کے حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں۔ اصغرِ معصوم کی بے زبانی کی یاد زینبؑ کے دل میں کس قدر نہ رہی ہوگی۔ عزیز بھائی کی جُدائی کا صدمہ اور اُس کے مصائب پر کتنا رنج جناب زینبؑ کو رہا ہوگا۔ اُن سب کی موجودگی میں بھی آپ حالات سے ہراساں نہیں ہوئیں۔ آپ نے ہر منزل پر استقلال اور ثابت قدمی کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

اسیرانِ کربلا کا لُٹا ہوا قافلہ اور کوفہ کا دربار، شام کا بازار، یزید شرابخور کے دربار کی حالت رسولؐ زادیاں اُمتِ رسولؐ کے ہاتھوں اس طرح مقاماتِ ذلت میں لائی جائیں اور مسلمان خاموش رہیں۔

جن کے اتنے کلمہ گو ہوں اُن کے کاشانے لٹیں
شمع گُل ہونے سے پہلے کیوں نہ پروانے مٹیں

ان سب ناخوشگوار حالات میں جناب زینبؑ کی بلاغت وار تقریریں ایسی تھیں جنہوں نے عالمِ ظلم و ستم کو تہ و بالا کر دیا اور یزیدیت کو برباد کر ڈالا۔ حق کی آواز کو اس شدت سے اپنے نحیف مگر پُراثر

…دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا کہ آتشِ بغاوت کے شعلے قصرِ یزیدی سے قربت حاصل کرنے کے لئے بیتاب نظر آنے لگے۔ زینبؑ اپنے موضوعِ کلام اور حسنِ بیان کو حق گوئی کے لئے وقف کرکے حسینی مشن کو حیاتِ جاوید بخش دی۔ کیا جنابِ زینبؑ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کارنامہ کو انجام دینے کے لئے موزوں تھا۔ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب زینبؑ کے ہر نقشِ عمل میں پنہاں ہے خواہ وہ میدانِ کربلا کی پُرہول گیارہویں شب ہو چاہے کوفہ کا بازار ہو یا ابنِ زیاد کا دربار، چاہے شام کے بازار کی سجاوٹیں ہوں۔ یزید کا دربار ہو یا ٹوٹا ہوا تاریک قید خانہ، زینبؑ کی صدائے احتجاج ان سب مقامات کے ذرّے ذرّے سے آج تک سنی جا سکتی ہے۔ جو درحقیقت زیرِ خنجر حسینؑ کے لبِ مبارک سے باطل کے خلاف نکلے ہوئے احتجاجی کلمۂ حق کی صدائے بازگشت ہے۔ اسی طرح عالمِ انسانیت میں غالباً پہلی بار جنابِ زینبؑ ہی نے حسینیت زندہ باد کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت زینبؑ کو واقعہ کربلا سے وہی نسبت ہے جو جنابِ امیرؑ کو اشاعتِ اسلام سے ہے۔ اگر جنابِ امیرؑ کی سرفروشانہ خدماتِ اسلام کے بُرے وقتوں میں کام نہ آتیں تو اسلام کی تاریخ کا آخری باب جنگِ بدر کے خاتمہ ہی پر لکھا جا چکا ہوتا۔ اور اس کی شان و شوکت کی تمام داستان ایک بھولا ہوا خواب بن کر رہ جاتی۔ اسی طرح اگر جنابِ زینبؑ نے پوری استقامت اور خلوص کے ساتھ امام حسینؑ کی رفاقت اور نصرت کا حق ادا نہ کیا ہوتا اور امام زین العابدینؑ کی معیت میں سفر کی وہ صعوبتیں برداشت نہ کی ہوتیں جو انہوں نے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام جاتے ہوئے برداشت کیں تو واقعہ کربلا کی روشنی تاریخ کے بہت سے صفحات دھندلے اور سادہ نظر آتے۔ یعنی واقعہ کربلا کی کوئی تاریخ ہی نہیں لکھی جاتی اگر لکھی بھی جاتی تو وہ یا شمر کی زبانی لکھی جاتی یا عمر سعد کی زبانی جو اس سے زیادہ کچھ اور نہ ہوتی کہ ایک چھوٹی سی باغی جماعت پر لشکرِ یزید کے سپاہی اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح باز چڑیوں کے غول پر جھپٹتا ہے اور وہ سراسیمگی کی حالت میں ادھر ادھر اسی طرح چھپتے پھرتے تھے جس طرح چڑیاں جھاڑیوں میں چھپتی پھرتی ہیں۔ واقعہ کربلا پر دنیاوی رنگ چڑھانے اور اس کی حقیقت کو چھپانے کے لئے دشمنوں نے کیا کچھ کوشش نہیں کی۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق جاتے ہوئے لوگ اہلبیتؑ کی اسیری کی تشہیر کے لئے دور دور سے بلائے جاتے تھے۔ اور ان کے سامنے اہلبیتؑ کی توہین و اہانت کی جاتی تھی [illegible]

دشمنوں کے پروپیگنڈے کا سدباب کیا اور حق کو جیسا اُس کا حق تھا واضح کیا۔ جہاں بھی آپ کو موقع ملا آپ نے مجمع کو مخاطب کر کے اُس کے صحیح حالات سے آگاہ کیا اور یہی نہیں بلکہ کوفہ اور دمشق کے درباروں میں جہاں کسی دوسرے کو زبان کھولنے کی بھی جرأت مشکل سے ہو سکتی تھی اور جہاں بڑے بڑے خطیبوں کی ہمتیں جواب دے دیتی تھیں آپ نے بلیغ اور مؤثر خطبے ارشاد فرمائے اور یہ تھا دشمنوں کی چرب زبانی اور اُن کی دریدہ دہنی کے وہ منہ توڑ جواب دیئے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے تھے۔

مرزا محمد اشفاق صاحب شوق ؎

پھو سے کربلا میں مصحفِ ناطق نے کیا لکھا ہے

بہن ہر ہر قدم پہ شام میں تفسیر کرتی ہے
ہلا دیتا ہے بنیادِ ضلالت شام و کوفہ میں
وہ ہر اقدام جو بھی بنتِ خیبر گیر کرتی ہے

ابن زیاد کے کھلے دربار میں جب اُس بے دین نے اسیرانِ اہلبیتؑ کو مخاطب کر کے امام حسینؑ کو جنگ میں پیش قدمی کرنے کا طعنہ دیا اور امام حسینؑ کی شہادت کو خود اپنے ہی ہاتھوں بلائی ہوئی ہلاکت اور تباہی سے تعبیر کیا تو یہ سنتے ہی حضرت زینبؑ کو جلال آگیا اور آپ نے نہایت کڑکتی ہوئی آواز میں اُس سے کہا کہ "خاموش! کیا کہتا ہے وہ خدا کی تلوار تھی جو اپنا کام کر کے جنان میں داخل ہوگئی" کیا اس سے زیادہ مؤثر اور بلیغ طریقہ اس بات کے اظہار کا کوئی اور ہو سکتا ہے کہ وہ خاصانِ الٰہی جن کو خداوندعالم کسی خاص مقصد کے لئے دنیا میں بھیجتا ہے اُن کے لئے موت اور زندگی کا کوئی سوال نہیں۔ وہ جس طرح اس عالمِ خاک و باد میں رضائے الٰہی کے پابند رہتے ہیں۔ اُسی طرح عالمِ ارواح میں بھی وہ خداوندعالم کی رضا جوئی میں مصروف رہتے ہیں۔ کیا ایمان بالقرآن کی اس سے اچھی طرح اور مثال ہو سکتی ہے۔ اور کیا (لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولاکن لا تشعرون) کی اس سے بہتر کوئی اور تفسیر ہو سکتی ہے۔ زبان سے رضاً بقضائہٖ و تسلیماً لامرہٖ کہہ دینا بہت آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ یہ آلِ محمدؐ ہی کا حوصلہ تھا کہ جتنے مصائب و آلام کے شواہد بڑھتے جاتے تھے اُن کی رضا جوئی کا دامن اور پھیلتا جاتا تھا۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانِ رسالت کے افراد ایمان و عرفان کے کتنے بلند درجوں پر فائز تھے۔

امام حسینؑ اگر اس لئے محسنِ اسلام ہیں کہ اُنھوں نے اسلام کی کشتی کی ناخدائی اُس وقت کی کہ جب وہ غرقاب ہو رہی تھی اور اُس کو ہلاکت اور تباہی کے بھنور سے اُسی وقت نکالا جب وہ ڈوبنے کے قریب تھی وہ حضرت زینبؑ محسنہ اسلام ہیں جنھوں نے اپنی چادرِ عصمت سے اِس ڈوبتی

ہوئی کشتی کا سر برہنہ ہو کر بادبان بنا دیا۔ تاکہ کفر و عصیاں کی بادِ تُند کے جھونکوں سے یہ دین اسلام کی کشتی غرق ہونے نہ پائے۔ امام عالی مقام نے اسلام کے لئے جو کچھ قربانیاں دی تھیں اُن سے اہلِ اسلام کو کما حقہ روشناس کرا دیا۔ اور جو شاہی پیغام امام حسینؑ اُمت کے لئے دے گئے تھے اُس کو اُمت تک پہنچا دیا۔ جناب زینبؑ کی زندگی کا یہ ایک ایسا بڑا کارنامہ ہے جس کے لئے اُمتِ محمدیہ بلکہ خود امام حسینؑ اور خاندانِ رسالتؐ کے دوسرے افراد تاقیامت حضرت زینبؑ کے ممنونِ احسان ہوں گے۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور اُس کے متعلقہ واقعات ایک بند کتاب کی طرح گوشۂ گمنامی میں جا پڑتے۔ اگر حضرت زینبؑ اُن کو اپنے سفر و حضر میں بار بار دُہراتی رہتیں۔ آپ کی سیرت کا ہر گوشہ بلکہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ ایسا تابناک اور منور ہے کہ چشم بصیرت جتنا چاہے اُس سے کسب ضیاء کر سکتی ہے۔ آپ کی رفعتِ شان و بزرگی کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس جیسے پایہ کا بزرگ جو اپنے وقت کے اعلم اُمت اور افصح الناس سمجھے جاتے تھے اور جن کو لوگ حبر اور بحر کے لقب سے پکارا کرتے تھے وہ جب کبھی حضرت زینبؑ کا ذکر کرتے تھے تو عقیلتنا کہہ کر اُن کا ذکر کرتے تھے۔ کبھی حضرت زینبؑ کا نام لے کر اُن کا ذکر نہیں کیا جس کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جیسی بلند پایہ ہستی عقیلتنا کہہ کر خطاب کرے اُس کی عظمت و شان اور علوئے مرتبت کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور یہ حضرت ابن عباسؓ کی تواضع یا نیک نفسی کی بناء پر نہیں تھا بلکہ وہ یہ سمجھ کر ایسا کرتے کہ اُن کی نگاہ میں حضرت زینبؑ اُن تمام اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ کی حامل تھیں۔ جن کے لئے جناب امیرؑ اور خاندانِ رسالتؐ کے دوسرے افراد ممتاز اور مفتخر سمجھے جاتے تھے۔

عالمہ غیر معلمہ کے خطباتِ کوفہ کے تاثرات

جس وقت امام حسینؑ شہادت کے لئے آمادہ ہیں رخصتِ آخر کے لئے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ بیمار فرزند کو شانہ ہلا کر ہوش میں لاتے ہیں۔ اسرارِ امامت تعلیم کرنے کے بعد عہدۂ امامت سپرد کر کے فرماتے ہیں۔ کہ بیٹا اب تم خلائقؑ کے امام ہو۔ اب سے تمہاری ذمہ داریوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد بہن سے رخصت ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ بہن! اب تم اس قافلہ کی سالار ہو۔ میرے مقصدِ شہادت کی تکمیل تمہارے سپرد ہے۔ میرا کارنامہ ختم ہوا۔ اب تمہارے کام کا آغاز ہے۔ میں نے کربلا کو فتح کر لیا۔ اب کوفہ و شام کی تسخیر تمہارے سپرد ہے۔ اب تم اشاعتِ حق اور اشاعتِ ظلم کی ذمہ دار ہو۔ دیکھو میری شہادت کے بعد سر و سینہ نہ پیٹنا۔ بال پریشان نہ کرنا۔ زیادہ آہ و زاری نہ کرنا اور ایسی رخصتِ آخر کے وقت امام نے بیٹی سے فرمایا تھا کہ بیٹی ابھی کیوں روتی ہو ابھی حسینؑ زندہ ہے۔ میرے مرنے کے بعد جتنا جی چاہے رو لینا تم سے زیادہ کس کو رونے کا حق ہے۔

لیکن اب بہن کو منع فرمایا جا رہا ہے۔ یہ اُس وقت سمجھ میں آیا کہ جب یہ لُٹا ہُوا قافلہ کوفہ کے بازار میں پہنچا۔ کسی مقام پر کہیں نظر نہیں آیا کہ زینبؑ کا قدم کسی مقام پر بھی آگے بڑھنے سے رُکا ہو۔ سوائے بازارِ کوفہ کے داخلہ کے وقت علیا مکرمہ کو جب معلوم ہُوا کہ قافلہ درِ کوفہ پر اس لئے رُکا ہے کہ بازارِ کوفہ کی آئینہ بندی اور سجاوٹ مکمل نہیں ہوئی۔ کوفہ وہ مقام ہے جو پایۂ تخت امیر المومنینؑ رہ چکا ہے۔ اور علیؑ کی بیٹیاں بحیثیت شہزادیاں ساڑھے چار سال تک کوفہ میں رہ چکی تھیں۔ ذلت اُس مقام پر ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ جہاں انسان برسرِ اقتدار رہ چکا ہو۔ کوفہ میں سر برہنہ داخلہ کا خیال آتے ہی زینبؑ کا قدم رُکا۔ چہرہ پر آثارِ جلالت نمودار ہوئے اور فضہ کے اس جواب پر کہ شہزادی ہم مجبور ہیں کیا کر سکتے ہیں۔ فرمایا۔ فضہ ہم کو مجبور نہ سمجھو اگر چاہوں تو کوفہ کا تختہ اُلٹ جائے لیکن جب حسینؑ کے سر پر نظر پڑی تو امامؑ کے آنسوؤں نے بہن کے آتشِ جلال کو سرد کر دیا اب کوفہ کا بازار ہے اور رسولؐ کی نواسیاں مملکتِ اسلام کے شہنشاہ کی بیٹیاں حسینؑ کے اہلِ حرم بحالِ پریشاں کوفہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ کوفہ کا بازار جو حضرت علیؑ کا پایۂ تخت تھا آج سجایا گیا ہے۔ اور وہ عورتیں جو زیارت کی بڑی تمناؤں کے ساتھ درِ علیؑ پر جبہ سائی کیا کرتی تھیں آج وہ تماشائی بن کر ذریتِ رسولؐ دخترانِ علیؑ و بتولؑ کا تماشائے اسیری دیکھنے آتی ہیں۔ حالت یہ ہے کہ تماشائیوں کی کثرت سے بازارِ کوفہ میں ایک ہجوم ہے۔ عورتیں زرق برق لباس پہنے کوٹھوں پر غمزدہ اسیروں کو دیکھنے کی منتظر بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور یہ لُٹا ہُوا قافلہ اس حالت سے کہ آگے آگے شہیدوں کے سر نیزوں پر اور لاوارث بیبیاں گردنیں جھکائے بالوں سے منہ چھپائے اونٹوں کی پشت پر سُست رفتاری سے چلی آ رہی ہیں۔ کوفہ کی عورتیں اپنے بچوں پر سے صدقہ کر کے خرما پھینک رہی ہیں اگر کوئی بچہ شدتِ بھوک سے کوئی خرما اُٹھا کر منہ میں رکھنا چاہتا ہے تو شہزادیاں حرمتِ صدقہ کا احساس دلا کر خرموں کو یہ کہہ کر پھینک دیتی ہیں کہ ہم آلِ رسولؐ ہیں صدقہ ہم پر حرام ہے۔ اس طرح اولادِ رسولؐ ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ موقع دل کی دنیا میں زلزلہ پیدا کرنے والا اور صبر و سکون کی کشتی کو طوفانی بنا دینے والا تھا۔ ایسے صبر شکن ماحول میں دل کا باختیار رکھنا یہ صرف جنابِ زینبؑ ہی کا کام تھا۔ ایسے سخت ہنگام میں شہزادی معظمہ نے جو اطمینانِ قلب کا مظاہرہ پیش کیا ہے۔ وہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ جب یہ لُٹا ہُوا قافلہ وسط بازار میں پہنچا۔ تو ایک منادی نے ندا کی کہ اے اہلِ کوفہ (معاذ اللہ) ایک خارجی نے شیرازہ اسلام کو منتشر کرنے کے لئے امیرِ وقت خلیفۃ المسلمین یزید پر خروج کیا تھا خدا نے امیر کو فتح دی۔ اُن کے مرد قتل کر دیئے گئے اور عورتیں تشہیر کر کے یہاں لائی گئی ہیں۔ یہ وہ موقع تھا کہ ظالم کی طرف سے حقیقت پر کے گہرے پردے ڈالے ہوئے ہٹا دیئے جاویں تاکہ مقصدِ شہادت ظاہر ہو جائے۔ (باقی آئندہ)

ذریعۂ معارف کا تعارف

توحید اور زندہ جاوید

معرفت و عمل

فکرِ مذہب اقبالؒ اور ہم سب

(قسط ۶)

(نتیجۂ فکر محقق لاثانی و مورخ بے بدل ڈاکٹر عسکری بن احمد دام اللہ فیوضہم)

(پیغمبر، شاعر، فلاسفر، صوفی فرفر، قلندر، صاحب بڑ و صاحبِ ٹر اور لال بجھکڑ، صاحب نظر، سائنس کے ڈاکٹر، مجدد و لیڈر، اہل فقر، اہل الذکر اور صاحب العصر کے کشوفِ حقائق و انداز فکر —— تقابلی مطالعہ، نقد و نظر)

"جن ارباب نظر نے آئمہ اہل بیت کرام (علی الخصوص حضرت امام جعفر صادق اور امام (محمد) باقر علیہما و علی آبائھما و اجدادھما الصلوٰۃ والسلام) کی احادیث مقدسہ حکیمہ بنابر خشکیئ ملاحدہ و زنادقہ مطالعہ کی ہیں۔ وہ امام جن کا گھر وحی و نبوت کا گھر اور جن کا دروازہ باب مدینۃ العلم (؟ — عسکری) اور جن کے اطفال تک علم نبوت و فیضان عترت رسالت کی گودوں میں پرورش پانے والے تھے۔ وہ ارباب نظر (اس مطالعہ کے بعد) آج کل کے فلسفۂ ابجد کو کب خاطر میں لا سکتے ہیں اور محض خیالات و ظنون کا تخرص و تلعب اور پرستاران اوہام زید و بکر کی زبان کج مج و بیان لجلجک ان کی جلالت علوم کی خسروی اور سلطانیٔ یقین کی تہہ باثبت کو مرعوب و مسخر کر سکتا ہے؟ ان کے سامنے یہ تمام طلسمات عقلیہ خواب پریشان اور سراب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے"

(تذکرہ ابو الکلام آزاد)

از دور عیاں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث توحید الائمہ کو بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ کتب شیعہ اثنا عشریہ میں کتاب التوحید از مفضل معرفت خدا اور توحید پر بڑی واضح اور مشہور ہے۔ میں تفصیلاً درج ہے۔

اس تمہید و تائید از کتب غیر شیعہ سے ہمیں تو صرف یہ بتانا تھا کہ جس وقت اسلام میں

عجمیت اور مجوسیت سرایت کر رہی تھی اور توحید اسلام کو خراب کر رہی تھی۔ بنیادی اعتقاد کی بنیاد کو کھوکھلا کیا جا رہا تھا اس وقت بھی آئمہ اثنا عشر اہلبیتؑ عترتِ رسولؐ اللہ قل ھو اللہ احد کی تلوار ہاتھ میں لے کر اصل توحید اسلام کو علیٰ منہج النبوۃ کبھی کوفہ و کربلا اور کبھی کاظمین و سامرہ اور کبھی مشہد مقدس میں پھیلا رہے تھے۔

توحید وجودی کے باوا آدم ابن العربی کا مقولہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے نانا کی تلوار سے شہید کیے گئے۔ مگر موحدین "دین است حسین دین پناہ است حسین" کہتے رہے ہیں۔ ابن تیمیہ جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی علم و فضل میں بزرگی ماننے کو تیار نہیں تاریخی حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ تو ان کے معتقد اور پیروکار محمد بن عبدالوہاب اور دوسرے نجدی شہر یاروں نے قبہ ہائے قبور اہل بیتؑ گرا دیئے تو تعجب کیا۔

اس ہدم مقابر و مآثر کا شکار ہو اشم کی قبور بنیں۔ جنت البقیع میں مدفن بضعۃ الرسول حضرت اُمّ الائمہ فاطمۃؑ بتول، سید الساجدین امام زین العابدینؑ اور حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم الصلوٰۃ والسلام ہدف تیر ہدم بنے۔ ان کے قبب اور مزار نجدیوں نے گرا دیئے۔ گنبد خضرا اور چرخ نیلی فام فریاد ہے۔

افسوس! توحید و اخلاص جن آئمہ اہلبیتؑ عترت کی وجہ سے سلامت اور زندہ قوت ہے۔ ان کے مقبرے اور نشانِ قبور تک "شرک کا بہانہ" کھڑا کر مٹا دیئے گئے۔ جہاں کی خاک کے ہر ذرے سے ترانۂ انا الطور پھوٹتا ہے۔ جن کی خاک کا ہر ریزہ توحید حقیقی کی گواہی دیتا ہے۔ ان کی تربتوں کو بے پردہ کر دیا گیا۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علیؑ ولی اللہ

کہنے والوں نے ان تربتوں اور جگہوں کی خاک پاک کو سجدہ گاہ (مہر نماز) بنا لیا اور ہر سجدہ میں انا الطور کی صدا سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کے وقت کانوں میں آئے۔ اور وحدانیت کامل قائم رہے۔

قبر پرستی کے عنوان سے صاحب تاریخ افکار و سیاسیات اسلامی (جس کے حوالے ہم بار بار دے رہے ہیں) نے بدعات و توہمات کو گنواتے گنواتے ایران میں مشہد مقدس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ دنیائے اسلام میں قبروں کی زیارت، خانقاہوں کی پرستش کا اندازہ صرف ایک مثال سے ہو سکتا ہے۔ کہ مشہد میں حضرت امام علی رضاؑ کے مزار پر ایک سال میں زائرین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوتی ہے اور روزانہ ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے مزار کا ناظم "متولی باشی" کہلاتا ہے جو رسوخ میں ایرانی گورنر جنرل سے کم نہیں ہوتا۔

ابن عبدالوہاب کو مجدد و مجتہد لکھنے والے صاحب تاریخ افکار الخ پر صد افسوس کہ اس نے مشہد کے اس مقدس مزار اور ایک عام خانقاہ کو ایک ہی رنگ میں دیکھا ہے۔ عام خانقاہ میں جو اعمال و اشغال اس نے گنائے ہیں ان سے شرک کی بو میلوں تک آتی ہے۔ مگر روضہ امام علیؑ الرضا پر کسی بدعت اور شرک (جو اس کے نزدیک بدعت و شرک ہے) کو نام لے کر نہیں جتلاتا۔ توحید کے امام ضامنؑ کے مدفن پر نہ رقص و سرود کی محافل جمتی ہیں نہ سماع وطرب کے مظاہرے ہوتے ہیں ——— صاحب تاریخ افکار الخ کے سینہ پر سانپ کیوں لوٹتا ہے؟ ——— ملوکیت کے خلاف لکھنے والے صاحب تاریخ افکار و سیاسیات اسلامی کے ان الفاظ سے کہ "مزار مقدس کا ناظم و متولی گورنر جنرل سے کم نہیں ہوتا" سے ملوکیت پسندی کی کس قدر بو باس آرہی ہے تفصیل ختم۔ مورخ افکار اس مزار پُر انوار کے متعلق حضرت جامیؒ کا ایک شعر نہیں جس کی نسبت حضرت اقبالؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

بروئیم بستہ در ہا را کشاید
دو بیت از پیرِ رومی یا ز جامی

یہی جامیؒ کہتا ہے ؎

اے ہوائی وصف سلطان خراسان را شنو
ذرۂ از خاک قبرش دردمنداں را دواست

اے محب حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی خاک کا ایک ذرہ بیماروں کے لئے دوا ہے۔ اقبالؒ نے اسی لئے کہا ہے کہ رومیؒ اور جامیؒ کے دو بیتوں سے مجھ پر بند سے دروازے کھل جاتے ہیں۔

معرفت و عمل اور توحید و عدل :- مکتب اہل بیتؑ کے مطابق توحید و عدل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

تدبر و تفکر سے ادراک حقیقت الاشیاء معرفت کہلاتی ہے۔ معرفت کی ضد انکار ہے۔ علم کی ضد جہل ہے۔ لا تفکروا فی اللہ ولا کن تفکروا فی آیات اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق غور و فکر نہ کرو۔ بلکہ آیات اللہ میں تفکر کرو۔ جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ایاکم والتفکر فی اللہ فان التفکر فی اللہ لا یزید الا تیھا ان اللہ تبارک و تعالیٰ لا تدرکہ الابصار ولا یوصف بمقدار یعنی باز رہو تفکر فی اللہ سے کیونکہ تفکر فی ذاتہ باعث ازدیاد حیرانی ہوگا۔ بیشک ذات الٰہی باری تعالیٰ کو آنکھیں ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ اور نہ ہی صفات الٰہی کسی مقدار و پیمانہ سے ناپی جا سکتی ہیں۔ لیس کمثلہ شئی وھو السمیع العلیم یعنی اس کے مثل کوئی شے نہیں

اور وہ سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (بقرہ) یعنی تمہارے لئے صبغۃ اللہ (خدائی رنگ) ہے اور صبغۃ اللہ سے بہتر کونسا رنگ ہے جو تم لے سکو بہترین رنگت یہی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کی گئی ہے کہ عروۃ الوثقی التوحید والصبغۃ اللہ الاسلام یعنی عروۃ الوثقی توحید ہے اور صبغۃ اللہ اسلام ہے۔

تفسیر یوں بھی ہے۔ صبغنا اللہ صبغۃ وھی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا یعنی خدائی رنگ ہی فطرت اللہ ہے۔ جس پر تمام لوگوں کو خلق کیا ہے۔

فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (الروم)
اے رسولؐ اپنے رخ کو دین حنیف پر رکھ۔ دین حنیف فطرت اللہ ہے جس پر سب کو پیدا کیا گیا ہے۔ خلق اللہ میں تبدیلی نہیں یہی دین قیم ہے مگر بہت لوگ لاعلم ہیں۔ (الروم پ۲۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فطرۃ اللہ سے مراد توحید ہے۔ حضرت امام موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ توحید سے مراد لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی ولی اللہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا منکر توحید کا منکر ہے۔ (توحید القرآن و توحید الائمہ از مولانا سید محمد ہارون) یعنی توحید ہی صبغۃ اللہ، فطرت اللہ، دین حنیف، دین قیم ہے۔

مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ میں اصولِ دین میں توحید و عدل کا ساتھ ہے۔ اگرچہ معتزلہ فرقہ بھی اہل التوحید والعدل کہلاتا ہے۔ مگر ان میں حضرت علی علیہ السلام جزو کلمہ شہادت نہیں ہیں۔ اسلام کی توحید اگر زندہ ہے تو ائمہ اطہار حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ عترت رسول اللہ علیہم السلام والصلوٰۃ کی وجہ سے ہے۔ وہی لا الہ الا اللہ جس کا پتہ محمد الرسول اللہ نے دیا اور جسے قائم رکھا علیؑ ولی اللہ اور آئمہؑ اسباط رسول اللہ نے۔

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم (آل عمران پ۳) یعنی اللہ، ملائکہ اور اولوالعلم نے شہادت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہے۔ وہی عادل ہے معبود حقیقی (لا الہ الا ھو) ہے۔ وہی غالب و دانا ہے ——— لا الہ الا ھو قائما بالقسط میں توحید عدل کا ساتھ ہے۔

یہ ہم مانتے ہیں کہ عدل اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس طرح اور بہت سی صفات ہیں۔ اور

ذاتی صفات عین ذات ہیں۔ پھر عدل کو توحید کے پہلو بہ پہلو کھڑا کرنا چہ معنی ——— عدل وہ صفت ہے جو ہر دوسری صفت میں استقرار (STABILITY) پیدا کرتی ہے۔ ورنہ وہ رحیم تو ہوتا مگر لوث مراعات کا مرتکب ہو جاتا، جبار تو ہوتا مگر عدل کے بغیر ظلم کی حد تک چلا جاتا۔ عدل وہ وسطی صفت ہے جو توحید ذاتی و صفاتی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اللہ کو بے مثل و بے مثال رحیم و جبار بناتی ہے۔ "لیس کمثلہ شیٔ" کا سزاوار بناتی ہے۔ ذات میں بھی یگانہ و یکتا اور صفات میں بھی یگانہ و یکتا۔ لا الٰہ الا اللہ الواحد الذی لیس کمثلہ شیٔ۔

اور یہی نہیں۔ عدل جب توحید کے ساتھ منسلک ہوتا ہے تو مسئلہ توحید ایک زندہ قوت (DYNAMIC FORCE) ہو جاتی ہے۔ جو تعمیر سیرت و کردار کے لئے نہایت ضروری اور اساسی محرک بن جاتی ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون یعنی اللہ تعالیٰ نے عدل و احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے، اور فحش، برائی اور بغی (ظلم) سے روکتا ہے کہ شاید تم سمجھو۔

اوامر و نواہی میں عدل کا حکم خداوندی ہے۔

مومن عادل صاحب تقویٰ ہوتا ہے۔ اعدلوا، ھو اقرب للتقوٰی (المائدہ) عدل کرو کیونکہ وہی تقویٰ کا قریبی ہے۔ مومن عادل کے ہر عمل سے ٹپکے گا کہ وہ عملی ایمان بالتوحید رکھتا ہے ——— وہ حدود اللہ میں محتاط اور عادل، وہ حقوق العباد میں محتاط و عادل ——— عبادات مومن میں تقویٰ پیدا کرتی ہیں۔ اور تقویٰ معاملات میں عدل ——— عدلِ معاشری و مساواتِ مجلسی کی بنیاد طہارت و تقویٰ ہے۔

اعتقاد و عمل میں دوئی پیدا کرنے والے ابو القیاس ہی تھے۔ عقائد اسلام پر عقل و علم کلام عجیب عجیب بحث و مناظرے کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ تھا کہ فرائض اور اعمال جزو ایمان نہیں (سیرۃ النعمان از شبلی) ایمان اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں۔ یعنی جو توحید کی شہادت دے اور بلاشک عملی شرک کا مرتکب ہو پھر بھی وہ مومن ہے۔

اگر ابوحنیفہؒ کا اصول کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کی وسعت کو قائم رکھا جاتا تو غزالی، محی الدین ابن عربی، ابن تیمیہ اور ابوطالب مکی کو ہم فقہا کی زبان سے کافر نہ سنتے۔ (سیرۃ النعمان از شبلی نعمانی)

جب فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہہ رہا تھا اس وقت ابوحنیفہ صاحب پکار رہے تھے۔

لا نکفر احدا من اھل القبلہ یعنی اہل قبلہ میں سے ہم کسی کو کافر نہیں سمجھتے۔

(سیرۃ النعمان شبلی)

مزے کی بات تو یہی ہے کہ اہل قبلہ ہونا عمل کی طرف مفہوم دیتا ہے۔ نہ کہ اعتقاد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

واہ رے غالب کیا بات کہہ دی۔ ؎

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بُت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

اعتقاد و عمل میں رشتہ و پیوند یہی ہے کہ ہر عمل کی افتتاح بسم اللہ سے ہے۔ یہیں سے ہے۔ باسمہ سبحانہ سے ہے۔

قرآن مجید یعنی کتاب جام دآئین دین کی سب سے پہلی آیت اقراء باسم ربک الذی خلق یعنی اے رسول اپنے اس رب کے نام سے پڑھ جس نے خلق کیا۔ باسم ربک۔ سورہ حمد اور فاتحۃ الکتاب سبع مثانی جیسی بنتی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کی ایک آیت ہو۔ مگر ایک گروہ نے ہر صورت کے اوپر کی بسم اللہ کو آیہ قرآنی نہیں جانا۔ یوں بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ معرفت و عمل میں دوئی ہوئی۔

قصہ مختصر! معرفت و عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ معرفت بغیر عمل کس کام کی۔ اور عمل بغیر معرفت اکارت ——— معرفت و عمل۔ توحید و عدل اصل الاصول۔

؎ دین ہو فلسفہ ہو فقر ہو سلطانی ہو
ہوتے ہیں "پختہ عقائد" کی بنا پر تعمیر
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر
(اقبال)

توحید زندہ قوت اور اُس کی امامت شہید و زندہ جاوید :۔

اس عنوان کو علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے کلام سے بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ انھوں نے فلسفہ ذات و صفات کو موضوع بنانے کی بجائے عملی ایمان بالتوحید کو مدنظر رکھا ہے۔ یعنی توحید اساسی عمل اسلام ہے۔

۱۔ زندہ قوت :۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (آیۃ الکرسی) یعنی وہی اللہ برحق ہے جو حی و قیوم ہے۔ زندہ و پائندہ اور قائم و دائم ہے۔

تعمیر کردار فرد و ملت کے لئے زندہ قوت توحید ہے (توحید کی قوت زندہ عمل پہ منحصر ہے۔ یہی توحید الاکمہ ہے)

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میرِ سپہ تیری سپاہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام
آہ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہہ
وحدت افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام

قوم و ملت کی امامت اسی کو زیبا ہے جس کے ہاتھ میں قل ھو اللہ احد (توحید) کی تلوار جوہر دار ہو۔ اور جس کے کردار و عمل سے موحدین کامل ہونے کے آثار نمودار ہوں۔ اس کے کردار و سیرت کا محرک لا الہ الا اللہ ہو۔ یہ مسئلہ علم کلام نہیں۔ قیل و قال نہیں، لیت و لعل نہیں۔ قول و قرار ہے اور محرکِ کردار ہے۔ مومنیت کے کردار کا دار و مدار توحید کی زندہ قوت پہ ہے۔ "دو رکعت کے امام" توحید کی کردار سازی کی قوت کو کیا جانیں۔ ماتھا رگڑنے والے جبینوں کے بت اور دلوں کے شرکِ جلی و خفی میں مبتلا ہیں۔ نمازی اور امامِ نماز کے کردار سے جب تک لا الہ الا اللہ نہ ٹپکے تو پھر ایمان با لتوحید کیا؟ وہ موحد تبھی ہے جب کردار و سیرت اور اعمال و اشغال سے اشھد ان لا الہ الا اللہ کی بانگ ظاہر ہو۔

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الہ الا
لغتِ غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

۲۔ کلمہ طیبہ اور عمل صالحہ :-

لا الہ باشد صدف، گوہر نماز
قلب مسلم را حج اصغر نماز

کلمہ طیبہ صدف ہے اور نماز اس کا گوہر ہے۔ دل مسلم کے لئے نماز حج اصغر ہے۔

در کفِ مسلم مثالِ خنجر است
قاتلِ فحشاء و بغی و منکر است

کلمہ و نماز نعتِ مسلم ہیں وہ خنجر ہے جو فشارِ دینی و فکر کا قاتل ہے۔

۳- رمزِ شوق یعنی رمزِ لا الٰہ الّا اللہ :-

وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے
طریقِ شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیئے
سرودِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیئے
بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیئے

لا الٰہ الّا اللہ میں پوشیدہ رمزِ شوق ہی کارزارِ حق و باطل میں حق کی طرفداری کی وجہ ہے۔ اس رمزِ شوق اور سرور و استبازی کو سمجھنے کے لئے اپنے دماغی بت خانہ کو پہلے توڑ۔

۴- بندِ غیر اللہ سے رہائی :- بندِ غیر اللہ سے گلو خلاصی اور خلیع الرسی۔ بند و رسی ماسوا اللہ سے آزادی۔

"تا نہ رمزِ لا الٰہ آید بدست — بندِ غیر اللہ را نتواں شکست"

بندِ غیر اللہ کو توڑ پھوڑ۔ یہی رمزِ لا الٰہ ہے۔

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے — صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الّا اللہ
یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند — بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الّا اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری — نہ ہے زماں و مکاں لا الٰہ الّا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں — مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الّا اللہ

عقل زمان و مکان کی زنّاری بن گئی ہے۔ زمان و مکان اور مالِ دنیا جہاں اور رشتہ داریاں صرف بتانِ وہم و گماں ہے۔ ان سب باتوں سے جہان صنم کدہ بن گیا ہے۔ اور جماعت کی آستینوں میں بھی بت ہیں۔ صنم کدہ جماعت و جہان کے بتوں کو کلمۂ توحید لا الٰہ الّا اللہ سے توڑ۔ شوقِ حق کے محرک لا الٰہ الّا اللہ میں جو رمز پوشیدہ ہے جو حق کی طرفداری کے لئے اکساتی ہے اسے مہمیز دے اور باطل کے ہر بت کو توڑ ڈال۔ ابراہیم یعنی مسلم حنیف کا کردار یہی ہے۔ اس کی صداقت و مومنیت بت شکنی ہے۔ اور بت شکنی کی وجہ وہ قوت ہے جو پوشیدہ لا الٰہ میں ہے۔

خودی کا سرِّ نہاں لا الٰہ الّا اللہ — خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الّا اللہ

تیری ذات کی مخفیت اور کردار کی جنگی کا سرِّ نہاں لا الٰہ الّا اللہ ہے۔

(باقی آئندہ)

بیساختہ و برجستہ

(از جناب خواجہ معراج الدین صاحب امرتسری جنرل سیکرٹری ادارہ معارف اسلام لاہور)

صداقت:- باب مدینۃ العلم کی ضیاء باریاں مسلم تو مسلم غیر مسلموں تک بھی ہو رہی ہیں۔ یہ ایک خاص عطیہ پروردگار ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ حضرت کوثری کوئی شیعہ گھرانے کے فرد نہ تھے۔ شریمتی روپ کنوار صاحبہ کو تو لوگ خوب جانتے ہیں۔ باوجودیکہ شیعہ ہونا تو کجا اسلام سے بھی ان کی آغوش مادر کو خبر نہیں حضرت آسی دہلوی وغیرہ غرضیکہ آپ محبت کے معیار کو تنگ نہ سمجھیں کہ ہمیں ہی آل اطہار سے محبت ہے۔ یہ دل کو جلا کرنے والا نور جو شخص چاہے دام الفت میں پھنس کر حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ کچھ بصیرت اسے حاصل ہو جاوے۔ اور نصرت پروردگار شامل حال ہو۔

میرے سامنے ہمارے نوجوان محترم اسلم نصرت صدیقی مدظلہ العالی نائب صدر مجلس محبان اولیائے کرام مغربی پاکستان کا خطبہ صدارت جو بتقریب یوم حیدر کرار کانفرنس منعقدہ ۲۴ فروری ۲۶ مارچ گذشتہ بمقام علی پارک لاہور ہے جو کہ نصرت صاحب نے نصرت ذات کبریا سے سرشار ہو کر فرمایا کہ محبان اہلبیت علیہ السلام کے مطالعہ کے لئے اس خطبہ صدارت کو لفظ بہ لفظ درج ذیل کرتا ہوں۔ امید ہے مومنین اس سے اپنے ایمان کو تازہ کر کے اپنے آقا و مولا جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی سعی فرمائینگے:-

"اس اجتماع کے انعقاد کی غرض و غایت اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ہم سب اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ خاندان رسالت پناہ کے گلشن شاداب کے اس گل سرسبد کو خراج عقیدت پیش کریں کہ جس نے کم سنی کے دور معصومیت سے لے کر پیری کی شام الم تک اپنے عہد و پیمان کو اس طرح نبھایا کہ انسانیت، اطاعت و فرمانبرداری، ایثار و قربانی، زہد و تقویٰ، بہادری و شجاعت غرض اس قسم کے جس قدر الفاظ حسن لغت کی معرفت ہم تک پہنچے ہیں۔ ان سب کا اختتام اس ذات گرامی پر ہو جاتا ہے جسے ہم مولائے کائنات اور تاریخ علی ابن ابی طالب کہکر پکارتی ہے۔

تاریخ مذاہب عالم کا مطالعہ کر جائیے۔ ایک ایک شخصیت، ایک ایک کردار، ایک ایک طرز عمل، ضابطہ حیات اور طریق زندگی کو بغور دیکھ لیجئے لیکن اسلام اور صاحب قرآن کی زندگی اور ان کے پاک خاندان کی زندگی سے کسی کو ادنےٰ درجے کی بھی نسبت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے کہ

یہ ہستیاں بجائے خود میزانِ عدل تھیں۔ پہلے خود ان کی ذات نمونۂ عمل قرار پائیں۔ پھر دوسروں کو نقشِ قدم پر چلنے کی دعوت دی۔ کسی مقام پر بھی آپ کو قول و فعل میں تضاد نظر نہیں آئے گا۔ ان کا چشمۂ صافی نہ ذہنی انارکی سے مکدر ہے نہ فکری انتشار کے خس و خاشاک سے آلودہ۔ ایک صاف شفاف بحرِ بیکراں ہے کہ جو نورانی لہروں کو اچھالتا ہوا انسانوں کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ مولائے کائنات کی حیاتِ مقدسہ صدیاں گزرنے کے باوصف ہمیں مسلم معاشرے میں اسی آن بان، اسی تزک و احتشام، اسی عظمت و جلالت سے بھرپور متحرک نظر آ رہی ہے۔ اُن کی زندگی کے عمل کی قندیل ویسے ہی درخشاں و تابندہ دکھائی دیتی ہے جیسی قرنِ اول میں تھی۔ یہ سعادت کسی دوسرے کے حصے میں کیونکر آ سکتی ہے۔ ؎

بکعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

برادرانِ اکرم:

تیرہ صدیاں گزر گئی ہیں اور نت نئی اختراعات و ایجادات نے انسانی فکر و نگاہ کو اپنی طلسم کاریوں اور شعبدہ بازیوں سے سحر زدہ کرنے کو بڑی شدت سے کارگزاریاں دکھائی ہیں۔ لیکن دلوں کی آباد دنیا میں فکر کی لامتناہی وسعتوں میں خیالات کی اَن دیکھی پہنائیوں میں ایک ہی ہستی ہے جو سب سے الگ سب سے تنہا اور منفرد نظر آتی ہے۔ وہ ہستی صاحب "نہج البلاغت" کی ہے۔ جن کی تحریروں میں آج بھی فہم و فراست، ادراک کے عالمانہ تجزیئے کی مثالیں تابندہ و روشن دکھائی دیتی ہیں۔ جناب امیرؑ نے حضورؐ کے اعلانِ نبوت کے بعد اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ وہ منظر آج بھی ارض و سما کی فضا میں منقش ہے جسے دیکھنے کے لئے جبرئیلؑ کے فیضانِ عشق کی ضرورت ہے۔ کہ ایک ۱۲ سالہ بچے نے بھرے مجمع میں نبوتِ صادقہ کے جواب میں کہا تھا۔ یا رسول اللہ میں آپ کی نصرت کروں گا۔ یہ نصرت کسی شہنشاہ کی نصرت نہ تھی۔ کسی صاحبِ اقتدار کی نصرت نہ تھی۔ کسی ایسے فرد کی نصرت بھی نہ تھی کہ جس کے قدموں میں سیم و زر کے انبار ہوں۔ لشکر و سپاہ جس کی پشت پر ہو۔ دنیاوی وجاہتیں جس پر سایہ فگن ہوں۔ بلکہ یہ نصرت ایک ایسے فردِ واحد کی نصرت تھی جس کے ساتھ اگر تھا۔ تو اس کا ربِ اکبر تھا۔ یہ درست ہے کہ جس کے ساتھ ربِ اکبر ہو اسے کسی کی کیا ضرورت تھی لیکن!!

صاحبان:

زمین کے مسائل زمین پر طے کرنے کی ایک نئی رسم ڈالی جا رہی تھی۔ قیامت تک کے لئے ایک ضابطۂ حیات ترتیب دیا جانے والا تھا۔ پوری چھ صدیاں گزرنے کے بعد آخری مرتبہ آسمانی رحمت کے دروازے زمین والوں پر کھلنے والے تھے۔ ملائکہ مقربین آسمان سے پوری چھ صدیاں

گزرنے کے بعد آخری مرتبہ خدائے قدوس کے انعامات کو لے کر اترنے والے تھے۔ اب اس کے بعد کائنات ارضی کو نہ کسی ہدایت کی ضرورت باقی رہے گی۔ نہ ہی اب کوئی آسمان سے خدائی پیغام لے کر آئے گا۔
اس قدر اہم اور فیصلہ کن منزل میں ایک معصوم بچہ پکار کر کہتا ہے۔ کہ یا رسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ پھر تاریخ نے دیکھا کہ اس بچے کا عہد زیتون کا نازک پتہ نہیں کوہ صفا تھا۔ کہ زمانے کی کوئی گردش، وقت کا کوئی سانحہ، حالات کی کوئی الٹ کی، نہ اس کے پائے استقلال میں لغزش لا سکی۔ نہ اس کے ارادوں کی راہ روک سکی۔

اللھم صل علی سیدنا محمدؐ و علی آل سیدنا محمدؐ و بارک و سلم

یہ مقام درود و سلام تھا اور جذبات کا تقاضا تھا۔ کہ اس ہستی پر سلام بھیجا جائے جس نے انسانیت کی سلامتی کے لئے سرکار انبیاءؐ کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ آئیے غیر جانبدار، خدا ترس اور خوف الٰہی سے لرزنے والے مورخ سے پوچھیں۔ کہ اس بچے نے ایفائے عہد میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔ ہر وہ شخص جو سینے میں دل اور دل میں درد کی لذت محسوس کرتا ہے۔ وہ یقیناً یہی کہے گا کہ اس بچے نے اپنا عہد و پیمان نبھانے کے لئے مصائب کی گھاٹیوں، امتحان کے خارزاروں میں ہوتی کی شکن پگڈنڈیوں کو ہنستے کھیلتے عبور کیا۔ اس عہد کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ لیکن اگر نہیں چھوڑا تو مکے والے کو نہیں چھوڑا۔ مدینے والے کو نہیں چھوڑا۔ کیا تاریخ مذاہب عالم کسی ایک جاں نثار، کسی ایک فدائی، کسی ایک ساتھی کو جناب امیر علیہ السلام کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر سکتی ہے۔ عدل گستری جن کے خمیر کی زینت۔ انصاف اور خدا ترسی جن کے دروازے پہ دربان۔ علم و عمل میں جن کا پرچم بلند ہو انہیں دنیا اور اس کی لذتیں کیونکر اپنی جانب متوجہ کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔
جناب امیر علیہ السلام کی ذات گرامی ایک مینار ہے۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے، فدا کار و جان نثار کے لئے، ایک سچے انسان کے لئے کہ جو زندگی کی بنیادی قدروں کی ماہیت سے باخبر ہونا چاہتا ہے جو چاہتا ہے کہ نظام حکومت میں عدل و احسان کی فرمانروائی ہو تو اسے سب سے پہلے باب مدینۃ العلوم کی جانب رجوع کرنا ہوگا کہ اس ذات والا صفات کے علاوہ یہ دولت لازوال کہیں نہیں مل سکتی۔
دنیا سپہ سالاروں۔ جہانداروں اور جہانبانوں کی سوانح عمریوں سے بھری پڑی ہے اس میں ہلاکو اور چنگیز کا نام بھی آتا ہے۔ اور ہسٹر و بال کا بھی۔ اس میں روم کے جیت ناک شہنشاہ بھی نظر آتے ہیں۔ اور یورپ کے فرمانروا بھی۔ لیکن ایک شخص بھی ایسا دکھائی نہیں دیتا کہ وہ ایک وقت میں ایک سلطنت کا امیر بھی ہو۔ اور فاقہ کش فقیر بھی۔ تاریخ یہ تو بتاتی ہے کہ فلاں بادشاہ کے دسترخوان پر اس قدر کھانوں کی فراوانی ہوتی تھی۔ اتنے لونڈی اور غلام تھے۔ جاہ و جلال کا یہ

یہ کل نکل جاتا ہے کہ "میرا مولوی جیت گیا" یہ الفاظ برزبان آگئے کہ مولانا سید امداد حسین صاحب کاظمی واقعی امداد ملت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کو سلامت رکھے جو ہمیشہ ہمارے ایمان کو قرآنی نقطہ نظر سے تازہ فرماتے رہتے ہیں۔

نصرت غیبی:۔ لاانتہاء مصائب سید الشہداء اور مظلومیت کی انتہا دیکھ کر بعض اعتراض پسند طبیعتوں اور بعض مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نواسہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرزند جگر بند رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام اور ولی خدا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے جگر گوشہ اور نیز برادر محترم حضرت حسن مجتبےٰ علیہ السلام ہوتے ہوئے بھی مصائب و آلام دنیا سے ہمکنار رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد نہ فرمائی۔ میرے محترم بزرگوں یعنی علماء کرام نے گو کافی روشنی نصرت غیبی پر ڈالی اور مقررین صاحبان نے بھی کافی توجہ مبذول فرمائی کہ خداوند تعالیٰ ہی نے ہر موقع پر سید الشہداء علیہ السلام کی نصرت فرمائی۔ مگر کوئی جامع کتاب ان بزرگواروں نے ایسی نہ تحریر فرمائی جو کہ مفہوم نصرت غیبی پر مکمل بحث کر سکے۔ ہمیں مولانا مولوی فرزند علی صاحب قبلہ فیروز پوری پیش نماز مسجد علامہ حائری اعلی اللہ مقامہٗ کا ممنون احسان ہونا چاہئے کہ ان بزرگواروں نے باوجودیکہ تقاضہ عمر مصروفیت کثیر کے ایک جامع کتاب "نصرت غیبی اور حسینؑ" تحریر فرما کر ہمارے ایمان کو تازہ فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے زور قلم کو زیادہ کرے۔ آمین۔

عجیب ورثہ:۔ فی زمانہ یہ حق کسی سے چھینا نہیں جا سکتا کہ وہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کر کے اپنے مسلک کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرے مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ قرآنی احکام کو ظاہر یکسر توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کے غلط راستہ پر پڑ جانے کا باعث بنے اور خواہ مخواہ دوسرے مسلک کو برا کہے۔

معاصر "فاران" کراچی اپنے خیالات کا اظہار جو چاہے کرے ہمیں کوئی غرض نہیں مگر تعجب یہ ہے کہ وہ صاحب لکھتے لکھتے بغیر کسی کے پوچھے قرآنی آیہ کا خود ساختہ غلط مطلب پیش کر کے اپنی مخصوص جماعت کو خوش کرنے کی خاطر اشارتاً مذہب حقہ کی تذلیل بھی کرتے ہیں چنانچہ "فاران" کراچی مئی ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۱۰ پر آیہ قرآنی کا ترجمہ کرتے ہوئے فاضل محرر نے پورے طور پر "تفسیر بالرائے" کا پہلو نمایاں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔

آیت وارثے مسلمانوں کا ایک گروہ استدلال کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کی حکومت بطور میراث کے ملی۔ اس لئے سنت انبیاء یہ ہے کہ نبی کی وراثت اس کے قریب ترین

عالم تھا کہ درباری پتھر کے بت بنے ہوئے تھے۔ لیکن ایسی کوئی نظیر ایسی کوئی مثال ہمیں تاریخ کے صفحات پر نظر نہیں آتی کہ وقت کا امیر بھی ہو اور کوفہ کی مسجد میں سوکھی ہوئی روٹیاں پانی میں بھگو کر بھی کھا رہا ہو۔ تاریخ نے یہ تو بتایا کہ فلاں شہنشاہ نے کسی سے خوش ہو کر اسے اتنے ہزار درہم و دینار بخش دیئے۔ لیکن ایسی ایک بھی مثال نظر نہیں آتی کہ روزے دار امیر سلطنت نے اپنے افطار کی خشک جو کی روٹیاں سائل کو دے کر ساتھ ہی سائل سے معذرت کی ہو کہ بھائی اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ تیری مزید مدد نہیں کر سکتا۔ نماز میں رقت قلب کی خبریں صوفیاء و فقراء کے ہاں عام سنی جاتی ہیں۔ لیکن حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والے تاریخ نے کتنے انسان پیش کئے ہیں۔

برادران مکرم!

سوچئے کہ ۲۱ رمضان المبارک کو جناب امیر علیہ السلام نے محراب مسجد میں کیا کہا تھا۔ اگر میرا حافظہ میرا ساتھ دے رہا ہے تو ملعون ابن ملجم کی تلوار لگتے ہی ایک پکار اس کائنات نے سنی تھی۔ وہ پکار نہ تھی۔ اعلان حق و صداقت اور اپنا تجدید عہد تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔

فزت برب الکعبۃ

"خدائے کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا"

یہ کامیابی اگر ایک طرف تکمیل امامت و شہادت پر منتج ہوتی تھی تو دوسری طرف اس امر کا اشارہ بھی ہے کہ

"یا رسول اللہ علی نے جو بچپن میں وعدہ کیا تھا اسے بڑھاپے کا خون نذر کرکے مکمل کر دیا ہے"۔ ایک روزہ دار، ایک فقیر بادشاہ، ایک دلق پوش امیر کی زندگی۔ اس کی ایک ایک سانس کس مقصد کے لئے صرف ہوئی اس لئے کہ جان جائے لیکن عہد وفا پر حرف نہ آئے۔ اور اس شہادت اقدس کے بعد کوفہ کی مسجد سے لے کر کربلا کے ریگ زار تک عہد و پیمان کی ایک زنجیر ہے جس کی کڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ ایسی ملی ہوئی نظر آتی ہیں کہ عقل و ہوش گم ہیں۔"

مقام ولائت: میں اگر اپنے ادارہ کے نگران اعلیٰ کی تعریف میں چند الفاظ لکھ دوں تو لوگ شاید میری تحریر کو خوشامدانہ تحریر خیال فرما دیں۔ مگر نہیں یقین فرمائیں کہ آج تک کسی میرے بزرگ علمائے کرام میں سے مقام ولایت پر استدلال نہیں فرمایا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے محترم علماء صاحبان اس کو جانتے نہ تھے اور لکھ نہ سکتے تھے بلکہ میری غرض و غایت یہ ہے کہ کبھی انہوں نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ میں نے جب یہ مضمون مقام ولایت صفحہ ۲۵ ماہنامہ معارف اسلام لاہور مئی ۱۹۶۱ء پڑھا تو بے ساختہ جیسا کہ پہلے بھی کبھی کبھی میرے منہ سے

ثبت دوام کو ملنی چاہئے۔ اس لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مال و منال اور حکومت چھوڑی وہ بطور میراث آپ کے رسولؐ کا حق ہے۔ مسلمانوں کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ جہاں تک مال و دولت کا تعلق ہے۔ رسولِ خدا نے کوئی قابلِ لحاظ ترکہ نہیں چھوڑا اور جو کچھ چھوڑا اس کی بابت خود فرما دیا کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں نہ مورث۔ ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے قرآن کی نص صریح ہے کہ مسلمانوں کا امر آپس میں مشورہ کرنا ہے۔ ان بحثوں کو جو دونوں فریقین میں ہوتی ہیں بالائے طاق رکھ کر آپ پر غور کیجئے۔ یہاں نہ مال و منال کا ذکر ہے نہ حکومت و خلافت کا ذکر ہے۔ بحث ہے ایک مخصوص علم کی جس کی بنا پر حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کو اس شرف کا احساس اور ناز تھا کہ ہم کو خدا نے اپنے ایمان دار بندوں میں سے بہتوں پر (جن میں انبیاء بھی داخل ہیں) فضیلت دی ہے۔ یہ علم حضرت داؤدؑ کو جیسے بھی ملا ہو حضرت سلیمانؑ کو میراث پدر کے طور پر ملا تھا اور اس میراث کو پانے کی وجہ سے انہوں نے اعلان کیا کہ ہم کو منطق الطیر کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہی وہ مخصوص علم تھا جس کی بنا پر حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دونوں خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔

کہ ہم کو بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت بخشی گئی ہے۔"

اولاً یہ عرض کردوں کہ "...... حافظہ نہ باشد" کے اصول کے تحت اس آیہ کریمہ کے نیچے اس آیہ کو سورۂ سبا کی آیہ بتایا گیا ہے۔ تاکہ لوگ ڈھونڈ نہ سکیں اور جو کچھ ہم نے لکھ دیا اس پر ہی واہ واہ سے دل خوش کن لطف حاصل کریں۔ درآنحالیکہ یہ آیہ محترمہ سورہ نمل سے ہے سورہ سبا کی نہیں۔

دوم فرماتے ہیں کہ فرمایا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم گروہِ انبیا نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ مورث۔ مگر یہ زبانی زبانی فرمانا درج ہے۔ کبھی کر کے دکھا دیا ہوتا تو بات صاف ہو جاتی جناب مولوی صاحب! مکہ معظمہ میں جہاں حضور پر نورؐ کے آباء و اجداد رہتے تھے۔ آخر وہ مکان جو کچھ اس میں سامان تھا وہ ضرور صاحب معراج نے ورثہ میں پایا ہوگا کیا وہ سامان یا مکان آپ نے لوگوں میں تقسیم کر دیا یا لٹوا دیا کہ لوگو! ہم تو مورث نہ کسی کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا تم لے جاؤ بخشش الگ چیز ہے وہ اپنے ورثہ کو لٹوانے میں نہیں آتی۔ اپنا مال چاہے ورثہ سے ملا ہو یا چاہے خود پیدا کردہ خدا کی راہ میں دے دینا اور چیز ہے۔

سوئم۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کن الفاظ سے صاحب تحریر نے یہ نتیجہ نکالا کہ علم ہی ورثہ میں ملا تھا آپ تفسیر بالرائے کو علیحدہ رکھتے ہوئے آیہ کریمہ کی عبارت کو غور سے پڑھیں۔ یہی تو ورث سلیمٰنؑ داؤدؑ کا کلامِ خدا ہے کہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ کمل ورثہ جناب داؤد علیہ السلام کا یعنی حکومت، ساز و سامان وغیرہ کے حضرت سلیمانؑ وارث نہیں بلکہ صرف علم کے ہی وارث ہیں۔

کلام خدا سے تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے مکمل طور سے وارث ہیں۔ اور مولوی صاحب صرف علم کے وارث فرماتے ہیں۔ آگے چل کر "وقال" سے حضرت سلیمان کا اپنا کلام ہے کہ لوگوں میں اور میرا باپ یعنی ہم کو بول پرندوں کے سکھائے گئے ہیں۔ (وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر) یعنی دونوں کو خدا کی طرف سے اپنی اپنی ذات کیلئے علیحدہ علیحدہ سکھائے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ خدا کی طرف سے صرف داؤدؑ کو سکھائے گئے۔ اور پھر یہ علم وراثت کے طور پر سلیمانؑ کو پہنچا۔ بلکہ لفظ "علمنا" سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں سکھائے گئے۔ واوتینا من کل شیئ۔ اور دیئے گئے ہیں ہر چیز میں سے یعنی علم میں سے بھی اور مال (بادشاہی بھی) جب "کل شیئ" ہے تو وراثت بھی کل شی ہی کی ہے۔ ان ھذا لھو الفضل المبین تحقیق یہ بخشش خدا کی ہے اور البتہ بزرگی ظاہر ہے اور فضیلت روشن ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔

چہارم۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے علم کو ہی فرض کریں کہ علم ہی بطور وراثت حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ سے ملا۔ تو اس صورت میں بھی جناب سرور کائناتؐ کا ورثہ جو کہ علم تھا وہ بھی تو کسی کو ضرور ملا ہوگا بے شک علم بہترین ورثہ اور معیار بزرگی ہے۔ علم سے ہی حضرت آدمؑ فرشتوں سے افضل قرار پائے۔ جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا علم صرف ذات مخزن موجودات میں تھا۔ تو یہ بھی ضرور کسی نہ کسی کو ورثہ میں ملا۔ پس آنکھیں کھولیں اور غور فرمائیں اور اپنی ہی تحقیق پر مرکوز ہوتے ہوئے صاف لکھ دیں کہ وہ کون شخص تھا جس کو علم نبوت و رسالت ورثہ میں خاتم انبیاء کے بعد ملا۔ اچھا شاید آپ کو اور تعارف کی ضرورت ہو تو حدیث شریف انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا کا مطالعہ فرمالیں۔ لو جی پھر ادھر ادھر پھر پھرا کر صرف اور صرف علی علیہ السلام کی ذات ہی نکلی جس کو حضورؐ کا وارث قرار دیا جا سکے۔ اگر حضرت سلیمانؑ اولاد داؤدؑ ہونے سے نزدیک تر ہیں تو میرے مولا امیر المومنینؑ کئی وجہ سے نزدیک تر سے نزدیک تر ہیں۔ خاندانی شرافت سے ایک حقیقی چچا ہی کے نہیں بلکہ پرورش کنندہ کے بیٹے اور اپنے بھائی بھی تھے۔ اپنی جگر گوشہ عصمت و طہارت کے سرتاج اور اپنے بیٹوں کے یعنی سردار اہل جنان کے باپ۔ اس سے زیادہ کون قریبی رشتہ وراثت کا ہوگا۔ تو بھائی علم کو ہی وراثت جان لیں اور ورثہ میں یہ علی علیہ السلام کے سپرد کر دیں۔ ہمارا مطلب آپ کی تحریر سے واضح۔ جو علم میں افضل وہ سب سے افضل۔ دیگر بزرگان کو اپنے حال میں رہنے دیں۔ اور میرے مولا کا دامن پکڑ لیں۔

پنجم۔ دیکھئے خود ساختہ حدیث کی طرف نہ جائیں۔ کہ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے۔ آپ حدیث پیش کر رہے ہیں۔ جس کی تصدیق و تائید کے لئے کوئی ایک بھی آیہ قرآن میں موجود نہیں۔ اور ہم آپ کے فرمانے کے مطابق آیہ قرآن سے استدلال کر رہے ہیں خود ہی فرما دیں کہ کون سی حدیث

نوٹ: جو حدیث پیش کی گئی ہے اس میں تو یہ ہے کہ انبیاء کا ورثہ ہوتا ہی نہیں بلکہ صدقہ ہوتا ہے۔ لہذا ان کے نزدیک علم بھی صدقہ ہوا۔ جسے ورثہ نہ ہونا چاہیئے۔ وہاں ایک قرآن میں صاف لفظ ورثہ کا موجود ہے۔ (غیاث الدین)

(دیکھئے انفا) لینی چاہئے یا نہیں۔ یا یہ قرآن حکیم ان خود ساختہ حدیثوں سے بہتر ہے۔ وللرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون۔
ششم۔ ورثہ کے لفظی معنی سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کوئی چیز مکان یا سامان وغیرہ۔ علم ورثہ میں کس طرح آسکتا ہے۔ علم چھوڑا نہیں جاتا سکھایا جاتا ہے جیسا کہ اسی آیہ مبارکہ میں حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں کہ ہمیں علم سکھایا گیا۔ علم سیکھنے کی چیز ہے۔ بانٹنے کی نہیں۔ اگر آپ بانٹنے پر ہی بضد ہوں گے تو فرمائیں کہ ہر ایک نبی یا پیغمبر کے صرف ایک اولاد نہیں ہوتی۔ بلکہ کئی کئی اولادیں ہوتی ہیں۔ اب علم کو ورثہ میں لکھ کر بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم کریں تو کیونکر۔ کوئی عقلمند سے عقلمند بھی اس کا قائل نہ ہوگا۔ کہ علم تقسیم شدہ ورثہ ہے۔ ہاں البتہ سکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا قول کہ مجھے سرکار دو جہاںؐ نے ایک ہزار باب علم کے پڑھائے یا سکھائے۔ اور ہر ایک باب میں مجھے ایک ایک ہزار باب علم اور مل گئے۔ بدیں وجہ میں وارث علم پیغمبر آخر الزمان ہوں۔

ہفتم۔ آپ قرآن کریم کو الحمد و الم سے شروع کر کے والناس تک پڑھ جائیے۔ جہاں جہاں بھی احکام خداوندی ہیں۔ مثلاً حکم نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ حج۔ جہاد وغیرہ وغیرہ جب یہ احکام نازل ہوئے تو حضورؐ پرنورؐ نے تمام احکام کو خود کر کے دکھا دیا۔ کہ یوں کرنے چاہئیں۔ نماز کو پڑھ کر کہ یوں قیام۔ رکوع اور سجود ہے۔ روزہ کو رکھ کر اور وقت معین کر کے کہ اس وقت سے اس وقت تک۔ زکوٰۃ کو ادا کر کے خمس اپنے اہل بیتؑ میں تقسیم کر کے۔ فریضہ حج کو ادا کر کے اور جہاد کو لڑ کر تمام باتیں ذہن نشین فرما دیں۔ تعجب ہے کہ احکام وراثت پر آپؐ نے کچھ نہ کیا۔ جبکہ چھوٹی سے چھوٹی ضروریات زندگی کے سب مفصل باتیں کر کے دکھا دیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی صرف بعد از اں بنائی گئی۔ اور وہ بھی اس لئے کہ آلِ رسولؐ کو کوئی شرف حاصل نہ ہو۔ اور وہ اپنی زندگی کو بیکسی اور بے بسی کی حالت میں گزاریں۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔

نتیجہ۔ اصل اس تفسیر بالرائے کی یہ ہے کہ ان بزرگوں کی باتوں کو مخفی رکھا جاوے جن کے بر سر اقتدار آنے سے آلِ رسولؐ کو میراث سے محروم ہونا پڑا ورنہ حضور سرور کائنات کا آلِ رسولؐ کو نہ دینا صرف اس لئے تھا کہ آلِ رسولؐ کا وقار دنیا کی نظر میں کم ہو جاوے چونکہ مفلس بیٹھے۔ اس لئے کوئی بھی ان کی طرف رجوع نہ کرے گا۔ مگر نہیں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ورثہ مل بھی جاتا تو یہ آلِ رسولؐ پھر بھی امت ہی کے مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ جو روٹی میسر ہوتے ہوئے بھی تین تین دن متواتر فاقہ کشی کریں۔ بلکہ تینوں یوم متواتر صوم سے گزار دیں۔ ان ہستیوں کو اگر تمام دنیا بھی مل جاتی تو وہ خود پاس نہ رکھتے۔ بلکہ فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ مگر ان کی تقسیم خود کرنے سے لوگ ان کی طرف راغب رہتے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت یہی رہتی۔ صرف عظمت آلِ محمدؐ کو برباد کرنے کیلئے بیشمار خود ساختہ حدیثیں تراشی گئیں اور قرآنی آیات کو پس پشت ڈالا گیا۔ جس کا نتیجہ میدان کربلا میں ظاہر و ظاہر سب کے سامنے آنے سے نہ رک سکا۔

لہ اس امت میں کوئی کا لفظ ہے۔ یعنی نبی وغیرہ ہر ایک کے وارث مقرر کر دیئے۔ کسی کے بیٹے وارث نہیں (ط)

استفسارات

وقف - قتل مومن - اولی الامر منکم - مسئلہ تقلید - علیاً ولی اللہ جزو اذان

سوال :- منجانب محترم نثار مرتضوی - تھوہا خالصہ - راولپنڈی

مکرم بندہ نواز جناب سیکرٹری صاحب ادارہ معارف اسلام لاہور

سلام علیکم - نہایت ادب سے گزارش ہے - کہ مندرجہ ذیل دو سوالات کا جواب آئندہ شمارہ "معارف اسلام" باب الاستفسارات میں دے کر مشکور فرمادیں -

۱ - ایک شخص نے ایک بزرگ کے فیض صحبت سے مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ اختیار کیا - بزرگ موصوف جب زیارت کے لئے کربلائے معلےٰ تشریف لے گئے - تو اس شخص کو اپنے ذاتی اخراجات پر ہمراہ لے گئے - واپسی پر انہوں نے ایک زمین کا قطعہ زر خرید کر کے پرچم حسینی بلند کیا - اور عزاداری سید الشہداء کی بنا رکھی - عرصہ تک عزاداری مظلوم کربلا ہوتی رہی - بزرگ کی وفات کے بعد حزب اختلاف نے عزاداری سید الشہداء کو مٹانے کی غرض سے وقف مذکور کو وراثت میں منتقل کیا - جس میں شخص مذکور (نو مومن) نے عدالت میں شہادت دی - کہ زمین مذکور حزب اختلاف اہلسنت والجماعت کی وراثت ہے نہ کہ وقف - بحیثیت شیعہ شہادت دیتا ہوں - اور اسی شہادت پر یہ شیعہ وقف اہلسنت والجماعت کے نام منتقل ہو گیا - آئمہ معصومین کے اقوال کی روشنی میں شہادت دہندہ کے متعلق فتویٰ مطلوب ہے -

۲ - ایک مجلس بانی ایک شخص کی سازش سے شہید کر دیا گیا - جو علاقہ کے سادات اور مومنین پر روز روشن کی طرح واضح ہے - موجودہ مجلس بانی نے سب کچھ جاننے کے باوجود سازش کنندہ کی لڑکی سے شادی کر لی - حالانکہ شخص مذکور صاحب اہلسنت والجماعت اور داماد صاحب کلمہ شریف سے نابلد - ایسے شخص کی بپا کی ہوئی مجلس عزا کی مقبولیت اور شمولیت کرنے والے حضرات کی مومنیت کے متعلق فتویٰ مطلوب ہے - جواب سے سرفراز فرمادیں - مشکور رہوں گا -

جواب :-

۱ - فتویٰ کے لئے مجتہد جامع الشرائط کی طرف جس کی آپ تقلید میں ہیں رجوع کریں - کسی جگہ پر محض پرچم حسینی بلند کر دینے سے وہ جگہ وقف نہیں ہو سکتی - اس طرح تو شیعوں کے گھر گھر میں علم بلند ہیں - وقف کے کچھ شرائط ہیں - اور صیغہ وقف کا پڑھا جانا بھی ضروری ہے

صورت مرقومہ میں یہ بات واضح نہیں کی گئی۔ اس لئے جب تک اس کی وضاحت نہ ہو ہم تفصیل سے جواب نہیں دے سکتے۔ واللہ اعلم

۲۔ فتوے کے لئے اپنے مجتہد جامع الشرائط کی طرف رجوع کریں جس کی آپ تقلید میں ہیں۔ کسی شخص کا سازش کر کے کسی مومن کو ناحق قتل کرا دینا فعل حرام ہے۔ اور اس قسم کی سازش کرنے والا بشرطیکہ حسب احکام شریعت اس کا سازش کرنا ثابت ہو جائے فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔ لڑکی بے قصور ہے۔ اور کسی کا اس لڑکی سے حسب احکام شریعت نکاح کرنا منع نہ ہوگا۔ بشرطیکہ دیگر شرعی موانعات نہ پائے جاتے ہوں۔ بشمول اہلسنت والجماعت اور دوامادکلمہ سے نابلد۔ تو آپ کو اس سے کیا؟ نکاح کے لئے اسلام شرط ہے۔ مجلس عزا کوئی بھی بپا کرے۔ اگر موانعات شرعی نہ ہوں تو شامل ہونا منع نہیں۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ منجانب سید منظور حسین نقوی۔ گنپت روڈ۔ لاہور

میرے ایک دوست جو مسلک اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں "معارف اسلام" میں اولی الامر منکم کے متعلق جو گذشتہ اعتراض کا جواب شائع ہوا تھا۔ اس پر کچھ مزید روشنی چاہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس کے متعلق پوری آیت یوں ہے۔

یاایھا الذین امنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب اہل ایمان سے ہے۔ اس لئے منکم سے مراد اہل ایمان کی جگہ پر اہلبیت کی خصوصیت کیسے ثابت ہوتی ہے۔

فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول اس بات پر دال ہے کہ اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے نہ کہ اولی الامر کی جانب۔ چونکہ اللہ اور رسولؐ سے اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اولی الامر کی اطاعت رسولؐ کی طرح کس طرح ثابت ہوئی۔ جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں دیویں

جواب :۔ تعجب ہے کہ سائل دائرہ اہل ایمان میں اہلبیت کو شامل نہیں سمجھتا! درآنحالیکہ نہ صرف اہلبیت علیہ السلام بلکہ انبیاء کا گروہ بھی "اہل ایمان" میں شامل ہے۔ دیکھئے قرآن میں ایک آیت ہے و للہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین

(پ ۲۸ ع ۱۲ سورۃ المنافقون) یعنی عزت تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور اُس کے رسولؐ کے لئے (یعنی جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور مومنین کے لئے۔ غور فرمائیے کہ آیت میں صیغۂ حصر استعمال ہوا ہے۔ گویا کہ عزت کے لئے اللہ ج، رسولؐ اور مومنین کے گرد معنوی لحاظ سے حصار کھینچ دیا گیا ہے کہ بس عزت صرف ان ہی کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا دیگر انبیاء و مرسلین و آئمہ طاہرین قابلِ عزت نہیں؟ معاذ اللہ۔ یقیناً یہ سب حضرات قابلِ عزت و تکریم ہیں۔ لہٰذا سوائے اِس کے اور کچھ مطلب و مفہوم اِس کا نہیں لیا جاسکتا۔ کہ انبیاء و اولیاء لفظ "مومنین" میں شامل ہیں۔ اور اہلبیتؑ اطہار لفظ رسولؐ میں۔ جس طرح کہ درود شریف میں لفظ رسولؐ ہی کے ماتحت آلِ محمدؐ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ پس جس طرح دائرۂ انسانیت سے انبیاء و اوصیاء خارج نہیں اسی طرح دائرہ ایمان سے بھی وہ خارج نہیں بلکہ بروئے عقل قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ "جو سب سے زیادہ کسی صفت کا اہل ہے وہی سب سے زیادہ اُسی صفت کا مصداق ہے"۔ پس بعد از رسولؐ چونکہ اہلبیتؑ طاہرین سب سے زیادہ صفتِ ایمان کے موصوف تھے۔ لہٰذا یہ لفظ سب سے زیادہ ان مقدسین ہی پر منطبق ہوتا ہے۔ "منکم" کے مخاطب بلاشک و بلاریب مومنین ہیں۔ لیکن اولی الامر بوجہ کامل الایمان بلکہ مجسم ایمان ہونے کے بدرجہ اولیٰ ان میں داخل ہے۔ اس لئے یہ خصوصیت اہلبیت عظام کو حاصل ہے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ ہم نے اس ضمن میں اپنے گذشتہ بیان مندرجہ شمارہ فروری ۱۹۶۱ء میں واضح کیا تھا کہ جس طرح قرآن میں "اولی الامر منکم" کی ترکیب ہے۔ اسی طرح قرآن میں "رسولاً منکم" کی بھی ترکیب ہے۔ اگر سائل کا خیال درست تسلیم کرلیا جائے تو "رسولاً منکم" والی آیت میں بھی خصوصیت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے متعلق نہ ہونی چاہئے۔ بلکہ مخاطبین ہی میں سے رسول ہونا چاہئے تھا۔ محمد رسول اللہ نہ ہونے چاہئیں تھے (معاذ اللہ)۔ اِس خیال سے ہزار بار توبہ۔

باقی رہا سائل کا خیال "فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول"

ضروری نوٹ :- چونکہ یہ آیت سامنے آگئی لہٰذا گزارش ہے کہ یہ ایک ایسی آیت ہے جس سے فتنۂ دورِ حاضرہ یعنی انکارِ حدیث تو کم از کم کلیتہً ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آجکل (باقی صفحہ ۷۵ پر)

کے متعلق تو یہ ایک ایسا بیان ہے کہ جس سے یہ مسئلہ اور واضح ہو جاتا ہے کہ جملہ تنازعات و اختلافات کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا اور بیشک ہمیں اسی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مگر جب ہر ایک قرآن کا مطلب اپنی اپنی مقدار عقل کے مطابق اپنی مرضی اور پسندیدگی کے ماتحت لے گا۔ (جو کہ کفر سے کم نہیں۔ اگرچہ قرآن میں ہمیں تدبر کرنے کا حکم ہے۔ مگر اس کا مطلب ومفہوم اپنی مرضی سے بیان کرنے کا حکم نہیں بلکہ بندش ہے) تو ہم صحیح مطلب حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس کے لئے ذات احدیت نے نبی آخر الزمان کی تشریح کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔ یعنی حکم خدا کا وہی مطلب درست ہوگا جو مفہوم رسولؐ بتائے گا۔ رسولؐ کے بتائے ہوئے کے بغیر کوئی حکم درست نہیں ہوگا۔ اس لئے خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ دونوں چیزیں حیاتِ ظاہری رسولؐ تک تھیں۔ لہٰذا قرآن میں ان کا ذکر کر دیا گیا۔ بعد وفاتِ رسولؐ مخالفین نے رسولؐ پر بھی اتہام لگانے شروع کئے۔ اب اس کا کیا مداوا؟ رسولؐ کا کون سا بیان درست تسلیم کیا جائے اور کون سا غلط؟ سوائے اس کے کہ کوئی ایسا وجود موجود ہو جو ہمیں بتا سکے کہ قول و فعلِ رسولؐ یہ ہے۔ اور اس بارے میں رسولؐ کا یہ حکم درست ہے۔ پس یہ کام اولی الامر کا ہے۔ جس کی اطاعت کا حکم خود ذات احدیت نے دے کر اس کی عصمت کی تائید و تصدیق فرما دی۔ چنانچہ اسی سورۃ کے گیارھویں رکوع میں ارشادِ باری تعالےٰ ہے:-

ولو ردوہ الی الرسول والیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہٗ منھم (پ ۵ سورہ نساء ع ۱۱)

ترجمہ:- اور اگر وہ اس کو رسولؐ اولی الامر تک پہنچاتے تو جو لوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱)

انکارِ حدیث کے سلسلہ میں منکرین یہی کہتے ہیں کہ "ہمارے جملہ معاملات میں اختلافات کے دور کرنے کے لئے صرف قرآن کافی ہے۔ لہٰذا صرف قرآن ہی کو بنیاد قرار دیا جائے۔" اس آیت میں بھی یہی تذکرہ ہے کہ کسی بھی معاملے کے متعلق ہمارے "تنازعات یعنی اختلافات کیونکر دور ہوں؟ اگر صرف قرآن ہی کافی ہوتا تو "فردوہ الی اللہ" فرمانا ہی کافی ہوتا۔ مگر یہاں اس کے ساتھ ہی "والرسول" بھی ارشاد الٰہی ہے۔ ثابت ہوا کہ بیانِ قرآن بغیر تشریحِ رسولؐ یعنی حدیث کے کسی صورت میں بھی بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(غیاث الدین)

اس کی تحقیق کرنے والے ہیں اس کو سمجھ لیتے ——— پس خاص طور پر اولی الامر کی طرف رجوع کرنا بھی اس آیہ مجیدہ سے ثابت ہے۔

ہر دو آیات کا مطلب یہ ہے کہ اگر اولی الامر کے بارے میں تنازعہ ہو۔ تو اللہ تعالٰے اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی اولی الامر کے بارے میں جو اللہ تعالٰے اور اس کے رسول کے احکام ہیں اُن کا اتباع کرو[1]۔ اور جب اللہ تعالٰے اور اُس کے رسول کے کسی امر کے متعلق کوئی تنازعہ ہو جائے تو پھر اولی الامر کی طرف رجوع کریں۔ رسول کی عدم موجودگی میں حقیقت معلوم کرنے کے لئے اولی الامر کی طرف رجوع کرو۔ وکان المشورہ یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ جس کی اطاعت کلی کا حکم خداوند تعالٰے دیتا ہے۔ اُس کے قول و فعل کی حقانیت یعنی اُس کی عصمت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ لہذا اسلامی اصولوں کے ماتحت ہر زمانے کے اولی الامر کا معصوم ہونا شرط ہے۔ اور اگر وہ معصوم نہ ہوا۔ تو کسی وقت اگر اس کے کسی غلط قول یا فعل کی اطاعت ہو گئی تو اطاعت کرنے والوں کا گمراہ ہونا یقینی ہے۔

سوال :- منجانب سید اُمید علی صاحب کاظمی ۔ چنیوٹ (ضلع جھنگ) :-

۱ - مسئلہ تقلید پر مفصل بحث کریں۔ اس کی اہمیت اور فی زمانہ ضرورت کو واضح کریں۔

۲ - کیا ہر آدمی کو اختیار ہے کہ وہ خود ہر مسئلہ کے متعلق ذاتی رائے قائم کرے۔ اگر نہیں تو کس کی طرف رجوع کرے؟

۳ - جو لوگ (شیعہ مسلمانوں میں سے) کہتے ہیں کہ مجتہد غلطی کرتے ہیں اور مسئلہ تقلید سے انکاری ہیں۔ وہ کس زمرہ میں داخل ہیں؟

۴ - "علیاً ولی اللہ" جزو اذان کیوں نہیں جبکہ کلمہ طیبہ میں پڑھا جاتا ہے؟

جواب :-

۱ - مکمل بحث کتب فقہ میں موجود ہے۔ وہاں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم مختصراً اس کے متعلق گزارش کرتے ہیں۔ مسئلہ تقلید کے متعلق اکثر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور اسے پیری مریدی سے مشابہ تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ پیری مریدی نہیں بلکہ ایک بالکل فطری شے ہے جو زندگی

---

[1] یعنی اولی الامر کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوا نہ کہ منجانب الناس۔ یعنی اسلامی دینی حکومت کا سربراہ منجانب اللہ ہوتا ہے۔ لوگوں کی رائے۔ مشورہ یا انتخاب سے نہیں بنایا جاتا۔ (غیاث الدین)

۳۔ ایسے اشخاص غیر مقلد ہیں اور اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ مگر قابل غور امر یہ ہے کہ وہ بھی قرآن کے علاوہ علماء کی لکھی ہوئی کتب سے استفادہ کرتے ہیں لہٰذا وہ بھی اُن کے مقلد ہوئے۔ اور غیر مقلدین بھی اپنے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں لہٰذا وہ اُن کے مقلد ہوئے۔ تقلید بہرحال کسی نہ کسی صورت میں ہو رہی ہے۔

۴۔ "علیاً ولی اللہ" کیوں جزوِ اذان نہیں جبکہ یہ اذانوں میں متواتر پڑھا جاتا ہے۔ ہم تو ہمیشہ اسے اذانوں میں پڑھتے سنتے آئے ہیں۔ اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم کی رو سے تو یہ جزوِ اذان تو کیا جزوِ ایمان ہے۔ تعجب ہے کہ جب "امامت" اصولِ دین میں سے ہے تو یہ کیوں نہ جزوِ اسلام اور جزوِ ایمان ہو۔ اور جب جزوِ اسلام و ایمان ہے تو جزوِ اذان کیوں نہ ہو۔ اور پھر جبکہ یہ خطبہ کا جزو ہے تو جزوِ اذان کیوں نہیں!

بقیہ :- گفتنی ہا - رپورٹ سیکرٹری صاحب مشرق پاکستان

کتابچہ پہلی تینوں کتابوں سے زیادہ مقبول ہوئی اور ہر شخص کتابوں کے حاصل کرنے کے لئے بے چین تھا۔ یہاں تک کہ کمترین کے گھر پر پہنچ کر عوام نے کتابوں کو حاصل کیا ہے۔ عوام کا اقرار ہے کہ اس کتابچہ سے جو غلط فہمیاں قبل سے چلی آ رہی تھیں وہ دور ہو گئیں ہیں۔ عوام نے کثرت سے مجالس سید الشہداء میں بھی شرکت کی۔ کمترین کا خیال ہے کہ اگر اسی قسم کے لٹریچر برابر نکلتے رہینگے تو مسلمانوں کے دونوں گروہ میں بہت جلد اتفاق اور اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور اُن کا تعصب اور نفرت بہت جلد دور ہو جائے گی۔ دس کاپیاں بذریعہ بک پوسٹ آپ کی خدمت میں حسب دستور روانہ کر رہا ہوں۔ علاقہ پر اتی۔ کھلنا۔ جیسور۔ سلہٹ۔ بریسال۔ چٹاگانگ۔ میمن سنگھ۔ پربت نگر۔ وغیرہ اضلاع میں بھی بک پوسٹ تمامیں روانہ کی گئی ہیں۔ ایک ہزار دو سو پچاس کاپیاں چھاپی گئی تھیں۔ محرم ڈھاکہ بخیریت گزرا اور عشرہ مبارک بروز اتوار ہوا۔ ممبر سازی کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔ اور کثرت سے مومنین ادارۂ معارف اسلام کے ممبر بننے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ امامیہ مشن لاہور کی طرف سے بھی فضائل اہلبیتؑ کی حدیثیں بنگلہ زبان میں تقسیم ہوئی۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

نیاز مند

سید محمد سبطین۔ تیجگاؤں (مشرقی پاکستان)

کے ہر شعبہ میں کار فرما ہے۔ اور اگر غور سے دیکھیں تو کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں چونکہ جملہ احتیاج حیات و ضروریات زندگی فرد واحد ہی سے پوری نہیں ہوتیں۔ اور ایک ہی شخصیت ہر علم و عمل میں ماہر نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ مثلاً اگر کوئی انجینئر یا کوئی اور بیمار پڑ جائے تو اس کے لئے ڈاکٹر کی احتیاج ہے اور اگر ڈاکٹر (یا کسی اور) نے مکان بنانا ہو۔ تو اسے اس کے ماہر انجینئر کی ضرورت ہے۔ کوئی مقدمہ درپیش ہو تو ماہر قانون کی ضرورت ہے۔ اور وکیل بننے کے کالجوں اور سکولوں کی۔ اور کالجوں اور سکولوں کے لئے کتابوں کی اور ان کے لئے مصنفین کی اور پھر اس کے چھاپنے کے لئے پریسوں کی اور پریس کے لئے مشینری کی اور مشینری بنانے کے لئے لوہے کی اور لوہا نکالنے کے لئے کان کنوں کی ضرورت ہے۔ غرضیکہ دنیا اور اس میں بسنے والوں کی ضروریات صرف ایک ہی شخصیت سے پوری نہیں ہوتیں۔ بلکہ ہر شعبۂ زندگی کے لئے جُدا جُدا ماہرین کی ضرورت ہے۔ اسلامی اصولوں کے تحت علم دین ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ کیونکہ اس نے ہمارے ہر قول و فعل اور ارادہ کا نیک یا بد ہونا ظاہر کرنا ہے۔ کہ آیا ہم یہ جو کچھ کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں۔ منشاء خالق کے مطابق ہے یا خلاف ہے۔ پس اس کے لئے بھی اس کے ماہرین کی ضرورت ہے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہر آدمی (مرد و عورت) خود اتنا ملکہ حاصل کرے کہ ہر امر کے متعلق منشاء خالق کے مطابق سمجھ سکے۔ تمام ہی کا ایسا کر لینا تو ناممکن ہے اور اگر کوئی چند ایک اس مقام پر پہنچ جائیں ان کے کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ایسی شخصیت کی طرف رجوع کرے جو اس صفت سے متصف ہو۔ اور اپنے فیصلہ کے جواز میں اللہ تعالیٰ اور معصومینؑ کا قول یا فعل پیش کر سکے۔ یہی تقلید ہے مگر اندھی تقلید نہیں۔ کیونکہ وہ پیغمبر یا امام تو ہے نہیں کہ بلا چون و چرا اُس کی تقلید کی جائے۔ وہ خود اپنے پاس سے نہیں کہے گا بلکہ قرآن۔ حدیث اور قولِ امامؑ سے استنباط کرے گا۔ ایسے ضروری افراد کے لئے معصومینؑ نے شرائط مقرر فرمائی ہیں جو کتب مستندہ میں موجود ہیں۔ پس جس کو ہم سمجھ لیں یعنی جانچ لیں کہ ان شرائط پر پورا اترتا ہے اُسی جامع الشرائط کی تقلید ہماری زندگی کا جزوِ اعظم ہے۔

۲۔ اسلام میں ذاتی رائے کا کوئی دخل نہیں۔ مندرجہ بالا اصول کے مطابق عمل کرنا قرآن حدیث اور قولِ امام یعنی مسلکِ بعینہٖ کتاب اللہ و عترتِ اہلبیتؑ کے تحت ضروری ہے۔

اعلانات واطلاعات

معارفِ اسلام کا رسول نمبر

آئندہ ماہ کا شمارہ حسبِ معمول رسول نمبر ہوگا۔ بوجہ ولادت حضرت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حسب سابق ربیع الاول کا شمارہ مخصوص مضامین متعلق سرکارِ دو عالم سے مزین ہوگا۔ علماء کرام۔ ذی علم۔ اہل قلم حضرات اور شعرائے خوش کلام کی خدمت میں تاکیداً گزارش ہے کہ اپنے اپنے تحفے اپنی اپنی عقیدت کے پھول اور اپنی اپنی تحقیقات کے نچوڑ اس شمارہ میں اشاعت کے لئے راقم (مدیر اعزازی معارف اسلام) کو ڈبی بازار لاہور کے پتہ پر جلد از جلد ارسال فرمادیں۔ جو کہ یکم اگست ۱۹۶۱ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔ تاکہ دربار رسالت مآب میں آپ کا نام بھی فہرست محبان میں شامل ہو سکے۔ یہ گزارش شیعہ وسنی۔ اسلام کے ہر دو زاویہ فکر کے پیروکاروں کی خدمت میں ہے۔

سالانہ جلسہ عام

اراکین ادارۂ معارف اسلام کا سالانہ جلسۂ عام مورخہ ۱۰؍ ستمبر ۱۹۶۱ء اتوار کے دن ہونا قرار پایا ہے۔ اس تاریخ کا تعین ادارہ کی مجلس نظامت کی حالیہ نشست منعقدہ ۱۶؍ جولائی ۱۹۶۱ء میں کیا گیا۔ لہٰذا جملہ لوکل سیکرٹریاں ادارہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج سے ایک ماہ کے اندر اندر اپنے حلقہ کی کارروائیوں کی رپورٹیں جنرل سیکرٹری صاحب ادارہ کے نام ارسال فرمادیں۔ تاکہ وہ انہیں اپنی رپورٹ میں شامل کر لیں۔ نیز ممبران ادارہ اپنی اپنی مفید تجاویز سے بھی جلد از جلد آگاہ کریں۔ سالانہ جلسہ کا وقت صبح ۹ بجے اور مقام بر مکان حضرت علامہ الحاج مرزا احمد علی بالمقابل اندرون اکبری گیٹ لاہور ہے۔ اراکین ادارہ نوٹ فرمادیں۔ اور جلسہ کو کامیاب بنانے میں پوری پوری کوشش فرمادیں۔

لوکل سیکرٹریاں:۔ اپنے اپنے حلقہ کے ممبران سے وصول شدہ بقیہ جات جلد از جلد سیکرٹری ادارہ کو ڈبی بازار کے پتہ پر یا فنانشل سیکرٹری کو ۶۔ انار کلی بازار کے پتہ پر بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔

ہی نہیں رہنا تھا بلکہ دنیا کی بقیہ مکمل مدت تک جاری رہنا تھا۔ لہٰذا دین کامل کی حفاظت بھی خالق کائنات جو کہ حیّ و لا یموت ہے کے ذمہ ہے۔ وفات رسولؐ کے بعد بوجہ ضرورتِ نبوت کے نہ رہنے کے سلسلۂ نبوت تو بند ہو گیا۔ مگر حفاظتِ دین کے لئے ائمہ طاہرینؑ کا سلسلہ شروع ہوا۔ اب باطل قوتوں نے پھر سر اٹھایا۔ جس طرح انبیاءؑ کو قتل کرتے رہے۔ آئمہ طاہرینؑ کو بھی قتل کرنا شروع کیا۔ یہ ناقابل انکار تاریخی حقائق ہیں۔ ایک طرف شیطانی قوتیں دوسری طرح رحمانی قوتیں برسرپیکار رہیں ؎

موسیٰؑ و فرعونؑ و شبیرؑ و یزیدؑ — این دو قوت از حیات آید پدید (اقبالؒ)

یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ وارثانِ رسالت یعنی آئمہ اہلبیتؑ نے اپنے حقوق۔ اپنا مال و اولاد یہاں تک کہ اپنے پیروکاران اور خود اپنی ذواتِ مقدسہ تک کو دین اسلام کی حفاظت کے لئے مصائب و شدائد باطل کے بالمقابل پیش کر دیا۔ انہوں نے زہر کے پیالے پیئے اور تلوار و نیزہ و خنجر کے گھاؤ کھانا گوارہ فرمایا مگر دین اسلام پہ آنچ نہ آنے دی۔ بہت کوششیں کی گئیں کہ دین اسلام کے اصولوں کو مسخ کرکے ان ذواتِ معصومینؑ سے ان کے لئے تائید حاصل کر لی جائے مگر باطل ان پہ فتح حاصل نہ کر سکا۔ پہلے امامؑ کو تلوار سے شہید کیا گیا۔ دوسرے امامؑ کو زہر دیکر۔ تیسرے کو میدان کربلا میں تیروں اور نیزوں سے چھلنی کرکے پتھر مار مار کر اور تلواروں اور خنجروں سے شہید کیا گیا۔ اس کے بعد باطل نے عملی طور پہ در پردہ (Under ground) کام کرنا شروع کیا۔ خود اسلام کا روپ دھار کر کے اسلام ہی کی جڑیں کاٹنی شروع کیں۔ آئمہ علیہم السلام دین خدا کو صحیح صورت میں پیش فرماتے رہے جو مخالف قوتوں کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ کیونکہ یہ ان کی راہ میں اور ان کے مقاصد کے بر آنے میں عظیم ترین رکاوٹ تھے۔ لہٰذا یہ امر ربانی کے تحت دین کو پھیلاتے رہے اور دین کی حفاظت کرتے رہے اور مخالف قوتیں ان کو شہید کرتی رہیں چوتھے سے لیکر گیارھویں امامؑ تک کا زہر دغا سے خاتمہ کیا گیا۔ مگر امر ربانی کے تحت بموجب قرآن و ارشادات پیغمبر آخر الزمانؐ یہ نہ صرف بارہ اماموں تک محدود تھا۔

ف [illegible] ... اور اسمٰعیل کے حق میں [illegible] ... بارہ سردار اس سے پیدا ہوں گے ... (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰)

یہ ایک درجن (یعنی بارہ) کی تعداد قانونِ فطرت میں اس درجہ تک مرغوب ہے کہ اس کے جملہ امور بارہ سے آگے نہیں بڑھنے پاتے۔ دن کے بارہ گھنٹے اور رات کی بارہ ساعتیں سال کے بارہ مہینے۔ افلاک کی بارہ منازل . . . . وغیرہ وغیرہ۔ حد یہ ہے کہ (اح+د) کے عدد بارہ۔ نقبائے بنی اسرائیل بارہ۔ آئمہ بنی اسمٰعیلؑ یعنی آلِ محمدؐ بارہ۔ اور اگر بارھواں امام بھی باطل کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو لازماً شیطان کی جیت ہوتی جس طرح خالقِ مخلوقات نے بنی اسرائیل میں سے اُن کے آخری اولی العزم نبی حضرت عیسیٰؑ کو شیطانی قوتوں کو باطل کرنے کے لئے زندہ و سلامت رکھا۔ اسی طرح بنی اسمٰعیلؑ کے آخری امام کو بھی باطل کو مات دینے کے لئے قائمؑ بحیات و سلامت رکھا اور یوم الوقت المعلوم (قرآن) کو ان دونوں برگزیدگانِ خداؑ کے ایک ہی زمانے میں ظہور اور دُنیا کو عدل و داد سے پُر کر دینے کے لئے عیسیٰ بن مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نبیِ آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آخری جانشین یعنی حضرت بقیۃ اللہ امام زمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا معاون و مددگار قرار دیا۔ اور یوم الست (قرآن) والے میثاق انبیاء یعنی نُصرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ کے ذریعے بحیثیت نمائندہ انبیاء ما سلف پورا کریگا ——— اس امر ربانی اور وعدۂ خداؑ کا دنیا کے موجودہ سیاسی و معاشرتی تصفیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے درآنحالیکہ ان مسائل کے متعلق احکام خداؑ یا شرع اسلامیہ یعنی تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) موجود ہے۔ قرآن موجود ہے اور معصومینؑ کی بتائی ہوئی اس کی تفسیر و تشریح بھی موجود ہے۔ یعنی الکتاب اللہ و عترت اہلبیت محمد رسول اللہؐ ہر دو کی موجودگی میں اور ان کی پیروی اختیار کرنے میں غلط راہ پر چلنے یا بہکنے کا سوال ہی درپیش نہیں ہوتا۔ پڑھئے حدیث ثقلین سابقہ صفحات میں جس کی بعض تفصیلات بیان ہو چکی ہیں پس معترضین کا یہ اعتراض کہ ہمارے موجودہ مسائل اندرونی و بیرونی، سیاسی و معاشرتی وغیرہ کے حل کیلئے امامِ وقت کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟ یہ امر حکمتِ غیبت یا امرِ ربانی سے سراسر غیر متعلق ہے۔ کم از کم پہلے "امامت" کو پہچان کر اعتراض ہونا چاہیئے۔

ایک اور امر کو پیش نظر رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ تاکہ امامت کے متعلق عقیدہ کی صحت قائم رہے۔ وہ یہ کہ عیسائیوں کا پوپ یا بعض دیگر مذاہب کے دینی پیشوا

(Religious Heads) جو موجود ہیں تو وہ محدود (Limited) طور پر محض
اُن ہی مذاہب کے سربراہ ہیں مثلاً مذہب احمدیہ کے پیشوا یا امیر محض اُسی جماعت کے پیشوا ہیں
یا بہائی مذہب کا سربراہ یہ بھی محض اُسی محدود جماعت کا پیشوا ہے۔ اسلام میں فرقۂ
اسماعیلیہ جماعت بوہرہ یا آغاخانی کے امام بھی مخصوص طور پر انہیں جماعتوں کے امام
کہلاتے ہیں۔ اگر اپنی اپنی جگہ پر یہ سب جماعتیں یہ دعوے بھی کر دیں کہ ہم اپنے پیشوا کو
سب دُنیا کا پیشوا سمجھتے ہیں تو یہ اُن کا اپنا کہنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی
ایسے ذرائع یا ان کے ہاتھوں میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جس سے وہ تمام دنیا کو خدا
کی ایک ہی بادشاہت کے ماتحت لاسکیں۔ لہذا ان پیشوایان کا اثر یا حکم تمام دنیا پر نہیں
بلکہ محض اپنی محدود جماعت پر۔ اور پوری جماعت پر بھی نہیں کیونکہ اُن کے اکثر افراد اپنے
عمل سے ان کا حکم تسلیم نہیں کرتے بلکہ محض عقیدتاً۔ ہر جماعت میں اُس کے مخلص اطاعت گذاروں
کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے۔ لہذا فی الحقیقت ان پیشواؤں کے احکام کا اجراء و اطاعت
خود ان کی مکمل جماعتوں سے بھی نہیں۔ اب مثلاً عیسائیوں کے پوپ ہی کو لیجئے۔ وہ محض اپنے
گروہ یعنی عیسائیوں کا بلکہ عیسائیوں کے بھی ایک مخصوص حصہ یعنی "رومن کیتھولک" کا
پیشوا ہے۔ اس کے ماننے والوں کے اعمال بھی ۹۰ یا ۹۵ فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ
اس کے احکام کے خلاف ہیں۔ بلکہ ماننے والے صرف عقیدتاً ماننے والے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال
دیگر اُن جماعتوں کا ہے جن کا کوئی نہ کوئی سربراہ موجود ہے یا جس کسی نے بھی کسی ایک کو اپنا
پیشوا بنایا ہوا ہے ـــــ جناب امام زمانہ کی شان ان سب سے قطعاً الگ ہے۔ وہ زمانہ
کے امام ہیں، صرف مسلمانوں کے یا مسلمانوں میں سے صرف شیعہ مسلمانوں کے نہیں۔ وہ نہ صرف
تمام انسانوں کے بلکہ جملہ مخلوقات کے امام ہیں۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہ اُن کا اثر محض عقیدت
تک ہوگا بلکہ اُن کا حکم تمام عالمین پر نافذ ہوگا۔ اور نہ صرف ہر فرد و بشر بلکہ جملہ مخلوقات ارضی
وسماوی عملاً اُن کے حکم کے تحت ہوگی۔ کیونکہ بروئے قرآن و اخبار پیغمبرؐ امام آخرالزمانؑ کا سب
سے بڑا اور اہم کام شیطانیت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنا اور ربانیت کا قائم کرنا ہے
دکھ درد اور لوگوں کے فیصلے کرنا اور سیاسیات حاضرہ کی گتھیاں سلجھانا جب اجتماعی طور پر
ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائے اور تمام عالم میں عدل و قسط کارفرما ہو تو جب سب ہی اسی دائرے
میں شامل ہوں گے تو خود بخود تکلیفات کا خاتمہ ہو جائیگا۔

اس میں شک نہیں کہ حالاتِ زمانہ اور ضروریاتِ ذاتی کے پیشِ نظر ایک خواہشمند امن و اطمینان کے دل میں اس آرزو کا پیدا ہونا ناممکن نہیں کہ ہمارا بھی امام ظاہر ہو اور ہم اس سے ہدایات حاصل کریں۔ مگر یہ ہماری اپنی دماغی اختراع ہے۔ حضرت حجت اللہ فی العالمین یعنی امام زمانہؑ حاضرہ کی کیفیت ایسی نہیں جیسی وہ محسوس کر رہے ہیں۔ امام کے ظہور کے بعد تمام عالم نے اُن کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا کے ظلم و جور اور فسق و فجور کے لئے خالق کا نشتر ہوگا۔ اور اس نشتر سے یہ ایک عظیم اپریشن ہوگا۔ جس کے بعد ظلم و جور اور فسق و فجور کا گندہ مادہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہ جائیگا۔ اِن زخموں پر امام احکامِ ربّانی کا مرہم لگا کر تمام عالم میں خدا کی واحد بادشاہت قائم کریگا۔

معترضین اگر "امامت" اور "وجودِ حجت" کے مرتبہ کو سمجھ جائیں تو تمام شبہات نہایت آسانی سے دور ہو سکتے ہیں۔ "امامت" چونکہ ایک اہم خدائی عہدہ ہے اس لئے اس میں یہ ضروری نہیں کہ امام کا عوام الناس کے سامنے ہر وقت ظاہر رہنا بھی لازمی ہے۔ نہ ہی امام کی ڈیوٹی لوگوں کے جھگڑے چکانا۔ دنیا کے مذہبی و سیاسی امور کو انجام دینا یا مسائلِ اسلامیہ کیلئے فتاوے جاری کرنا ہے۔ ان کاموں کیلئے تو علماء ملت موجود ہیں۔ تعلیمات کتاب اللہ و عترت کسی لمحے بھی ایک دوسرے سے جُدا نہیں۔ اِن تعلیمات و احکام کے اتباع کیلئے ایک سیکنڈ کیلئے ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہ جملہ امور تو علماء حق ہر عہد میں تحریراً و تقریراً انجام دیتے رہے ہیں اور دے رہے ہیں۔ اگرچہ خود امامؑ وقت بھی براہِ راست یہ امور انجام دے تو اُس کا اختیار ہے سب کچھ ہی اُس کے احاطۂ اختیار میں ہے۔ وہ سب سے بہتر طور سے یہ انجام دے سکتا ہے۔ مگر حقیقی مقصدِ وجودِ حجت کا یہ نہیں۔ امام نے ظہور کے بعد کوئی نیا دین یا نئے اسلامی اصول رائج نہیں کرنے۔ اسلامی اصول تو پیشتر ہی موجود ہیں۔ ان میں ردّ و بدل نہیں۔ امام کی ڈیوٹی تو تمام عالمین پر نیابتِ الٰہیہ سرانجام دینا ہے جس طرح احکم الحاکمین باوجود نظروں سے پنہاں ہونے کے تمام امورِ عالمین اپنے حکم سے سرانجام دیتا ہے۔ خلیفۃ اللہ ہونے کی وجہ سے امام کے ذریعے وہ جملہ امور سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ اور یہی قرینِ عقل اور بروئے انصاف اتمامِ حجت کیلئے ضروری ہے۔ البتہ بروئے "قرآن" "یوم الوقت المعلوم" کے موقع پر جب امامؑ ظاہر ہوگا۔ تو عالمین خداؑ کے نور سے جگمگا اٹھیں گے۔ شیطانیت کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قلع قمع ہو جائیگا اور خداؑ کی بادشاہت ظاہر بظاہر

بھی قائم ہوجائیگی۔ کم از کم کسی خدا پرست اور خاص طور پر اہل اسلام کے لئے خدائے تعالیٰ کا وعدہ کبھی (نعوذ باللہ) جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

دراصل امام کی غیبت میں وہی حکمت مضمر ہے جو خدائے وحدہٗ لاشریک کی غیبت میں ہے۔ اگرچہ ان کی نوعیت ایک جیسی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ خالق ہے اور امام مخلوق۔ مگر بوجہ نمائندہ و حجت پروردگار عالمین ہونے کے امام مظہر صفات خدا بھی ہے ——————

نہ صرف امامت ہی مدار دین نہیں بلکہ دین کا مدار اوّل "توحید" دوم "عدل" سوم "نبوت" چہارم "امامت" اور پنجم "قیامت" پر ہے۔ امامت چوتھے نمبر پر آتی ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ دین کے ان پانچ اصول میں سے تمام کے تمام ہی غیبت میں ہیں۔ سب سے اوّل خدائے واحد لاشریک باوجود حاضر و ناظر ہونے کے غائب۔ جس طرح معترضین نے امامت پر اعتراض و شبہات قائم کئے ہیں اسی طرح ذات خدائے ذوالجلال پر بھی اعتراضات وارد کئے ہیں کہ "کاش خدا ظاہر ہوجائے تاکہ غیر خدا کی پرستش بند ہوجائے"۔ اس بیان کی عکاسی ان کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوتی ہے ؎

برافگن پردہ تا معلوم گردد کہ یاراں دیگرے را می پرستند

مگر حضرت مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور ارشاد گرامی ہے "لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً"۔ بہرحال واجب الوجود ہونے کے باوجود احکم الحاکمین کی غیبت بالکل عیاں ہیں۔ اسی طرح دین کا دوسرا اصول "عدل" خداوندہ جو کہ جامع صفات الٰہیہ ہے یہ بھی اپنے آثار میں مضمر ہے۔ اس کی غیبت بھی عیاں۔ "نبوت" یعنی تیسرا اصول دین بھی غیبت میں ہے۔ بروئے قرآن عہد نبوت محمدؐ یہ محض حضورؐ کی ظاہری زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ کا دور نبوت فی الحقیقت قبل از ابتدائے آدمؑ تا بعد از اختتام قیامت ہے۔ مگر اس دور عظیم میں صرف ترسیٹھ ۶۳ برس حضور نبی اعظم ظاہر رہے۔ اور بقایا عظیم دور میں پردۂ غیبت ہی میں ہے اور اگر صاحبان مجاز (یعنی جو صرف مجاز ہی کو مانتے ہیں حقیقت کو نہیں جو صرف ظاہر کو تسلیم کرتے ہیں باطن کو نہیں) ہی کا قول تسلیم کرکے حضورؐ کا عہد اپنی ظاہری حیات طیبہ سے لیکر قیامت تک ہی سمجھ لیا جائے تو بھی بہت زیادہ حصہ غیبت میں ہے یہاں تک کہ خود حضرتؐ کی ترسیٹھ برس کی حیات ظاہری میں بھی کافی عرصہ ایام غیبت سے منسوب ہے۔ سابقہ کتب سماوی کے تحت حضرتؐ

کا انتظار ہوتا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ و حواریین کی پیشینگوئیوں و اخبار کے تحت صالحین زمانہ مسلسل حضرت کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ حد یہ ہے کہ حضورؐ پیدا بھی ہو چکے تھے۔ مگر چالیس سال تک نبوت پردۂ غیبت ہی میں مستور رہی۔ بقایا تئیس برس میں شعب حضرت ابوطالبؑ کے ایام اور ہجرت کے چند یوم بھی غیبت ہی سے منسوب ہیں —— ضمنی اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ ان ایام میں حضورؐ بہر حال اپنے اہلبیتؑ و دیگر مخصوصین کے سامنے تو ظاہر تھے۔ لہٰذا غیبت کیونکر ہوئی؟ حضرت امام زمانہ کے متعلق بھی تو بعینہٖ یہی صورت ہے کہ حضورؐ اپنے اہل و اصحابؓ کے سامنے ظاہر ہیں مگر عامۃ الناس کے لئے غائب ہیں۔ غرضیکہ ہم شب و روز نبوتِ محمدیہ کی شہادت دیتے رہتے ہیں۔ اور اس کے بغیر ہمارا ایمان نہیں مگر باوجود نبوت کی شہادت موجودہ دور میں دینے کے نبوت ظاہر نہیں۔ دین کا پانچواں مدار قیامت بھی غیبت ہی میں ہے جس پر ایمان لانا دیگر اصولوں کی طرح لازمی ہے۔ اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب دین کے بقایا چار اصول یعنی توحید۔ عدل۔ نبوت اور قیامت پردہ غیبت میں ہیں تو اصولِ امامت کیوں پردۂ غیبت میں نہ ہو۔ اگر یہ پردۂ غیبت میں نہ رہے تو البتہ یہ اصول دین میں نہ رہے گی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ہمیشہ ہی پردۂ غیبت میں رہے۔ بلکہ جس طرح نبیؐ آخرالزمان یعنی آخری نبیؐ کا انتظار ہوتا رہا اور بالآخر حضورؐ ظاہر ہوئے اسی طرح امام آخرالزمان یعنی آخری امامؑ کا انتظار ہو رہا ہے اور بالآخر حضورؑ کا ظہور ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ

مندرجہ بالا عبارت پر امامت کو نہ پہچانتے اور سمجھتے ہوئے **ایک اور ضمنی اعتراض** کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی زمانہ جب امام سے خالی نہیں تو بقایا آئمہ یعنی پہلے گیارہ آئمہ معصومین کیوں ظاہر رہے ان کو بھی غائب ہی رہنا چاہئے تھا؟ جواب اس کا بالکل واضح ہے کہ اگر بہ نظرِ غور حالات کا مطالعہ کیا جائے تو ان متقدمین کی غیبت سے بھی انکار نہ ہو سکے گا۔ امام اپنے زمانہ میں تمام عالم کا امام ہوتا ہے۔ مگر آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ گیارہ میں سے ہر امام اپنے زمانہ کی کس قدر مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہا؟ اور کس قدر مخصوصین کے علم و نظر میں آیا؟ خود امام تو درکنار امامؑ کے چند ماننے والے مخصوصین بھی تقیہ کے پردۂ غیبت میں رہے۔ یہ لوگ عامۃ الناس میں چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے تھے مگر کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ امامؑ کے ماننے والے ہیں۔ اگر یہ پردہ اٹھ جاتا تو ان کا حشر بھی

وہی ہوتا جو انبیاء گذشتہ کا یا ان کے ماننے والوں کا ہوا یعنی یا قتل کر دیئے جاتے یا قید و بند کی مصیبتیں جھیلتے۔ انبیاءؑ و آئمہؑ نے اپنے اپنے زمانے کا جتنا جتنا عرصہ بھی ظاہر ہو کر گذارا۔ قرآن، اخبارِ معصومینؑ اور تاریخ شاہد ہے کہ وہ تمام عرصہ مخالفین دین اللہ کے ہاتھوں انتہائی مصائب و آلام میں بسر فرمایا۔ لہذا وجودِ غیبتِ امام آخر الزمان نے یہ ثابت کر دیا کہ ظالم انسان جو فریبِ شیطانی میں آ چکا تھا اور مسلسل نبیوں اور اماموں کو کسی نہ کسی نوعیت سے قتل کر رہا تھا وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اور حق کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ لہذا غیبتِ امامؑ آخر الزمان لازمی ٹھہری۔

غیبتِ امامؑ سے کارِ امامت میں کچھ فرق نہیں پڑتا بایں وجہ کہ امام نمائندہ خدا ہے اس کی مخلوق پر۔ وہ صفاتِ خالق کو اُس کی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔ لوہے کو آگ میں ڈال دیں وہ خود آگ تو نہ بنے گا مگر اپنے آپ کو مکمل طور پر آگ کے سپرد یا اس کی اطاعت میں دے دینے سے وہ بطریق احسن آگ کی صفات کا اظہار کر سکے گا۔ بعینہٖ یہی حال امامِ وقت کا ہے۔ کہ چونکہ وہ تمام عالمین میں سب سے زیادہ مطیعِ پروردگار عالم ہوتا ہے لہذا مظہرِ صفاتِ پروردگارِ عالم ہوتا ہے۔ جب ذاتِ باری تعالیٰ باوجود بصارتِ مخلوق سے قطعاً غائب و پوشیدہ رہنے کے تمام کارہائے خدائی انجام دے رہی ہے تو اُس کا نمائندہ اگر اُس کی مطابعت میں یہی کرے تو قطعاً محلِ تعجب نہیں۔ بلکہ اگر وہ غائب نہ ہوتا یا اُس میں غائب ہونے کی قابلیت و اہلیت نہ ہوتی تو قابلِ اعتراض اور محلِ تعجب ہو سکتا تھا۔ اس ضمن میں یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہنے کے قابل ہے کہ زیرِ بحث **اعتراض کا خلاصہ** یہی ہے کہ اس دور میں امامِ وقت ظاہر بظاہر ہدایتِ خلق کیوں نہیں کر رہا؟ اس کا جواب مندرجہ بالا تشریحات سے خلاصۃً یہی دیا جا سکتا ہے کہ ہدایتِ خلق بکمل طور پر موجود ہے جس طرح خالق کیلئے ہدایتِ خالق واجب ہے اور خالق نے دین کو مکمل طور پر مخلوق پر پہنچایا تو اب خالق پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ اُس نے ہدایتِ خلق کے سلسلہ میں (نعوذ باللہ) کوتاہی کی۔ بلکہ خالق اتمامِ حجت فرما چکا ہے۔ اسی طرح اس کے نمائندہ پر بھی کوئی الزام نہیں اس لئے کہ ہدایت "دینِ اسلام" کی صورت میں موجود ہے اور اس میں تعلیماتِ معصومینؑ ہدایت کی واضح صورت میں موجود ہیں۔ مگر جس طرح ذاتِ خالق لوگوں تک مکمل ہدایت پہنچا کر خود کارِ ہائے عالمین میں مستعفی یا بالتشبیہ جامد ہو کر نہیں بیٹھ گئی بلکہ تمام کارہائے مخلوقات

مثلاً موت و حیات ۔ رزق و دولت ۔ پیداوار ۔ صلح و جنگ ۔ ثواب و عتاب ۔ رحم و کرم قہر و عذاب اور جملہ مظاہرِ قدرت اُس کے امر سے انجام دیئے جا رہے ہیں ۔ اور یہ جملہ امورِ خالق صاحب الامر یعنی امام وقت کے ذریعے سر انجام دیئے جاتے ہیں ۔ امامت جامد یا بیکار نہیں بلکہ مکمل طور پر خالق کی نمائندگی کر رہی ہے ۔ اور جس طرح کہ پیشتر اس کتاب کے گذشتہ مضامین میں ظاہر کیا گیا کہ ہر سال کے احکام اور مندرجہ بالا امور کی مقدار شبِ قدر میں فیصل کی جاتی ہے جس کی اطلاع ہر سال کے آغاز پر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے امام وقت کو دی جاتی ہے جس پر قرآن کی مکمل سورۃ "قدر" شاہد ہے کہ سوائے اس کے اس کا اور کچھ مطلب و مفہوم ہی نہیں نکل سکتا ۔ البتہ بموجب وعدہ خداؑ (در قرآن) جب شیطان کا تسلط ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیگا اور خدا کی واحد بادشاہت یعنی اس کے احکام اجراء و اطاعت ظاہر بظاہر تمام عالمین میں قائم ہو جائیگی تو اُس کا نمائندہ یعنی امام وقت بھی حکم خداؑ کے مطابق ظاہر ہو کر خدا کی بادشاہت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لیگا ۔ اور تمام عالمین خداؑ کے نور سے جگمگا اٹھیں گے ۔

ظہور امامؑ سے پیشتر کی راہ عمل

امامت کو تسلیم کرنے کے بعد اور امام وقت کے ظہور کا انتظار کرنے سے پیشتر یہ نہیں ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا رہیں بلکہ اس سلسلہ میں ایک ایسا automatic لائحہ عمل دین اللہ میں موجود ہے کہ جس پر عمل درآمد ہونے سے جب تک بھی امام وقت کا ظہور نہیں ہوتا ایک مسلمان کے تمام امور نہایت خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہو سکتے ہیں ۔ اور جو اس پر عامل ہیں اُن کے امور انجام پذیر ہو رہے ہیں ۔ اس ضمن میں بھی ہم محض اپنی دماغی کیفیت و مقدار کے تحت کچھ لکھنا خلافِ اصول سمجھتے ہیں کیونکہ اگر اپنی رائے اور اپنی عقل کے مطابق ایک پروگرام یا لائحہ عمل پیش کر دیا تو یہ سوائے ایک ذاتی رائے کے اور کچھ نہ رہیگا ا پھر ممکن ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس سے بہتر رائے کسی اور کی ہو اور وہ ہمارے پیش کردہ پروگرام سے بہتر پروگرام پیش کر دے ۔ اس کے علاوہ کسی اہم اور اجتماعی امر کے لئے ذاتی رائے پیش

محبان رسول مختار اور اہلبیت اطہار کے لئے نادر شہ پارے

قرآن مجید مع ترجمہ وتفسیر لوامع القرآن

(از علامہ مرزا احمد علی صاحب قبلہ)

اس قرآن مجید کے حاشیہ پر تمام دنیا کی تفاسیر کا نچوڑ نکال کر مولانا نے دس سال کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کی ہے۔ مثلاً تفسیر کبیر فخرالدین رازی۔ تفسیر در منثور سیوطی۔ تفسیر [illegible] معالم التنزیل۔ صافی وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ عراق۔ مصر۔ شام۔ یورپ۔ امریکہ کی کتب سے غور و فکر کرنے کے بعد ترجمہ و حاشیہ کو آراستہ کیا ہے۔

★ قرآن مجید کا دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ تمام قدیم ترجمہ اور تفسیر [illegible]
★ اس قرآن حکیم کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ گھر کے [illegible] بچیوں کے جہیز میں دیئے جانے کے قابل تحفہ۔
★ منکرین اسلام کے اعتراضات کے مدلل جوابات درج ہیں۔
★ تفسیر بالرائے کا قلع قمع کیا گیا ہے۔
★ غلط اور خود ساختہ مسائل کی بیخ کنی کی گئی ہے۔
★ ختم قرآن کے مستند تعویذات و عملیات بھی درج کئے گئے ہیں۔

ہدیہ قسم اول بیس روپے۔ ہدیہ قسم دوم پندرہ روپے (محصول ڈاک بذمہ خریدار)

سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام سوانح حیات [illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]
حضرت علی ۱/۵۰	امام محمد باقر و جعفر صادق ۱/۵۰	[illegible]
امام حسن ۱/۵۰	[illegible] ۱/۵۰	[illegible]
امام حسین ۱/۵۰	امام محمد تقی و علی نقی ۱/۵۰	[illegible]

شیخ غلام حسین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

شیخ غیاث الدین پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس مرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے شائع کیا

ماہنامہ

معارف اسلام

ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

رسول نمبر



قیمت فی پرچہ ۸ /

بندہ سالانہ

پانچ روپے

ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

"رسول نمبر"

راستی و درستی بہ فنونِ سیاست است

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی :- غیاث الدین

جلد ۶ | ماہ ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء | شمارہ ۶

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ها

ظہورِ آیت اللہ الکبریٰ

بموجب ارشاداتِ خاندانِ رسولؐ حضرت ختمی مرتبت پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یومِ ولادت ۱۷ ربیع الاول عام الفیل ہے (بحار الانوار علامہ مجلسیؒ ج ۶ ص ۲) حضرات اہل جماعت میں آپ کی تاریخ پیدائش بعض کے نزدیک ۸ ربیع الاول بعض کے نزدیک ۹ اور زیادہ مشہور ۱۲ ربیع الاول ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے۔ یہ سوموار کو یوم پیدائش قرار دیتے ہیں لیکن خاندانِ رسالت یعنی آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے نزدیک باتفاق ۱۷ ربیع الاول یوم جمعۃ المبارک ہے۔ اور یہی حدیثِ ثقلین کے تحت بفرمانِ اہلبیت اور پیروانِ اہلبیت قابلِ تسلیم ہے۔ مگر یاد رکھنے کے قابل چیز یہ ہے کہ یہ جتنی تاریخیں بھی بیان کی گئی ہیں یہ آنحضرتؐ کے اس مادی دنیا میں ظہور کی ہیں نہ کہ خلقت کی۔ کیونکہ متفق علیہ صحیح حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین یعنی میں اس وقت نہ صرف پیدا ہی ہوا تھا بلکہ میں عہدۂ نبوت پر فائز بھی تھا۔ جبکہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی ظہور میں نہ آئی تھی۔ اور آپ کی مٹی اور پانی الگ الگ پڑے تھے۔ قرآن حکیم سے اس حدیث مبارک کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

افتتخذونہ و ذریتہٗ اولیاء من دونی وھم لکم عدوٌّ بئس للظالمین بدلا ۝ ما اشھدتھم خلق السماوات والارض ولا خلق انفسھم وما کنت متخذ المضلین عضداً ۝ (پ ۱۵ کہف ع ۷)

ترجمہ: کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو میرے سوا ولی بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے بدل کیسا بُرا ہے۔ حالانکہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت گواہ نہیں بنایا تھا اور نہ ہی ان کی جانوں کو بناتے وقت۔ اور میں گمراہوں کو اپنا قوت بازو نہیں بنایا کرتا۔

ان آیاتِ مجیدہ پر تدبر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ نے شیطان اور اس کی اولاد کو نہیں تو گواہ تخلیقِ عالم بنایا نہ ہی اپنا قوتِ بازو۔ ثابت ہوا کہ ایسی بھی بلند مرتبہ ہستیاں وجود تھیں جن میں شیطانی اوصاف موجود نہ تھے جو نہ صرف گواہ تخلیقِ عالم تھیں بلکہ ارض و سما بنانے میں اللہ تعالیٰ کی مددگار بھی جس کی وضاحت اس آیت سے بھی ہوتا ہے۔

قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین ۰ (پ ۲۳ ص ع ۵) ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس (وجود) کو سجدہ کرے جسے میرے دونوں ہاتھوں نے بنایا کیا تو نے بڑائی چاہی یا تو بھی عالین (بلند مرتبہ والوں) میں سے تھا معلوم ہوا کہ ایک سجدہ کرانے والا تھا یعنی خداوند عالمین خود ایک وہ جس کو سجدہ کرنے کا حکم تھا یعنی ملائکہ مقربین و شیطان کا گروہ تیسرا وہ وجود تھا جس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم تھا اور چوتھا گروہ عالین کا تھا یعنی بلند مرتبے والے وجود جن کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور گواہ تخلیقِ ارض و سما و آدم تھے۔ شعر

ہو گئے پیدا ہزاروں سال پہلے بوالبشر سے بھی
یہ کیا رازِ الٰہی ہے کہ فرزندِ امین تم ہو
(سید الطاف شاہ)

مندرجہ ذیل آیاتِ مجیدہ نے ہمارے بیان کو مزید تقویت پہنچائی ہے۔
وتوکل علی العزیز الرحیم ۰ الذی یرٰک حین تقوم ۰ وتقلبک فی الساجدین ۰ (پ ۱۹ ع ۱۵ الشعراء) یعنی (اے رسولؐ) اس زبردست اور رحم کرنے والے پر بھروسہ رکھو جو اس وقت بھی تم کو دیکھتا رہا ہے جب تم نبوت پر قائم ہوتے اور سجدہ کرنے والوں (کے صلب و رحم) میں بھی تمہارے منتقل ہونے کو (دیکھتا رہا ہے) غور فرمایا آپ نے کہ نبوت پر قائم ہونا پہلے ہے اور "تقلبک" یعنی اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طاہرہ میں پہنچنے یا منتقل ہوتے رہنا بعد میں ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت پر فائز المرام ہونے کے بعد اس نور کا وجود پاکیزگی سے اپنی منازل طے کرتا رہا۔ تا آنکہ صلبِ طاہرہ حضرت عبد المطلبؑ میں منتقل ہوا اور اُن سے دو حصے ہو کر صلب حضرت عبد اللہؑ و ابو طالبؑ میں جلوہ گر ہوا۔ قرآن حکیم میں آپ کو "اول العابدین" "اول المومنین" اور "اول المسلمین" کہہ کر بھی آپ کے مخلوقِ اول ہونے پر صاد کیا گیا ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ ۱۷ ربیع الاول یوم جمعۃ المبارک آپ کا یومِ ظہور ہے نہ کہ یومِ پیدائش۔ جب ہوئے قرآن پاک آپ مخلوقِ اول ہوئے تو ظاہر ہے کہ سب سے پہلے خدائے احسن الخالقین نے جو اپنی تخلیق کا نمونہ ظاہر کیا وہ ہر لحاظ سے مکمل اور بے عیب ہے لہٰذا یہ خداوند عالمین کی سب سے بڑی شاہکار

ہیں یعنی آیت اللہ الکبریٰ۔

مخلوقِ اوّل خداوند تعالےٰ کی عظیم ترین نشانی یعنی وجودِ باری تعالیٰ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا ثبوت وجودِ محمّد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "میں نے اس بات سے محبت رکھی کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا (حدیثِ قدسی) ثابت ہوا کہ معرفتِ خالقِ کائنات کے لئے وجودِ مخلوقِ اوّل سید الانبیاء والمرسلین لازم ٹھیرا۔ لہٰذا یہی آیت اللہ الکبریٰ ہوئے۔

یہی وہ وجودِ اقدس ہے کہ آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک ہر نبیؑ کو آپ کا انتظار تھا۔ ہر نبی اپنی اُمت کو آپ کی آمد کی خوشخبری سناتا رہا۔ اور آپ کی اطاعت کی تلقین کرتا رہا۔ توریت زبور و انجیل میں آج بھی باوجود اپنی اصلی صورت میں تحریف ہونے کے ایسے اخبار بکثرت موجود ہیں جن سے ظہورِ محمّد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا پتہ چلتا ہے

ایسے عظیم ترین وجود اور صفات کے لحاظ سے بلند ترین ہادی کے متعلق اگر خود ہم ہی میں اختلاف موجود ہو کہ وہ ہم ہی جیسا تھا اور اُس کی زندگی کا ایک مخصوص حصہ اسوہ حسنہ ہے نہ کہ تمام زندگی اور اس کی دو حیثیتیں قرار دیں کہ ایک اُن کی نبوی زندگی تھی اور ایک بشری زندگی اور بشری زندگی (نعوذ باللہ) قابلِ تقلید نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور "بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" سے اپنے جیسا سمجھ لیں تو یقیناً یہ ہماری کور چشمی ہوگی۔ اور مخلوقِ اوّل میں نقص و کمزوریوں سے اُس کے خالق میں نقص و کمزوریاں ثابت ہونگی۔ قرآن میں اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی کے الفاظ آئے ہیں۔ جمہوریت پسند صاحبانِ تفسیر بالرائے نے "بشرٌ مثلکم" سے رسولؐ کو اپنے ہی جیسا انسان تو سمجھ لیا مگر یُوحٰی پہ غور کم فرمایا۔ حالانکہ "بَشَرٌ" اور "بشرٌ یُوحٰی" میں کم از کم اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ حیوان اور حیوانِ ناطق میں ہے۔ انسان کو "حیوانِ ناطق" کہا جاتا ہے۔ اگر انسان کیلئے حیوانِ ناطق کی ترکیب سن کر اُسے حیوان ہی سمجھ لیا جائے تو یہ اس پر بہت بڑا ظلم ہوگا۔ اسی طرح جس طرح سے نبی کے لئے "بشرٌ یُوحٰی" کی ترکیب سن کر اُسے بشر سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ انسان اور نبی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ حیوان اور انسان میں۔ خلقت حیوانی اور انسانی پہ غور فرمایئے۔ ہاتھی انسان سے کتنا بڑا ہے! اُس کے ہاتھ پاؤں۔ سونڈ، کان دل۔ جگر، پھیپھڑے انسان سے کتنے بڑے ہیں اور اس کے مقابلہ میں انسان کے کتنے چھوٹے ہیں مگر انسان اپنی روحِ انسانی کی وجہ سے اُس سے کتنا بڑا ہے۔ اسی طرح بعض حیوان اپنی جسامت اور اعضائے رئیسہ کے لحاظ سے انسان جتنے ہی ہیں جیسے بھیڑ۔ بکرا۔ بندر وغیرہ مگر ان میں اور انسان میں فرقِ عظیم ہے اسی طرح انبیاءؑ بھی جسامت کے لحاظ سے انسان ہی جیسے تھے مقصد ہدایتِ خلق تھا اس لئے اشرف المخلوقات ہی کی شکل و شباہت وجسامت و طریقہ پر بھیجے گئے مگر وہ بشر نہیں تھے بلکہ بشرٌ یوحٰی تھے انسان اور نبی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا حیوان اور انسان میں۔ اسی سے سیّد الانبیاءؑ والمرسلین کے مقام پر غور فرمایئے۔

اللھم صلّ علیٰ محمّد و آلِ محمّد۔

کیا تم رسولؐ کو دکھ پہنچاؤ گے؟

آرٹ کونسل کا نام "الزاہرا" رکھ دیا ہے!

اسلام میں بنت رسولؐ اللہ یعنی خاتونِ قیامت حضرت سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزاہرا (علیہا الصلوٰۃ والسلام) کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں بعصومہؑ کونین بلاشبہ نورِ مریمؑ ہیں۔ بقولِ حکیم مشرق اقبالؒ ؎

مریمؑ از یک نسبتِ عیسیٰؑ عزیز   از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز
نورِ چشمِ رحمۃٌ للعالمینؐ   آں امامِ اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدارِ ہل اتیٰ   مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خداؑ
مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق   مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق......
مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ   مادراں را اُسوۂ کامل بتولؑ......
گریہ ہائے او ز بالیں بے نیاز   گوہر افشاندے بدامانِ نماز......
رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست   پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰؐ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے   سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

کیا غم و اندوہ دنیا کا بالیں سے بے نیاز مسلسل گریہ اور کہاں ایک "آرٹ کونسل" کو اس گریہ کن کے مقدس نام سے منسوب کرنا۔ لفظ آرٹ کا ترجمہ تو برا نہیں جس طرح کہ الفاظ "عیش و نوش" کا ترجمہ برا نہیں۔ مگر سوسائٹی میں اور عملی طور پر عیش و نوش کا جو مطلب ہے وہ سب پر ظاہر ہے اسی طرح "آرٹ کونسل" کا عملی ترجمہ "بزم رقص و سرود" ہے جہاں ناچ گانے بجانے اور ڈرامے کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ بات اور زیادہ دکھ کا باعث ہے کہ ہماری اطلاع کے مطابق یہ آرٹ کونسل پاکستان کی مشہور و معروف زنانہ تنظیم اپوا (یعنی آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن) قائم کر رہی ہے۔ جس میں کئی سنجیدہ اور معمر خواتین بھی شامل ہیں۔ کیا ان مادرانِ گرامی میں کوئی ایسی خاتون نہیں جو بقولِ حکیم ملت اقبالؒ اسوہ کاملہ بتولِ عذراؑ پر عمل پیرا ہو سکے ——— بتایئے خاتونِ جنت نے (نعوذ باللہ) کونسی آرٹ کونسل یا اس سے کوئی مشابہ تنظیم قائم کی تھی؟

اس ضمن میں ہمعصر "نوائے وقت" نے ایک عمدہ نوٹ اپنے مقالہ افتتاحیہ میں شائع کیا ہے جو قارئین کرام و مادرانِ اپوا کیلئے توجہ طلب ہے:-

"ایک ناپاک جسارت": پچھلے دنوں بعض ماڈرن خواتین و اصحاب کی طرف سے ایک "آرٹ کونسل" کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا۔ ادارہ کا نام "الزاہرا آرٹ کونسل" رکھا گیا ہے بعض اصحاب نے ہمارے مراسلات کے کالم اور بعض دوسرے اخبارات میں بجا طور پر اسی نام پر اعتراض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ "آرٹ کونسل" ایسے ادارہ کو خاتون جنتؑ سے منسوب کرنا ایک ناپاک جسارت ہے —— "آرٹ کونسل" ہیں ان دنوں آرٹ سے مراد عام طور پر ناچ گانا ہی ہوتا ہے اور (گستاخی معاف) نام نہاد آرٹسٹوں میں بڑی تعداد پیشہ ور یا "نیم پیشہ" گانے بجانے والوں اور گانے بجانے والیوں کی ہی ہوتی ہے بلکہ پیشہ ور طوائفیں بھی اب "آرٹسٹ" کا لبادہ اوڑھ کر ادب و ثقافت کے نام پر برپا کی ہوئی محفلوں میں بار پانے لگی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نئی آرٹ کونسل بھی ایسے ہی "آرٹ" کو فروغ دینے کی کوشش کرے گی —— خاتونِ جنتؑ کو مسلمان خواتین میں انتہائی اونچا مقام حاصل ہے۔ وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رفیقۂ حیات اور سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں۔ ایسی جلیل القدر اور گرامی مرتبت خاتون کے نام کو ناچ گانے کی سرپرستی کرنے والے ایک ادارہ سے وابستہ کر دینا بلاشبہ "ایک ناپاک جسارت" ہے۔ اس نام نہاد آرٹ کونسل کے کارندے اپنی جماعت کو جدن بائی یا گوہر جان کے نام سے منسوب کریں۔ وہ مسلمانوں کی دل آزاری کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ موجودہ نام سے بلا امتیاز ہر عقیدہ کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔"

(نوائے وقت ۲ ستمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳)

ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایسے اقدام سے کیا جناب بتولِ عذراؑ یا خود ذات حضور ختمی مرتبتؐ خوش ہوں گے یا ناراض؟ متفقہ بین الفریقین صحیح احادیثِ رسولؐ دعوتِ فکر دیتی ہیں ——

"فاطمہؑ میرا حصہ ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا جس سے فاطمہؑ کو قلق ہو اُس سے مجھے قلق ہوتا ہے۔ جس پر فاطمہؑ ناراض ہو اُس پر میں ناراض ہوتا ہوں۔ اے فاطمہؑ بہ تحقیق خدا غضبناک ہوتا ہے تیرے غضبناک ہونے سے اور راضی ہوتا ہے تیرے راضی ہونے سے (بخاری و ترمذی۔ فتح الباری۔ صواعق محرقہ وغیرہ وغیرہ)

ادارۂ "معارف اسلام" کو متعدد صاحبِ دل اہل اسلام و مختلف اداروں کی جانب سے بکثرت خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جن میں اس غلط و ناپاک اقدام پر انتہائی رنج و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے اور کارپردازان آرٹ کونسل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ فوراً اس نام کو تبدیل کریں۔ ہم ذیل میں ادارہ کے سرگرم اور مخلص رکن خواجہ رضا حسین صاحب اکبری منڈی لاہور کے گرامی نامہ کی نقل درج کرتے ہیں:۔

احتجاج ۔ اخبار نوائے وقت مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۶۰ء میں سعادت علیشاہ صاحب

گیلانی کے مراسلہ کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اب بھی اس دنیا میں ایسے افراد موجود ہیں جو نعرۂ حق بلند کر سکتے ہیں۔ کارپردازانِ ادارہ اپوا نے اپنی جس گانے بجانے والی پارٹی کو "الزاہرا آرٹ کونسل" کا نام دیا ہے۔ شاید انہوں نے "الزاہرا" کی اہمیت کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ ادارۂ مذکورہ بالا سے استدعا ہے کہ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ الزاہرا جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا دختر جناب رسول مقبولؐ کا لقب ہے اگر یہ نام لاعلمی سے رکھا گیا ہے تو براہ کرم یہ نام فوراً تبدیل کر دیں۔ تبدیلیِ نام سے ادارہ کو نقصان نہ پہنچے گا۔ البتہ پاکستان کے بہت سے بہن بھائیوں کی دلآزاری نہ ہوگی۔

خواجہ رضا حسین

علامہ سید نجم الحسن کراروی کی۔ گرانقدر سند، اہم تجویز

"ادارہ معارف اسلام" کے متعلق اپنے ایک حالیہ مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

جناب ایڈیٹر صاحب معارفِ اسلام۔ تسلیم مسنون۔ مزاج شریف۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ادارہ معارفِ اسلام نے اب تک جو خدمات کی ہیں وہ صحیفے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ جناب نے معارف اسلام کے شمارہ ۳ شائع شدہ مسئلہ پر ہمدردان کی آراء طلب کی ہیں۔ میرے خیال میں آپ حضرات خود بڑی توجہ سے کام کر رہے ہیں لہذا مزید مشورہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی البتہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں بنگلہ زبان وغیرہ میں رسائل کی اشاعت کا بندوبست فرما رہے وہاں پشتو زبان میں بھی اشاعت کی طرف توجہ فرما دیں۔ نہایت کارآمد و مفید ثابت ہوگی۔ والسلام۔

سید نجم الحسن کراروی

کوچہ "مولانا صاحب" پشاور شہر۔ ۲۲/۸/۶۰

معارفِ اسلام قبلہ مولانا صاحب کا اُن کی ہمدردی کے لئے تہِ دل سے مشکور و ممنون ہے۔ اگر آپ جیسے جید علماءِ کرام معارف اسلام پر التفات فرماتے رہے۔ تو یقیناً یہ ایک دن چمکے گا۔ جہاں تک پشتو زبان میں تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پھیلانے کا پروگرام ہے ادارہ عنقریب جناب کی رہنمائی و نگرانی میں مناسب و موثر اقدام کریگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ

قارئین کرام! "معارفِ اسلام" کی مدد کرنا محبتِ رسولؐ و آلِ رسولؐ کے سلسلے میں اہم اقدام ہے کیونکہ اس سے وہ مقصد پورا ہوتا ہے جس کیلئے حضور نبی اکرمؐ آج کے دن مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ اسلئے آج معارفِ اسلام کے فنڈ کو مضبوط بنانے کیلئے مناسب اور زیادہ سے زیادہ امداد فرمائیں (ادارہ)

معجزۂ رسولؐ بچشم خود امیر المومنینؑ

(بزبانِ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ولقد سمعت رنّة الشيطان حين نزل الوحي عليه صلى الله عليه وآله فقلت يا رسول الله ما هذه الرنّة؟ فقال هذا الشيطان أيس من عبادته. إنك تسمع ما أسمع وترى ما أرى إلّا أنك لست بنبي، ولكنك وزير وإنك لعلى خير. ولقد كنت معه صلى الله عليه وآله لما أتاه الملأ من قريش، فقالوا له: يا محمدؐ إنك قد ادعيت عظيماً لم يدعه آباؤك ولا أحد من بيتك ونحن نسألك أمراً إن أجبتنا إليه وأريتنا علمنا أنك نبيٌّ ورسولٌ، وإن لم تفعل علمنا أنك ساحرٌ كذّابٌ فقال صلى الله عليه وآله: وما تسألون؟ قالوا تدعو لنا هذه الشجرة حتى تنقلع بعروقها وتقف بين يديك، فقال صلى الله عليه وآله: إن الله على كل شيء قدير. فإن فعل الله لكم ذلك أتؤمنون وتشهدون بالحق؟ قالوا نعم، قال فإني سأريكم

اور جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہوگیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ میرے وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور انہوں نے آپ سے کہا کہ اے محمدؐ آپ نے ایک بہت بڑا دعوے کیا ہے ایسا دعوے نہ تو آپ کے باپ دادا نے کیا نہ آپ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کہا ہم آپ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر آپ نے اسے پورا کرکے ہمیں دکھلا دیا تو پھر ہم بھی یقین کرلینگے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کرسکے تو ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ تمہارا مطالبہ ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے لئے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اکھڑ آئے اور آپ کے سامنے آکر ٹھہر جائے آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اگر اس نے تمہارے لئے ایسا کر دکھایا تو تم ایمان لے آؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آپ

ما تطلبون، وإني لأعلم أنكم لا تفيئون إلى خير، وإن فيكم من يطرح في القليب، ومن يحزب الأحزاب. ثم قال صلى الله عليه وآله: يا أيتها الشجرة إن كنت تؤمنين بالله واليوم الآخر وتعلمين أني رسول الله فانقلعي بعروقك حتى تقفي بين يدي بإذن الله. فوالذي بعثه بالحق لانقلعت بعروقها وجاءت ولها دوي شديد وقصف كقصف أجنحة الطير حتى وقفت بين يدي رسول الله صلى الله عليه وآله مرفرفة، وألقت بغصنها الأعلى على رسول الله صلى الله عليه وآله، وببعض أغصانها على منكبي، وكنت عن يمينه صلى الله عليه وآله. فلما نظر القوم إلى ذلك قالوا علواً واستكباراً. فمرها فليأتك نصفها ويبقى نصفها، فأمرها بذلك، فأقبل إليه نصفها كأعجب إقبال وأشده دوياً، فكادت تلتف برسول الله صلى الله عليه وآله فقالوا كفراً وعتواً. فمر هذا النصف فليرجع إلى نصفه كما كان، فأمره

نے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو تمہیں دکھا دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو۔ یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وہ ہیں جو (جنگ) احزاب میں جتھا بندی کریں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو اپنی جڑ سمیت اکھڑ آ یہاں تک کہ تو بحکم خدا میرے سامنے آکر ٹھہر جائے (رسول اللہ کا یہ فرمانا تھا کہ) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا وہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح آیا کہ اس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ وہ لچکتا جھومتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے روبرو آکر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں اُن پر اور کچھ شاخیں میرے کندھے پر ڈال دیں۔ اور میں آپ کی داہنی جانب تھا۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو نخوت و غرور سے کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپ کے پاس آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رہے چنانچہ آپ نے اسے یہی حکم دیا تو اس کا آدھا حصہ آپ کی طرف بڑھ آیا اس طرح کہ اس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) زیادہ عجیب صورت سے اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور اب کی قریب تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے لپٹ جائے۔ اب انہوں نے کفر و سرکشی سے کہا کہ اچھا اب اس آدھے کو حکم دیجیے کہ یہ اپنے دوسرے

صلی اللہ علیہ و آلہ فرجع. فقلت انا: لا الٰہ الا اللہ فانی اول مومن بک یا رسول اللہ واول من اقر بان الشجرة فعلت ما فعلت بامر اللہ تعالیٰ تصدیقاً بنبوتک اجلالاً لکلمتک. فقال القوم کلهم: بل ساحرٌ کذابٌ عجیب السحر خفیفٌ فیه، وهل یصدقک فی امرک الا مثل هذا (یعنونی)، وانی لمن قوم لا تاخذهم فی اللہ لومة لائم سیماهم سیما الصدیقین، و کلامهم کلام الابرار. عمارُ اللیل ومنار النهار متمسکون بحبل القرآن. یحیون سنن اللہ و سنن رسوله. لا یستکبرون ولا یعلون، ولا یغلّون ولا یفسدون. قلوبهم فی الجنان و اجسادهم فی العمل۔

(نہج البلاغہ)

حصّے کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا اور وہ پلٹ گیا۔ میں نے (یہ دیکھ کر) کہا لا الٰہ الا اللہ۔ اے اللہ کے رسولؐ میں آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں اور سب سے پہلے اقرار کرنے والا ہوں کہ اس درخت نے بحکم خدا آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کے لئے کچھ کیا ہے وہ امرِ واقعی ہے (کوئی آنکھوں کا پھیر نہیں) یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے لگی کہ یہ (پناہ بخدا) بڑے درجے کے جھوٹے اور جادوگر ہیں۔ ان کا سحر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابکدست اس امر پر آپ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس سے مجھے مراد لیا (جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی وہ جماعت ایسی ہے۔ جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ سب شب زندہ دار، دن کے روشن مینار، اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں یہ لوگ اللہ کے فرامین اور پیغمبرؐ کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں نہ سربلندی دکھاتے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اُن کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔

(ترجمہ از جناب مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ)

نہج البلاغہ کا ایک نسخہ ہر صاحب ایمان مسلمان کے گھر کی زینت ہونا چاہیے کیونکہ اس سے نہ صرف تفسیر قرآن ہی ہوتی ہے بلکہ صحیح واقعات ہر شعبہ زندگی کے متعلق مفید ہدایات اور علوم و معارف کا خزانہ ہے۔ مکمل نہج ترجمہ چھبیس روپے دفتر ادارہ سے حاصل کریں۔ (منیجر دفتر)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ کی خوشی میں!

(اثر الحاج آقائی سید الف شاہ صاحب پاکنہاد مدظلہ العالی)

محمد مصطفےٰ دو نوجہاں کے پیشوا ٹھیرے
جو مقصودِ خلائق ہو وہی خیر الورے ٹھیرے

جمالِ حق نے چاہا در ازل اپنی تجلی کو
محمد عشق تھے وہ حسن کے جلوہ نما ٹھیرے

پس از مدت خلیل اللہ کی اُمید بر آئی
محمد آگئے دنیا میں ختم الانبیاء ٹھیرے

خدا کے گھر پہ تھا قبضہ بتوں کا قدرتِ حق سے
امیر و فاتحِ بطحا محمد مصطفےٰ ٹھیرے

اُڑے پرزے خدایانِ عرب کے خانہ کعبہ میں
کہ جب دوشِ محمد پہ علی شیرِ خدا ٹھیرے

شبِ اسریٰ میں محمد کو بلایا عرش والے نے
اُٹھے اسرار کے پردے قریں کبریا ٹھیرے

وہی ہیں کملی والے جو بلطفِ خالقِ اکبر
جمیع مخلوق کے مولا، شہ ہر دوسرا ٹھیرے

خدا کا حکم ہے بھیجو درود اے مومنو ہر دم
محمد مصطفےٰ پر جو ولیِ مجتبےٰ ٹھیرے

محمد جب کہا میں نے تو گھٹے عقدے مرے دل کے
میں قربان اس نبی پہ جو مرے مشکل کشا ٹھیرے

تو مداحِ رسولِ پاک و اہلِ بیت ہے سیّد
ترے زورِ قلم کے سامنے بدخواہ کیا ٹھیرے

معارف اسلام۔ نہایت پاکیزہ نعتیہ کلام ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ (غیاث الدین)

سلام بحضورِ خمسہ مقدسہ

(فکرِ نثار حیدری مدظلہ)

(۱)

السلام اے احمدِ مختار ختم المرسلین
السلام اے طالب و مطلوبِ ربّ العالمین

السلام اے مونسِ ما رحمۃ للعالمین
السلام اے سیدِ کل حاملِ دینِ مبین

السلام اے بے مثل صدیق بے ہمتا امین
السلام اے باعثِ ایجادِ افلاک و زمین

المدد شمس الضحےٰ بدر الدجےٰ کہف الوریٰ
المدد اے راکبِ براق مولا مصطفےٰ

(۲)

السلام اے حیدرِ کرار شاہ و بادشاہ
السلام اے جانشینِ مصطفےٰ عالم پناہ

السلام اے کہ ترے در کے گدا ہیں کجکلاہ
السلام اے صاحبِ تاجِ امامت والا جاہ

السلام اے کہ تری الفت نہ ہو تو روسیاہ
زاہدِ عالم اگرچہ ہو کوئی یا شیخِ راہ

المدد آقائے قنبر اے نصیری کے خدا

(۳) المدد مشکلکشا اب المدد یا ایلیا

السلام اے طاہرہ اے دخترِ شق القمر — السلام اے عالیہ لختِ دل خیر البشر

السلام اے فاطمہؑ شہزادیٔ کل خشک و تر — السلام اے ملکۂ حور و ملک جن و بشر

السلام اے زوجۂ مولا علیؑ صاحب ظفر — مادر گیارہ اماماں خدائے بحر و بر

المدد یا فاطمہؑ، سلطانۂ ہر دو سراء

(۴) المدد یا فخرِ مریم المدد خیر النساء

السلام آقا حسنؑ سبز قبا و مجتبےٰ — السلام اے کہ شہیدِ زہر بے جرم و خطا

السلام اے کہ ترے تن سے جو تن کو مس کیا — طاقتِ پرواز فطرس کو ملی اور اُڑ گیا

السلام اے ثانیٔ خلقِ رسولِ کبریا — صابر و شاکر سخی شاہِ حسؑدا حاجت روا

المدد اے سبطِ اکبر ابن شاہ لافتا

(۵) المدد بابائے قاسمؑ آں شہید کربلا

السلام اے مالکِ کوثر شہِ تشنہ دہن — السلام اے فاطمہؑ کے ماہ بے داغ و گہن

السلام اے تاجدارِ حریت شاہِ زمن — آسکے نہ تجھ پہ غالب خنجر و دار و رسن

السلام آیا ترے در پر نثارؔ نعرہ زن — السلام آقائے من کرے کبھی ذکرم بمن

المدد یا ابنِ حیدر صاحبِ جود و سخا

المدد اے سروِ آزادِ ز باغِ مصطفےٰؐ

در شانِ رسالتماب (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

(اثر حضرت فدا بخاری - مدظلہ العالی)

رباعی

بخشش کی اُمید - بلکہ اس سے بھی سوا — رحمت کی نوید - بلکہ اس سے بھی سوا

جس شخص نے مصطفےٰؐ کا دامن تھاما — ہاں وہ ہے سعید - بلکہ اس سے بھی سوا

قطعات

(۱)

لولاک کا ہے جس کیلئے تاج یہی ہے — کونین سے ملتا ہے جسے باج یہی ہے

انسان بموجب "احسن تقویم" کی تفسیر — دراصل جسے کہتے ہیں معراج یہی ہے

(۲)

مجرم محبوب کو عاشق نہ بخشے گا کبھی — مصطفےٰ جس کو نہ بخشے کیسے ایزد بخشدے
مصطفےٰ راضی نہیں جس سے خدا راضی نہیں — بخش دیتا ہے خدا بھی جس کو احمد بخشدے

(۳)

زمیں احمدؐ کی بخشش ہے فلک احمدؐ کی بخشش ہے — عروج انساں کا "اَوۡ اَدۡنیٰ" تک احمدؐ کی بخشش ہے
خدا سرسبز رکھے تا ابد احمدؐ کے صدقہ میں — گلستاں میں بہاروں کی جھلک احمدؐ کی بخشش ہے

(۴)

تلاشِ حق کی تمنا ہے جستجوئے رسولؐ — خدا سے مجھ کو اگر ہے تو آرزوئے رسولؐ
مجھے کچھ اور نہیں آرزو میرے یارب — عطا ہو عشق علیؑ کا عطا ہو بوئے رسولؐ

(۵)

خواجۂ دوسرا کو دیکھ لیا — تجھ کو دیکھا خدا کو دیکھ لیا
پردہ دارِ خودی کے پردہ میں — پردہ دارِ "انا" کو دیکھ لیا

نورِ ربیع اوّل ہماری عید کی تمہید ہے

(اثر فدائے اہلبیت حضرت فدا بخاری مدظلہ)

کون عمرؔ سعد جو ہے قاتل ابن علیؑ — کون عمر سعد جو ہے دشمنِ آلِ نبیؐ
کون عمرؔ سعد جو تھا ناصر ابن زیاد — کون عمر سعد جو تھا نابکار و نامراد
جس عمر بن سعد نے شبیرؑ کو کرکے شہید — دس محرم کو منایا کربلا میں یومِ عید
سعد کا بیٹا عمرؔ جو تھا پرستارِ یزید — سعد کا بیٹا عمر جو تھا وفادارِ یزید
سعد کا بیٹا عمر جو قاتلِ شبیرؑ تھا — سعد کا بیٹا عمر جو کافروں کا پیر تھا
ان ہی بدبخت بدکن دشمنِ شبیرؑ تھا — کربلا کی جنگ میں اس کا ہی پہلا تیر تھا
کربلا میں یہ یزیدی فوج کا سالار تھا — قاتلانِ حضرتِ شبیرؑ کا سردار تھا
اس عمرؔ بن سعد پر مختارؒ نے کرکے خروج — خاک میں اس کو ملا ڈالا تھا اقبالِ عروج
اس عمرؔ بن سعد کا مختارؒ نے سر کاٹ کر — خدمتِ سجادؑ میں بھیجا دیا باکرّ و فر
دیکھ کر ملعون کا سر عابدِ ناشاد نے — شکر کے سجدے کئے تھے سید سجادؑ نے

نو ربیع اوّل، اُس دن شاد تھے اہلِ عزا　　مسکرائے تھے ذرا سر دیکھ کر زین العبا
دوستوں کی ہر نظر اُس روز پُر اُمید تھی　　خاندانِ مصطفےٰ کے گھر میں اُس دن عید تھی

مومنوں کے گھر میں یہ تاریخ روزِ عید ہے
نو ربیع اوّل، ہماری عید کی تمہید ہے

تین بے مثل رباعیاں

(اثر استاد الشعراء حضرت قمر جلالوی ۔ کراچی)

(۱)

فرشتہ در پہ بصد احترام آتا ہے　　خداؔ کے بعد تمہارا ہی نام آتا ہے
کلیم ہو گئے تمہیں کیا کلیم سے نسبت　　تمہارے گھر میں خداؔ کا کلام آتا ہے

(۲)

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے　　جیسے مُنہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دُنیا مصطفےٰ کو دیکھ کر　　وہ مصوّر کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

(۳)

تلاش کرتے ہو خوشبو گلوں کی باغ بغیر　　سمجھنے بیٹھے ہو قرآن کو دماغ بغیر
بغیر آلِ نبیؐ لکھ رہے ہو تفسیریں　　کتاب کیسے پڑھی جائے گی چراغ بغیر

ولادت نبی اکرمؐ و فضائل کلمہ طیبہ

(عقیدت بہادر شاہ ظفر ۔ آخری مغل تاجدارِ ہند)

شعر

نہ کرتا وہ اگر پیدا نبیؐ کو نوعِ انساں میں!
تو مخلوقات میں اشرف نہ ہوتا رتبہ انساں کا!

فضائل کلمہ طیبہ

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو　　اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو　　غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمے سے ہوں معاف کئے تم نے جو قصور　　کلمے سے ہو نصیب تمہیں قصر خلد و حور
کلمے سے ہووے منہ پہ تمہارے ہمیشہ نور　　کلمے سے ہووے دل کی سیاہی تمہاری دور
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمے کو تم صداقت اسلام جان لو　　کلمے کو اپنے دین کی صمصام جان لو
کلمے کو تم خدا کا اک انعام جان لو　　کلمے کو دل کا راحت و آرام جان لو
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

ایمان کو تمہارے ہو کلمہ سے تقویت　　کلمے سے ہو قوی تمہیں امید مغفرت
کلمے سے ہووے جلوہ نما حسن عاقبت　　کلمے سے آئے دل کو نظر نور معرفت
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

ہو دو جہان میں کلمے کی دولت سے دل غنی　　ہو جان کو نہ کلمے سے تکلیف جانکنی
ہووے اندھیری گور میں کلمے سے روشنی　　ہے صاف کلمہ اک اثر پاکدامنی
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمہ تمہارے واسطے ہے دافع بلا　　کلمہ تمہارے حق میں ہے ہر درد کی دوا
کلمے کو مشکلات میں سمجھو گرہ کشا　　کلمہ کرے ہے آئینہ کی طرح دل صفا
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو۔

کلمے کو ذکر چاہئے ہر شام ہر سحر　　جب تک رہے زباں رہے کلمہ زبان پر
کلمہ ہے آب رحمت باری بے اے ظفر　　دھوتا ہے کلمہ دل کی کدورت کو سر بسر
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو　　(از کلیات ظفر)

بقیہ ص ۲
وہ حسنِ حبیبی میں ملاحت کا تلاطم　　وہ چشمِ سیہ بخیہ دوگوں سرمہ ردم
وہ لذتِ گفتار وہ انداز تکلم　　وہ شانِ تقدس وہ حکیمانہ تبسم
تخیل میں وہ بے ساختگی آ نہیں سکتی
ہنستی تو ہیں کلیاں وہ ہنسی آ نہیں سکتی

ولادتِ سرورِ کونینؐ

(خلد آشیاں آغا شاعر قزلباش کے مجموعۂ کلام کا ایک عکسِ لطیف)

(انتخاب از مرزا مصطفےٰ حسین صاحب مدظلہ لاہور)

جب کوئی نہ تھا نورِ محمدؐ کی ضیا تھی — پانی تھا، نہ مٹی تھی، نہ آتش، نہ ہوا تھی
گرمی تھی، نہ سردی تھی، نہ بجلی نہ گھٹا تھی — یہ نور حضوری میں تھا اور ذاتِ خدا تھی

جس وقت کوئی فرق نہ تھا روز میں شب میں
دس سو برس اُستادہ رہا طاعتِ رب میں

ہر حکم پہ سجدے میں گرا نورِ پیغمبرؐ — ہر بار چھٹے عین عنایات کے جوہر
آخر میں جو سجدے سے اُٹھایا رُخِ انور — پیشانیٔ اقدس سے برسنے لگے گوہر

قطرے گرے جتنے رُخِ سلطانِ ھُدیٰ سے
اُتنے ہی نبی خلق ہوئے شانِ خُدا سے

منظور ہوا جب اُنہیں دُنیا میں بلانا — آدمؑ صفی اللہ کو بخشا یہ خزانہ
ہر فرق میں تبدیل ہوا فردِ یگانہ — حتیٰ کہ ابراہیمؑ نے اس نور کو جانا

آخر یہ ودیعت ہوا اک حق کے ولی کو
عبد اللہ ہاشمؓ، قرشیؓ مطلبی کو

ماہِ ربیع الاول میں ہے مشہور یہ شادی — جب نورِ محمدؐ نے دو عالم کو جلا دی
رکھا جو قدم کفر کی بنیاد ہلا دی — تکبیر کی کعبے کے بُتوں نے بھی صدا دی

فی الفور تزلزل ہوا بر دشت و جبل میں
توحید کا غل پڑ گیا کسریٰ کے محل میں

سب بدعتیں زائل ہوئیں اس پاک قدم سے — کاہن ہوئے مجبور نوشتوں کے رقم سے
پھیلی یہ ضیا سیّدِ لولاک کے دم سے — ہر سحر نے حاصل کیا ہستی کو عدم سے

حق یہ ہے یہ عزت نہیں پائی تھی کسی نے
اونچا کیا کعبے کو رسولِ عربیؐ نے

اعجاز میں اعجاز دو بالا ہوا پیدا — بل کھائے ہوئے گیسوؤں والا ہوا پیدا
دنیا کے حسینوں میں نرالا ہوا پیدا — محبوبِ خدا، سیّد والا ہوا پیدا

ہنگامِ عرق بر جبیں مُو عطر فشاں تھا
سایہ نہیں تھا جس کا وہ خورشیدِ عیاں تھا

(بقیہ صلا کے پیچھے)

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا

(از جناب تقدس مآب سید منظور حسین نقوی مدظلہ العالی علی پور ضلع مظفر گڑھ)

جبکہ مکمل غسقِ لیل ہو۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہو۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ہو۔ تاریک بادل آسمان پر لہرا رہے ہوں طبیعت پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہو اور بے چینی و بے قراری کا دل و دماغ پر تسلط ہو تو ایسے بھیانک وخوفناک عالم میں اگر بجلی کوند جائے اور قدرت کی برقی لہروں سے فضائے عالم جگمگا اٹھے تو طبیعت میں اطمینان وسکون پیدا ہو جاتا ہے اور پریشانی وگھبراہٹ جس نے حواسِ خمسہ مختل کر رکھے تھے کافور ہو جاتی ہے۔

کفر والحاد کی ظلمت اقصائے عالم پر محیط تھی۔ بے دینی ولامذہبیت کی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ بت پرستی، تثلیث پرستی اور گوسالہ پرستی نے تمام بنی نوعِ انسان کو گمراہ کر رکھا تھا۔ جاہلیت کا دَور دورہ تھا۔ جوہرِ انسانیت مفقود ہو چکا تھا۔ اس عالمگیر گمراہی و بے راہ روی کے گھپ اندھیرے میں لوگ ٹامک ٹوئیاں کھا رہے تھے۔ نجات وہدایت و رستگاری کے تمام دروازے مسدود تھے۔ طوفانِ بدتمیزی و بداخلاقی برپا تھا۔ تمدن ومعاشرت کے احسن وسائل و ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ دنیا فسق وفجور اور معائب ومعصیت اور فواحش ومنکرات کی آماجگاہ بن چکی تھی۔ بس غیرتِ حق کو حرکت ہوئی اور کوہ فاران پر آفتابِ رسالت اپنی پوری آب وتاب سے جلوہ گر ہوا جس کی نورانیت افروز وضیا پاش شعاعوں نے نہ صرف خطۂ حجاز کو بلکہ تمام دنیا کو منور کر دیا۔ پس ظلمت وگمراہی کے بادل چھٹ گئے۔ مطلع صاف ہو گیا اور رشد وہدایت و رہنمائی کی روشنی نے دلوں کو روشن کر دیا۔ کفر والحاد کی عملداری ختم ہو گئی۔ بتوں کی خدائی جاتی رہی اور واجب الوجود معبودِ حقیقی کی الوہیت و وحدانیت کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ جبینیں جو بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتی تھیں اب خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہ کے درِ توحید پر جھکنے لگیں۔ لاتعد ولاتحصیٰ بتوں کے پجاری ایک خدا کے پرستار ہو گئے۔ انسانیت اپنی حقیقی و اصلی مقام پر آ گئی۔ تہذیبِ نفس اور تدبیرِ منزل نے دلوں کو صیقل کر دیا جس سے تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے جذبات نمایاں ہو گئے اور روحانیت ونورانیت میں چار چاند لگ گئے۔ نورِ خدا کے ظہور سے تمام عالم کی کایا پلٹ ہو گئی۔ ناقوس کی دلخراش آواز کی بجائے اللہ اکبر کے روح افزا نعرے بلند ہو گئے اور ہر طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی صدا گونجنے لگی۔

خدائے برحق نے اپنی کتاب برحق میں جس آفتاب عالمتاب کی قسم کھائی ہے وہ یہ آفتاب نہیں

جو اس خاکی و مادی دنیا کو اپنی کرنوں سے منور کرتا ہے۔ بلکہ یہ ایک روحانی دنیا کا آفتاب ہے جو بنی نوع انسان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔ لہٰذا یقیناً اس آفتاب سے مراد سردار انبیاء سید المرسلین، حبیب اللہ العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جیسا کہ مفسرین عامہ وخاصہ نے آیۂ مجیدہ مندرجہ عنوان کے ذیل میں تحریر کیا ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ جناب رسالت مآب نوع انسانی کی تکمیل کے لئے سب سے آخری نمونہ تھے ایک لاکھ تئیس ہزار نوسو ننانوے انبیاء و مرسلین کی تعلیمی و عملی مثالوں کے بعد جب حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت و رسالت کی خلعت ہائے فاخرہ سے آراستہ کر کے اس دنیا میں مبعوث کیا گیا تو یہ اشد ضروری ولازمی تھا کہ آپؐ کمالات انسانی کا بہترین مجسمہ اور کمال اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوں۔ چنانچہ خداوند عالم نے آپؐ کے آخری معلم و رہبر و پیشوا ہونے کا تذکرہ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ" الیٰ آخرہ کی آیۂ مجیدہ میں کر دیا اور اس کے ساتھ ہی حضرتِ احدیت نے آپ کے کمال اخلاق وانسانیت کی شہادت ان زرین الفاظ میں دی اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اے ہمارے حبیبؐ تم یقیناً خلق عظیم کے درجۂ اعلیٰ و ارفع پر فائز ہو) یہ ایک ایسی مہتم بالشان سند ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی سند نہیں کر سکتی تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ رسول خدا کے مبعوث برسالت ہونے سے قبل سرزمین عرب فحش و بدکاری اور جہالت و بداخلاقی کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ تمام اہل عرب بت پرستی میں مبتلا تھے یہاں تک کہ خانۂ کعبہ (بقول بعض مورخین) تین سو ساٹھ بتوں سے اٹا پڑا تھا۔ اس ناگفتہ بہ حالت میں خدائے رحمٰن و رحیم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کمالات انسانی سے آراستہ کر کے ایک مجسمۂ خلق و محبت بنا کر دنیا میں بھیجا تاکہ لوگوں کو آداب و اخلاق کے اسباق پڑھائے اور انہیں جامۂ انسانیت پہنا کر مہذب و متمدن قوموں کا سرمایۂ فخر و نازش بنائے۔ چنانچہ جناب سرور کائناتؐ نے لوگوں کو دولتِ اسلام سے مالامال کر کے تہذیب و اخلاق اور شائستگی و پاکیزگی کا مجسمہ بنا دیا۔

بالاتفاق علمائے امامیہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول سن عام الفیل (۵۷۰ء) کو بروز جمعۃ المبارک بوقت طلوع فجر مکہ معظمہ میں شعب ابیطالبؑ میں ہوئی نوشیروان عادل بادشاہ کا زمانہ تھا جس پر خود رسول اکرمؐ نے فخر و مباہات کا اظہار فرمایا ہے۔ آپؐ پیغمبر آخرالزمان ہیں۔ نبوت و رسالت کا آپؐ پر ہر لحاظ سے خاتمہ ہو چکا۔ لہٰذا ان کے بعد کوئی نبی خواہ وہ ظلی ہو یا بروزی ہو، تشریعی ہو یا غیر تشریعی ہو نہیں آسکتا اور جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ یقیناً جھوٹا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت عبد اللہؑ بن عبد المطلبؑ بن ہاشمؑ تھا اور آپ کی والدہ مکرمہ کا نام حضرت آمنہؑ بنت وہب بن عبد مناف تھا یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ حضورؐ کے

آباو اجداد ہر زمانہ میں خدا پرست و موحّد رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کے پابند اور محافظ تھے بعض بے بصیرت مسلمانوں کا یہ کہنا کہ جناب رسالتمآب کے ماں باپ (معاذ اللہ) کافر تھے یہ محض غلط اور حقیقتِ نورِ محمدیؐ سے بے خبری و بے بصیرتی کا نتیجہ ہے۔ آپؐ نوری مخلوق تھے نصِ قرآن اور احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نور ایک طاہر و مطہر شئے ہے۔ اُس سے کسی وقت اور کسی آن بھی نجاست ملوث نہیں ہو سکتی۔ طاہر مظروف کے لئے طاہر ظرف کی ضرورت ہے لہٰذا جن اصلاب و ارحام میں نورِ محمدیؐ منتقل ہوتا رہا اُن کا از روئے عقل و دیانت طاہر و پاکیزہ ہونا ضروری و لازمی ہے۔ پس حضورؐ کے والدین یقیناً مسلمان و موحّد ہیں اور نہ صرف حضورؐ کے والدین بلکہ کسی بھی نبی و رسولؐ کے والدین کافر و بت پرست نہیں تھے۔ پھر مسلمانوں ہی کا ایک گروہ جو نبوت و رسالت کے حقیقی مقام سے قطعاً نابلد و ناواقف ہیں یہاں تک کہنے کی جسارت کرتا ہے کہ جناب رسالتمآب کی حیثیت محض ایک چٹھی رسان کی تھی اور وہ ہم جیسے ایک بشر تھے۔ اگر یہ مسلمان حضور رسول اکرمؐ کی کماحقہٗ معرفت رکھتے اور آپؐ کے درجۂ رسالت اور مقام محمود سے ان کو آگاہی ہوتی۔ تو کبھی بھی یہ گستاخانہ کلمات اُن کی زبان سے نہ نکلتے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کسی مسلمان نے آج تک یہ کہنے کی جرأت نہیں کی کہ ہم رسولؐ جیسے ہیں۔ تو جب مسلمان یہ نہیں کہتے کہ ہم رسولؐ جیسے ہیں تو پھر رسول ہم جیسے کیسے ہو سکتے ہیں۔ فافہم ولا تکن من الجاھلین۔

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف مسلمانوں بلکہ جمیع بنی نوع انسان کے لئے ہادیٔ برحق، رہبر کامل اور مصلحِ حقیقی بن کر آئے تھے۔ جس طرح خداوند عالم تمام عالموں کے لئے خالق و رازق و رب ہے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ (ص) کی ذات ستودہ صفات جمیع عوالم کے لئے رحمت ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اس پر نص صریح ہے۔ لہٰذا جو مقدس ہستی محبت، رحمت اور سراپا خلق و محبت و رافت ہو اس کی اقتداء، اتباع و پیروی تمام انسانوں کے لئے واجب و لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم کی محبت کا راز جناب رسالتمآب کی اتباع و اطاعت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ قرآن مجید اعلان کر رہا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ خدا کی مقصد یہ ہے کہ اگر خداوند عالم کی محبت کا دم بھرنے کا دعویٰ ہے تو اس دعویٰ کی دلیل "اتباع رسول" قرار دی گئی ہے۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ خدا کا اپنے بندوں سے محبت کا ثبوت بھی "اتباع رسول" کے مظاہرہ میں مضمر ہے۔ بالفاظِ دیگر بندوں کا خدا سے محبت کرنا اور خدا کا بندوں سے محبت کرنا اتباعِ رسولؐ پر ہی منحصر ہے۔ اتباع رسول آپؐ کے اسوۂ حسنہ کاملہ کو شامل ہے جس پر کاربند ہو کر مسلمان دنیا و دین کی حسنات و برکات حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کا اعلان کر کے "اتباعِ رسول" کی افادیت کو واضح کر رہا ہے۔

حضور پر نور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت اور خلق و محبت کا کامل نمونہ تھے۔ آپ

کا ارشاد تھا کہ میں مکارم اخلاق کی تعلیم و تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں (بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق) معاملہ کی صفائی و دیانت کی وجہ سے آپ عرب بھر میں "صادق" اور "امین" کے القاب سے مشہور و معروف ہو گئے۔ کفار قریش کا آپ کو "صادق" اور "امین" تسلیم کر لینا اس بات کی یقینی دلیل تھی کہ انہوں نے آپ کی رسالت کا پیشگی کلمہ پڑھ لیا تھا اسلئے کہ صادق کا دعویٰ کبھی بھی مبنی بر دروغ نہیں ہو سکتا اور امین پیغام پہنچانے میں مرتکب خیانت نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس سے بڑھ کر جناب رسالت مآبؐ کے برحق نبی اور سچے رسول ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کفار و معاندین کی گواہی آپ کے دعویٰ کے ثبوت میں دلیل قاطع ہے جس پر مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے الفضل شہدت بہ الاعداء۔

اوصافِ خَلقی و خُلقی سے آپ بدرجۂ اتم متصف تھے حضرت ام المومنین عائشہ سے جب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاق کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے ایک مختصر سا جواب دیا جو قلّ و دلّ کے مترادف ہے۔ آپ نے فرمایا خُلُقُہٗ قُرْاٰن جس کا واضح مطلب ہے۔ اگر حضورؐ اکرم کے اخلاق کی معرفت درکار ہو تو قرآن پڑھو۔ جو کچھ قرآن کے الفاظ میں ہے وہ سیرت محمدیہ میں عمل کا پہلو لئے ہوئے ہے یعنی قرآن مجید الفاظ خدا ہے اور محمد مصطفٰے صلعم فعل خدا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دعوئے نبوت و رسالت کے ثبوت میں حسب ضرورت بہت سے معجزات پیش کئے جو انبیائے ماسبق کی معجزات کی طرح اس وقت کے لوگوں کیلئے آپ کی نبوت کا یقین دلانے کیلئے کافی و لافی تھے۔ آنحضرت کے معجزات سب انبیاء کے معجزات سے زیادہ ہیں ؎ معجزاتِ نبی فراوان است یکے از معجزات قرآن است

آپ کا سب سے بڑا معجزہ جو دنیا میں تا قیام قیامت ہمیشہ باقی رہیگا وہ قرآن مجید ہے اس کی فصاحت و بلاغت انسانی طاقت سے بالاتر تسلیم کی گئی ہے اور کسی شخص کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی قرآن اب بھی معجزہ ہے اور ہمیشہ معجزہ رہے گا۔

حرفِ آخر کے طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نبوت و رسالت کا یہ آفتاب عالمتاب جسکی قسم خالق بے نیاز نے بصد مخمود مباہات کھائی ہے۔ دنیائے عالم کے افق پر آب و تاب جلوہ گر ہوا اور اپنی شعاعوں سے تمام عالم میں برابر بلا کم و کاست روشنی بکھیری۔ اب اگر کوئی کور باطن و تیرہ چشم اس سے محروم رہے اور اپنی تاریکی کو دور نہ کر سکے تو چشمۂ آفتاب کا کیا قصور رسول خدا کا اسوۂ حسنہ کا مسلمانانِ عالم کے پیش نگاہ ہے۔ اگر وہ اس کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے گریز کریں تو یہ ان کا اپنا قصور اور انکی اپنی عقلوں کا فتور ہے۔ رسول اکرم کا اسوۂ حسنہ تو اپنے مقام پر ہر حیثیت سے جامع و مانع ہے۔ کاش مسلمان اپنی زندگیاں اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

کمالِ "رسالت و نبوت"

(از علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی بی اے صدر ادارہ معارف اسلام لاہور)

معارف اسلام کا یہ "رسول نمبر" ماہ ربیع الاول میں اشاعت پذیر ہو رہا ہے جس کا تعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہے انسان بے بنیان کی کیا بساط کہ اس مقدس ہستی کی شان بیان کر سکے۔ جو باعث ایجاد خلق ہوئی جس کے متعلق خداوند تعالےٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک کہ میرے حبیبؐ اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔ تو یہ موجودات ارضی وسماوی منصۂ شہود پہ جلوہ گر نہ ہوتے۔ بھلا جس اعلےٰ وارفع ہستی کی شان یہ ہو کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر بھلا اس کی شان مجھ جیسا ہیچمدان اور ناقص العلم خاکی انسان کس طرح لکھ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حیوان حقیقت اشرف المخلوقات انسان کی معرفت نہیں کر سکتے اسی طرح انسان انبیاءؑ کی کما حقہ معرفت بھی نہیں کر سکتے۔ جب انبیاء علیہم السلام کی معرفت سے عاجز ہیں تو حقیقت ختم المرسلین، رحمت للعالمین کی معرفت کس طرح کر سکتے ہیں جس طرح ذات احدیت کی نسبت خود ارشاد باری عزاسمہ ہے کہ کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکے اعراف کہ میں مخفی خزانہ تھا پس میں نے محبوب گردانا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے ایک خلق کو خلق کیا۔ اسی طرح اس خلق نے جسے اللہ تبارک تعالےٰ نے اپنی معرفت کے لئے خلق کیا تھا فرمایا انا مخفی بجہتہ الحقیقتہ "یعنی میں بھی حقیقت کی جہت سے مخفی ہوں اس حقیقت کا اظہار آپ نے یوں فرمایا کہ ما عرفنی الا اللہ وعلی کہ میری کما حقہ کوئی بھی معرفت نہیں رکھتا۔ مگر اللہ تعالےٰ (جس نے مجھے خلق کیا) اور علیؑ

ذرا غور فرمائیں۔ حکماء یعنی فلسفی قوت عملیہ کے چار درجے بتاتے ہیں :-

(۱) تہذیب ظاہر　(۲) تہذیب باطن　(۳) تجلی بالصور القدسیہ　(۴) فنا فی النفس

ان کا قول ہے کہ انسان کامل بننے کے لئے ضروری ہے کہ یہ چاروں درجات طے کئے جائیں تہذیب ظاہر کے حصول کیلئے ہر ظاہری گناہ سے بچنا لازمی ہے۔ مثلاً چوری، زنا، جھوٹ وغیرہ وغیرہ۔ قصہ مشہور ہے کہ امام بحق ناطق حضرت جعفر صادقؑ کے زمانہ میں ایک شخص عوام الناس میں ولی اللہ مشہور تھا۔ ایک دن حضرت تشریف لے جا رہے تھے۔ صحابی ساتھ تھے دیکھا کہ وہی شخص آگے آگے جا رہا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا مولا یہ وہی ولی اللہ ہے آپ نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اس کے عقب میں چلتے گئے وہ شخص ایک خباز (نانبائی)

کی دکان پر پہنچا اور اس نے دوکاندار کی نظر بچا کر دو نان چرا لئے۔ اس کے بعد ایک پھل فروش کی دوکان سے اسی طرح دو سیب چرا لئے۔ یہ چوری کا مال لے کر ایک غریب عورت کے پاس گیا جو چارپائی پر بیمار پڑی تھی۔ اور دو نان اور دو سیب اسے دے دئے۔ امام علیہ السلام نے اُسے ڈانٹا کہ یہ کیا ہے حلوائی کی دوکان اور دادا جی کا فاتحہ! اس ولی اللہ نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ قرآن مجید سے واقف نہیں ہیں دیکھئے ارشاد باری تعالیٰ ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها وهم لا يظلمون (پ انعام ع) ترجمہ:- جو ایک نیکی لائے گا تو اس کے لئے اس کو دس گن عوض دیا جائے گا۔ اور جو ایک بدی لائے گا اس کو سزا صرف اس کی مقدار کے موافق دی جائیگی اور اس پر زیادتی نہ کی جائیگی۔ میں نے دو روٹیاں اور دو سیب چرائے اور خیرات کر دیئے۔ پس چار کا عوضانہ دس گن یعنی چالیس نیکیاں حاصل ہوئیں۔ چوری چونکہ گناہ ہے اس لئے میرے ذمہ آیۂ بالا کی رو سے چار ہی گناہ آئے پس چالیس نیکیوں میں سے چار کم کر دیئے جائیں تو پھر بھی مجھے ۳۶ نیکیاں حاصل ہوئیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ارے تو نہیں جانتا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے انما يتقبل الله من المتقين (پ مائدہ ع) ترجمہ:- ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف متقین کے اعمال ہی قبول کرتا ہے چوری کا مال قبول نہیں کرتا۔ یہ شخص ابھی انسانیت کے پہلے درجہ تہذیب ظاہر کو بھی اپنا نہ سکا تھا لیکن لوگوں نے اسے ولی اللہ سمجھ لیا۔ باطن کا منشا یہ ہے کہ انسان وساوس اور اغوائے شیطان سے اس قدر بچے کہ اس کے دل میں بھی گناہ کا خیال نہ آئے۔ اس کے بعد تجلی بالصور القدسیہ کا درجہ آتا ہے۔ جب انسان تہذیب ظاہر اور تہذیب باطن سے آئینۂ دل صاف کر لیتا ہے اس پر صدر مجردات قدسیہ اور نفوس مفارقہ یعنی ارواح اور عقول عشرہ کا عکس پڑنے لگتا ہے۔ یہ درجہ حاصل ہونے کے بعد اس سے ایسے افعال صادر ہونے لگتے ہیں کہ مجہول لوگوں کو اس پر خدائی کا دھوکہ ہونے لگتا ہے۔ مثلاً حضرت علیؑ کا بالاعجاز بیک وقت چالیس گھروں کا مہمان ہونا حالانکہ فلسفے میں طے شدہ ہے کہ کسی شئے واحد کا آن واحد میں مختلف مقامات پر ہونا محال ہے اور تقسیم الشئے الی نفسہ وغیرہ محال ہے۔ چوتھا مقام فنا و نفس کا ہے۔ جب انسان تین درجات حاصل کر لیتا ہے تو اسے صور قدسیہ سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ عشق اس حد تک ترقی کر جاتا ہے کہ وہ بالآخر مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اسے داخلی اور خارجی علائق دنیوی اور جسم سے بھی کچھ خبر نہیں رہتی پس یہی وہ مرتبہ ہے جسے جلوت میں خلوت اور محو میں محو بولتے ہیں۔ اور چونکہ صور مجردات غیر فانی ہیں۔ لہذا جو چیز ان سے وابستہ ہوگی وہ بھی غیر فانی ہوگی۔ پس چونکہ یہ شخص من تو شدم تو من شدی ..... الخ کے درجہ پر فائز ہوگا۔ اسلئے اس کے لئے فنا نہیں۔ صور پھونکتا رہے گا لیکن مشیت ایزدی کی وجہ سے یہ فنا نہیں ہوگا۔ کما قولہ تعالیٰ يوم ينفخ فى الصور ففزع من فى السموات ومن فى الارض الا من شاء الله

(پ النمل ع) ترجمہ (اور جس دن صور پھونکا جائے گا جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہے ہل جائے گا۔ سوائے اس کے جسے خدا چاہے گا۔ نیز ارشاد ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السماوات و من فی الارض الا من شاء اللہ (پ زمر ع) ترجمہ۔ اور صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں سب گر پڑیں گے۔ سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے چاہے گا) یہی مرتبہ ہے بقا فی اللہ۔

جب انسان ان چاروں درجوں کو طے کر لیتا ہے۔ تو انسان کامل بنتا ہے۔ یہ منتہائے ترقی کا مقام ہے یعنی مقام ختم بشریت۔ نبوت کا مقام اس کے بعد آتا ہے بحیثیت وہبی نہ کسبی۔ یعنی بشر کی انتہائے ترقی فنائے نفس تک ہے۔ اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔ لیکن نبوت کا پہلا زینہ اس فنا نفس کے مقام سے بھی بلند ہے۔ اب غور کریں کہ نبوت کے پہلے زینہ کا مقام یہ ہے کہ کل فرشتے جن میں جبریل امین اور میکائیل بھی شامل ہیں۔ اسے سجدہ کر رہے ہیں۔ اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم فسجدوا (پ بقر ع) لیکن جب نبوت ایک لاکھ چوبیس ہزار درجے طے کر کے انتہائی عروج پر پہنچ جائے گی جس کے آگے کوئی مقام نبوت نہیں۔ یعنی مقام ختم نبوت تو اندازہ لگائیے کہ اس کا کمال کس حد تک ہوگا؟ سنئے اس کا مرتبہ یہ ہوگا کہ ایک لاکھ چوبیس نبی اس کی امت میں داخل ہوں گی پڑھو اذ اخذ اللہ میثاق النبیین ... الخ (پ آل عمران ع) اور خود عرش جیسے اس کے پاؤں کے جوتے کا فرش ہوگا) ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی (پ النجم ع) فرمائیے اس شان والے رسولؐ کی شان کون بیان کرے۔ حقیقت وہی ہے جو حضور صلعم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے خود فرمائی اور جسے میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ ما عرفنی الا اللہ وعلی۔ کہ مجھے نہیں پہچانا مگر اللہ تعالیٰ نے جو میرا خالق ہے اور علیؑ نے۔ اس رسولؐ کے تعارف میں خدا فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (پ انبیاء ع) کہ اے رسولؐ! ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی شان ہے الحمد للہ رب العالمین (پ فاتحہ ع) کہ وہ سب عالمین کا پالنے والا ہے۔ پس جن عالمین کا اللہ تعالیٰ خالق اور پالنے والا ہے انہیں کے لئے آنحضرتؐ رحمت ہیں گویا دوسرے لفظوں میں جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے وہاں محمد صلعم کی مصطفائی ہے۔ ذرا غور کریں رحمت مصدر ہے۔ رحمٰن اسم فاعل ہے۔ خدا رحمٰن ہے۔ حضور صلعم اس کی رحمت ہیں۔ مصدر کا مفہوم کچھ نہیں ہوا کرتا جب تک وہ فاعل سے نہ ملے معنی نہیں دیتا۔ مثلاً آنا جانا کھانا پینا مصدر ہیں۔ لیکن بے معنی جب فاعل سے ملیں۔ تو بامعنی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح رحمت مصدر ہے جب یہ فاعل رحمٰن سے ملے تو مفہوم سمجھ میں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ کے تمام افعال خدا کے افعال تھے۔ کما قولہ تعالیٰ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (پ الانفال ع) ترجمہ اے رسولؐ جس وقت تم نے ان (کفار) کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تو نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود پھینکی تھیں) سب دنیا جانتی ہے کہ مسلمان کرتے وقت آپ اپنے دست مبارک پہ

لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے اس فعل کو بھی اپنا ہی فعل قرار دیتا ہے چنانچہ فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (پ ۲۶ فتح ع ۱) ترجمہ:۔ اے رسول حقیقت یوں ہے کہ جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں اللہ ہی کا ہاتھ ہوتا ہے، یہ تو ہاتھوں کا فعل ہے۔ اب اور سنئے۔ آپ کے قول کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا قول اور نطق کہا۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (پ ۲۷ النجم ع ۱) ترجمہ: میرا رسول اپنی خواہش سے نطق نہیں فرماتا۔ بلکہ اس کی نطق وہی ہوتی ہے جو میں وحی کرتا ہوں۔

الہ اللہ۔ یہ ہے حضورؐ کی شان کہ آپ کا قول اللہ تعالیٰ کا قول، آپ کا نطق اللہ تعالیٰ کا نطق آپ کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل۔ یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ ارشاد ہے۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ (پ ۳۰ دہر ع ۲) آپ کی خواہش بھی وہی ہوتی ہے جسے خدا اپنی خواہش کہتا ہے۔ جب خداوند عالم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قول ہر نطق ہر فعل حتیٰ کہ ہر خواہش کو اپنا قول اپنا فعل اور اپنی خواہش قرار دیا۔ تو حکم دیا۔ کہ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا (پ ۲۸ حشر) کہ اے لوگو! جو کچھ اس میرے رسولؐ سے تم کو پہنچے وہ فوراً بلا چوں وچرا اور بلا تاخیر مان لو اور جس سے آپ منع فرمائیں۔ اس سے فوراً باز آجاؤ۔ یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلعم کی عصمت مطلقہ پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ اگر آنحضرت صلعم سے کسی قسم کی بھول چوک یا غلطی کا شائبہ تک ہوتا تو مطلق پیروی کا حکم نہ دیتا۔ اسی لئے ارشاد فرمایا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پ ۲۱ احزاب ع ۲) ترجمہ:۔ بے شک تمہارے لئے اس میرے رسولؐ میں نیکیوں کا نمونہ موجود ہے جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ سے سوائے نیکی کے اور کوئی فعل صادر نہ ہوگا ورنہ مطلق پیروی کا حکم نہ دیا جاتا۔ خداوند تعالےٰ نے جس قدر انبیاء بھیجے وہ سب کسی نہ کسی مخصوص خطہ یا قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے مثلاً حضرت آدمؑ انی جاعل فی الارض خلیفہ (پ ۱ بقرہ ع ۴) حضرت داؤدؑ یا داود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (پ ۲۳ ص ع ۲) معلوم کہ حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہ السلام صرف زمین کے لئے خلیفہ تھے۔ زمین کے علاوہ ان کا کسی اور مقام پر اثر نہ تھا۔ حضرت ہارونؑ قال موسیٰ لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی (پ ۹ اعراف ع ۱۷) آپ صرف قوم موسیٰؑ کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ رسولاً الی بنی اسرائیل (پ ۳ آل عمران ع ۵) صرف قوم بنی اسرائیل کے لئے نبی تھے حضرت یونسؑ وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون (پ ۲۳ صافات ع ۵) آپ ایک لاکھ سے کچھ زیادہ لوگوں کے نبی تھے۔

لیکن میرے رسولؐ کی نبوت تمام عالمین پر تھی چنانچہ ارشاد ہے۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (پ ۱۸ فرقان ع ۱) جس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاں جہاں

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

مقامِ رسالت

(صحیح اسلامی و عقلی نکتۂ نظر)

(از فضیلت مآب جناب ڈاکٹر سید احمد حسین نقوی مدظلہ)

یہ امر اہل بصیرت پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ کا فیضان ہر وقت ہر وجود پر ہر مقام پر اس کے ماحول کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ تاکہ وہ وجود اپنی منازلِ حیات کو طے کرتا ہوا پایۂ تکمیل تک پہنچ جاوے۔ بالفاظ دیگر کسی شے کو اس کے ماحول کے مطابق اس کی جمیع ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینے کا نام ربوبیت کہلاتا ہے اپنی اسی صفت کے تحت خداوند عالم نے ہر وجود کو اس کی خلقت کے ساتھ ساتھ ہدایت دی ہے۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو یوں الفاظ پیش کرتا ہے۔ ربنا الذی اعطیٰ کل شیٔ خلقہٗ ثم ھدیٰ یعنی وہی رب ہے جس نے ہر شے کو اس کی خلقت کے ساتھ ساتھ ہدایت دی ہے۔ یہی وہ ہدایت ہے جس کے دم قدم سے بزم کائنات میں چہل پہل اور رونق ہے۔ یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے۔ کہ مچھلی کے بچوں کو تیرنا کس نے سکھلایا۔ اُدھر پردہ عدم سے منصۂ شہود پر رونق افروز ہوئے اور ادھر تیرنا شروع کر دیا۔ روز مرہ کا مشاہدہ آپ کے سامنے ہے۔ کہ مرغی کے بچے جونہی سفید قلعہ کی دیواروں کو توڑ کر باہر نکلے اور فوراً خوراک کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ انسان اور حیوان کے بچے پیدا ہونے پر چوسنے شیر کی طرف متوجہ نظر آتے ہیں۔ یہ سب نیرنگیاں اور کرشمہ سازیاں اسی ہدایت بالخلقت پر انحصار رکھتی ہیں۔ اب یہاں اس امر کو مدنظر رکھیں۔ کہ حقیقت ایک ہوتی ہے۔ اور نام بدل جاتے ہیں۔ اس ہدایت کو بعض وجدان کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ بزبان انگلش اس کو INTERNAL INSTINCTS کہتے ہیں۔ یہی وجدان ایک مقام پہ پہنچ کر ضمیر کہلاتا ہے۔ اس ہدایت وجدان کا کام جد وجہد اور سعی کی راہیں کھولنا ہے۔ تلاش اور جستجو کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ ہدایت وجدان کے بعد ہدایت حواس کا درجہ ہے۔ یعنی وہ ہدایت جو قوت ذائقہ۔ قوت شامہ۔ قوت لامسہ قوت باصرہ اور قوت سامعہ کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ ان تمام قوتوں کا کام خارج سے معلومات کا بہم پہنچانا ہے۔ یہاں پہ ایک امر مدنظر رکھیں اور وہ یہ کہ ہدایت وجدان اور ہدایت حواس اپنے اپنے دائرے میں کام کرتی ہیں۔ ہدایت وجدان صرف کسی وجود میں رہ کر اس میں جذبہ جد وجہد پیدا کرتی ہے۔ باہر سے اس کو کوئی واسطہ نہیں۔ ہدایت حواس کا کام صرف معلومات کا بہم پہنچانا ہے اور ہیں نتائج کا اخذ کرنا اور کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے کلیات کا مرتب کرنا اس کا کام نہیں یہ ہدایت عقل کا کام ہے۔ اب یہ مشاہدہ ہے کہ فاصلہ پر پڑی ہوئی جسیم چیز کو آنکھ چھوٹا کر کے دکھاتی ہے۔ مگر عقل کا فتویٰ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آنکھ کی یہ غلطی ہے

بعض دفعہ میٹھی شے زبان کو کڑوی لگتی ہے۔ مگر عقل کہتی ہے کہ قوت ذائقہ میں نقص آگیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے ورنہ میٹھی چیز کبھی تلخ ہو نہیں سکتی۔ ان شواہد سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ عقل کا کام حواس کو غلطی سے محفوظ رکھ کر ان کی صحیح راہ نمائی کرنا ہے۔ اب وہ لوگ جو عقل پر پہرہ لگانا چاہتے ہیں اور اس سے کام نہیں لیتے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ہدایت حواس تک ہی محدود رہنا چاہتے ہیں لہذا وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ نتائج کا اخذ کرنا عقل کا کام ہے۔ اب یہ امر بھی مشاہدات اور بدیہیات سے ہے کہ عقل اکثر مواقع پر حرص وہوا اور خواہشات نفسانیہ سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور اس دباؤ اور غلبہ کی وجہ سے فیصلہ غلط صادر کر دیتی ہے۔ اندریں صورت ہدایت عقل بھی غلطی سے محفوظ نہ رہ سکی۔ لہذا کی حقہ ہدایت نہیں کر سکتی۔ لہذا چاہئے کہ خداوند تعالیٰ اپنی ربوبیت کاملہ کے تحت ایسی ہدایت کا انتظام فرمادے جو ہر قسم کی غلطی سے پاک و پاکیزہ ہو جس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہ ہو۔ چاہے وہ غلطی عمداً ہو یا سہواً۔ ایسی ہدایت جو ہر قسم کی غلطی اور نقص سے مبرا ہو۔ وہ نہیں ہے مگر ہدایت بالوحی۔ جس کے متعلق خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں خبر دی ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ۔ یعنی اے حبیبؐ ان سے آپ کہہ دیجئے۔ کہ میں تمہاری مثل بشر تو ہوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت کے اندر بشر[1] مثلکم کے بعد جو یوحیٰ الیّ آیا ہے۔ اس کی کیا حیثیت ہے اس کا کیا مقام ہے اس امر کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے یہ مدنظر رکھیں۔ حیوان کی حیوانیت روح حیوانی پر مبنی ہے۔ فی الحقیقت یہ روح ہی حیوان ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح انسانیت روح انسانی پر انحصار رکھتی ہے یعنی وہ روح ہی انسان ہوتی ہے۔ اور اپنے جملہ ماتحت انواع کے تمام کمالات کو حاوی ہوتی ہے مع شے فوائد۔ اب نبی کی نبوت جو ہے وہ روح نبوتی پر منحصر ہوتی ہے یعنی وہ روح ہی نبیؐ ہوا کرتی ہے۔ اب جس طرح انسان کی انسانیت روح انسانی پر مبنی ہے۔ یہی وہ روح ہے جو کہ اس کو حیوانات سے الگ کرتی ہے۔ گویا حیوانات کے مقابلہ میں انسان کی فصل ممیزہ نہیں ہے مگر یہی اس کی روح۔ جس کی وجہ سے یہ حیوانات سے الگ تھلگ نظر آتا ہے۔ نطق اس کی صفت اور اثر ہے نہ کہ فصل ممیزہ۔ اسی طرح نبیؐ کی نبوت کا دارومدار روح نبوتی پر ہے۔ یوحیٰ الیّ اس کی صفت اور اثر ہے نہ کہ اس کی فصل ممیزہ۔ اب اس مقام پر امر ملحوظ خاطر رکھیں کہ جتنا فرق روح حیوانی اور انسانی میں ہے۔ اتنا ہی فرق روح انسانی اور روح نبوتی میں ہے۔ ان الفاظ سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جس طرح روح حیوانی کسی مقام کسی منزل اور کسی مرتبہ اور درجہ میں جاکر انسانی نہیں بن سکتی اسی طرح روح انسانی کسی وقت کسی مقام پر پہنچ کر نبی نہیں بن سکتی۔ اور پھر جس طرح حیوان روح انسانی کی ماہیت و حقیقت جاننے سے قاصر ہے۔ اسی طرح انسان روح نبوتی کی ماہیت و حقیقت جاننے سے عاجز ہیں۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنا تعارف آپ نہ کرائیں۔ بہرحال یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ وحی نبیؐ کی صفت اور اثر ہے نہ کہ فصل ممیزہ اب وحی بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ وحی رحمانی اور وحی شیطانی

[1] جزاکم اللہ (معارف اسلام)

گویا وحی کے سرچشمہ اور منبع و ماخذ دو ہوئے۔ ایک رحمان اور ایک شیطان اب جس کی طرف وحی ہو سکتی ہے۔ وہ بھی دو ہوئے۔ ایک وہ شخص جس کی طرف رحمان وحی کرے۔ اور ایک وہ جس کی طرف شیطان وحی کرے۔ ان دونوں افراد میں تمیز کرنا ہمارا کام ہے۔ تحریر ہم یہ جو کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہدایت بالوحی رحمانی ہر قسم کی غلطی سے پاک و پاکیزہ و منزہ و مبرا ہوتی ہے کیونکہ جس کی طرف سے وحی ہے وہ سبحان ہے۔ لہذا حامل وحی رحمانی اس عالم ایجاد میں اس کی سبحانیت کا حسب ظرف آئینہ ہوگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کی یہ سبحانیت خداوند تعالیٰ کی سبوحیت کے سوا نہیں ہے۔ لہذا حامل وحی رحمانی یعنی ہادی من اللہ عرف عام میں معصوم کہلاتا ہے۔ ایسے ہادی من اللہ کا تعارف خداوند تعالیٰ نے ان الفاظ میں کرایا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے کہ فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ یعنی اے اولاد آدم جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے پس جو ہدایت کی متابعت کرے اس پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن۔ ہدایت کا لفظ تابع اور متبوع کے وجود کو مستلزم ہے فمن تابع کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ اور هدی متبوع کے وجود کو۔ اس سے یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ متبوع مجسمہ ہدایت ہوتا ہے اس کا وجود عین ہدایت ہوتا ہے۔ ہدایت کا فرق و انفکاک کسی وقت بھی اس سے نہیں ہوسکتا۔ ہادی من اللہ اپنی معرفت خدا کی وجہ سے مجسمہ ہدایت ہوتا ہے۔ وہ ہدایت کا تعلیم یافتہ اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا میں ہدایت و علم اپنے وجود کے ساتھ لے کر آتا ہے۔ اس کے تمام کمالات ہر وقت بالفعل ہوتے ہیں نہ کہ بالقوۃ جو کہ دوسروں کے کمالات کو قبل از بعثت بالقوۃ پاتا ہے۔ وہ معرفت نبوت نہیں رکھتا یہ کہ ایک مستقل موضوع ہے جو بسط و تفصیل چاہتا ہے ان شاء اللہ کریں گے ہم یہ کہہ رہے تھے کہ متبوع جو کہ مجسمہ ہدایت ہوتا ہے۔ اس کا ہر قول۔ اس کی ہر حرکت ہدایت کی مظہر ہوتی ہے۔ اس کا اٹھنا ہدایت کے تحت۔ بیٹھنا ہدایت کے تحت چلنا پھرنا ہدایت کے تحت۔ کھانا پینا ہدایت کے تحت۔ بولنا اور خاموش ہوجانا ہدایت کے تحت۔ جنگ کرنا ہدایت کے تحت۔ صلح کرنا ہدایت کے تحت۔ غرضیکہ ہادی کی کتاب زندگی کے ہر ورق پر سوائے ہدایت کے نقش و نگار کے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی زندگی کے کسی پہلو میں کسی قسم کی غلطی کا مشاہدہ کرنا حقیقت میں کم بینی کا نتیجہ ہوگا۔ اگر وہ کسی قسم کی غلطی کرتا ہے چاہے وہ اجتہادی ہی کیوں نہ ہو۔ تو پھر ہم اس کو مجسمہ ہدایت کسی وقت نہیں کہہ سکتے۔ خدا نے سراپا ہدایت وجود کی یہ صفت بیان کی ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع۔ کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی متابعت کی جائے۔ قرآن کریم کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ہادی الی الحق ہے۔ اس کا حق کی طرف ہدایت کرنے سے پیشتر خود حق کی طرف ہونا لازمی ہے یعنی اس کا ہادی الی الحق ہونا اس کے حق کی طرف ہونے پر موقوف ہے۔ لہذا حق پر اس کی ہیئت بالحق مقدم ہے اور بمنزلہ اصل کے ہے۔ اور ہادی الی الحق ہونا بمنزلہ فرع کے ہے جیسے نبی اکرم باعث ایجاد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا

کو در تحت وما ینطق عن الھویٰ حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے کہ علی مع الحق یعنی علیؑ کو معیت بالحق حاصل ہے۔ معیت بالحق متحقق نہیں ہوتی مگر بہ معرفت الٰہی۔ اور معرفت الٰہیہ حق ہے مگر اتصاف باوصاف الٰہیہ پس معلوم ہوا کہ ہادی کا ہدایت کرنے سے پیشتر متصف باوصاف خداوندی اور مظہر کمالات ایزدی ہونا لازمی۔ اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں کہ تمامی کمالات کا انحصار کمالات اربعہ پر ہے۔ جو کہ علم وحیات ارادہ اور قدرت ہیں۔ ان میں علم وہ صفت ہے جس پر باقی صفات منحصر ہیں۔ یہی وہ صفت ہے جس کا پہلے پہل خدا نے اظہار کیا جیسا کہ الرحمٰن علم القرآن سے ظاہر ہے۔ معلوم ہوا کہ ہادی وہ جو ہدایت کرنے سے پیشتر من جانب خدا عالم ہی نہیں بلکہ علیم ہوتا ہے۔ وہ مجسم ہدایت اس لئے ہوتا ہے کہ وہ مجسم علم ہوتا ہے۔ اب عصمت نہیں ہے مگر نتیجہ علم۔ یکن من جانب خدا ہادی جو ہوتا ہے۔ وہ معصوم ضرور ہوتا ہے ہم بار بار عصمت پر زور اس لئے دے رہے ہیں۔ کہ بعض مسلمان نبی پر ایمان رکھتے ہوئے عصمت کے قائل ہیں۔ مگر ان کا قائل ہونا کچھ اس حیثیت کا ہوتا ہے جس سے نبی کی شان میں فرق آنے لگتا ہے۔ مثلاً مولوی شبلی اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد چہارم ص ۱۴۲ (عقل بشری) کے عنوان سے لکھتے ہیں: "اس میں شک

نہیں۔ کہ وحی اور ملکۂ نبوت کے علاوہ نبی میں نبوت و رسالت کے فرائض سے باہر کی چیزوں میں وہی عقل ہوتی ہے۔ جو عام انسانوں میں ہوتی ہے۔ اور جس میں اجتہادی غلطی کا ہر وقت امکان ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک اجتہاد کی یہی وہ دوسری قسم ہے۔ جس میں نبی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ اس کا مدار وحی و الہام اور ملکۂ نبوت پر نہیں بلکہ انسانی علم و تجربہ پر ہوتا ہے۔ اور یہی وہ قسم ہے جس کا اتباع پیروں پر واجب نہیں اور اس کی بہترین مثال کھجور کی کاشت کا واقعہ ہے"

بلفظہ اسی اجتہادی غلطی کی آڑ لے کر مولوی مودودی صاحب نے رسل و رسائل اور اشرف علی تھانوی نے حبیب خدا اور تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ نبی نے فلاں فلاں فیصلے غلط کئے اور فلاں غلطی کی۔ ان خیالات کے متعلق ہم تو بعد میں لکھیں گے۔ پہلے ہم مولوی محمد طیب دیوبندی صاحب کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ وہ التشبیہ فی الاسلام میں یوں رقمطراز ہیں " پس کسی نبی کا اور خصوصاً

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں خواہ وہ لباس کا ہو یا قصبہ کا۔ خالی از الہام ربانی ماننا۔ بلکہ اور اُلٹا اُس کو عامہ اہل ہوا کا تابع تسلیم کرنا ایک ایسی ناروا جسارت ہے کہ ہر ایک اسلامی ضمیر بھی اس پر اظہار نفرت کریگا۔ اور اسلامی تعلیم بھی اسے ٹھکرائے بغیر نہ رہ سکے گی۔ قرآن کریم تو دعویٰ کرے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونے ہیں۔ اور پھر اس اُسوۂ حسنہ کو کسی خاص نوع عبادت یا معاد یا معاش سے مقید نہ کرے۔ بلکہ مطلقاً ہر عمل کا نمونہ رسولؐ ہی ثابت کرے۔ پھر یہاں تک دعویٰ کرے کہ عمل تو عمل نبیؐ کی زبان کی ادنےٰ حرکت بھی ھویٰ

[illegible]

انسان ایسی راہ نمائی کا خواہاں ہے۔ جو غلطی سے محفوظ ہو۔ تو وہ ہستی جو دینی و دنیوی امور کے اندر ہماری راہ نما ہو۔ اس کا معصوم ہونا کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ جبکہ وہ خداوند تعالیٰ کی منتخب کردہ اور فرستادہ ہو۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ بعض مسلمان اپنے دنیاوی امور میں غلطی سے محفوظ راہ نما کے متلاشی ہیں مگر نہیں قائل تو اس کے جس کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اگر عصمت کے قائل بھی ہوتے ہیں۔ تو پھر بھی خطائے اجتہادی کا پہلو اُس میں تلاش کر لیتے ہیں۔ بلکہ قائم کر لیتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ اس میں دگنا ثواب ملتا ہے کیا ہم دریافت کر سکتے ہیں کہ ایسا کہنے والے کو حکیم ڈاکٹر یا وکیل کے لئے بھی خطائے اجتہادی کا قائل ہونا پڑیگا حالانکہ دلی تمنا یہی ہوتی ہے کہ ان میں سے ایسا ملے جو غلطی نہ کرے۔ اگر حکیم یا ڈاکٹر کسی کو غلطی سے زہر دیدے۔ تو کیا اُس کا ایسے لوگ پیچھا نہیں کرتے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ ملتان میں ایک ڈاکٹر اور اُس کے عملہ نے غلطی سے ایک لڑکی کو BARIUM MEAL کی بجائے BARIUM SULPHIDE دے دیا۔ بعد میں تمام پر مقدمہ چلایا گیا۔ یہ سب کچھ اخبار میں تھا۔ دنیاوی امور میں یا یوں کہئے کہ جسمانی معالج کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ محتاط ہونا چاہئے۔ نہیں ہونا چاہئے تو معالج روحانی نہیں ہونا چاہئے وہ بقول مولوی شبلی عام عقل کا مالک آدمی ہونا چاہئے۔ لیجئے ہم اب اس مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک بحر بیکراں ہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہادی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ عرفانی نقطۂ نگاہ سے اس حقیقت کو پیش کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اپنا تعارف کرانا خداوند تعالیٰ کو محبوب ہے اور یہ امر بھی محبوب ہے کہ مخلوق اُس کے متعلق صحیح معرفت رکھے بغیر کمی و بیشی سے وہ بات پاک و پاکیزہ ہو جو کہ اُس کے متعلق مخلوق تک پہنچے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک واسطہ بین الخالق والمخلوق ہر کجی و زیغ سے محفوظ نہ ہو۔ اس حفاظت کا نام عصمت ہے۔ اپنا تعارف کرانا خداوند تعالیٰ کو ہر وقت مطلوب ہے۔ لہٰذا معصوم ہادی کا ہونا ہر زمانہ میں لابد و ضروری جس کا پتہ ہادی مطلق نے ان الفاظ میں دیا۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاھلیۃً۔ لہٰذا چاہئے کہ ہر شخص نبی اکرم علیہ السلام اور امام زمانہ کی صحیح معرفت رکھے ورنہ جاہلیت کی موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ والسلام

(احمد حسین نقوی)

فلسفۂ عصمتِ نبی

(از علامہ سیّد نذر حسن صاحب گوپالپوری)

کیا میں امید کروں کہ امت مرحومہ کا تعلیم یافتہ طبقہ میرے اس مضمون کو بغور پڑھ کر ٹھنڈے دل سے مسئلہ نبوت پر فیصلہ دے سکے گا؟

اصولی طور پر تخلیق کائنات کے صرف دو ہی نظریے ہیں:-

(۱) ایک خیال یہ ہے کہ اس کائنات کو ایک صاحب کمال ذات نے بایں طور پیدا کیا کہ پہلے ذرات (مادہ) کو پیدا کر کے پھر اس سے اس کائنات کو بتدریج بنایا (۲) دوسرا خیال یہ ہے کہ مادہ (جو ہمیشہ ہمیشہ سے موجود تھا) اس سے یہ کائنات اتفاقی طور پر بتدریج وجود میں آ گئی۔

یہ دوسرا نظریہ کہاں تک صحیح یا غلط ہے مجھے اس سے اس وقت بحث نہیں۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو آئندہ کبھی اس پر روشنی ڈالی جائیگی۔ فی الحال اس مضمون میں مجھے مسئلہ نبوت سے ایک نئے طریقے پر بحث مقصود ہے۔ سب سے پہلے نظریہ کی بنا پر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ جب خالق کائنات نے اس کائنات کی خلقت مکمل کر لی، اور اس خلقت کی آخری منزل میں نوع انسانی کا وجود پیش نظر ہوا تو اس نے آئندہ آنے والے انسانی گروہ کیلئے ایک جماعت ایسی بھی محفوظ رکھی جو انسانوں کو انسانیت کے اصول تعلیم کر کے انہیں مکمل انسان بنا دے۔ اس جماعت کا نام اُس نے انبیاء رکھا۔ ظاہر ہے کہ جو جماعت انسانوں کی تعلیم کیلئے خالق کی طرف سے منتخب کی جائیگی اُسے پہلے خود صفات انسانیت میں بدرجہ کمال متصف ہونا عقلاً لازمی ہوگا اور جن ذوات میں خود نقص ہوگا وہ دوسروں کو مکمل کیا بنا سکینگی۔ یہیں سے مسئلہ نبوت میں دو اہم امر ایسے بھی قابل بحث پیدا ہو جاتے ہیں:-

(الف) یہ کہ عہدۂ نبوت آیا خود انسان اپنی کوششوں سے حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ بلکہ خدا جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے؟ اور یہ عطا کرنا بھی آیا بلا ترجیح کے ہوتا ہے یا کسی مرجح کی وجہ سے، اور وہ مرجح صفات تکمیل انسانیت رکھتے ہوں گے آیا انسان خود بخود دعوائے نبوت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بلکہ جب تک خدا اُسے [illegible] نہیں کر سکتا؟ پھر کیا وہ صفات انسانیت اگر کسی میں اس کی کوشش سے پیدا ہو جائیں تو خدا پر بھی لازم ہے کہ اُسے نبی بنا دے [illegible]

[illegible]

[illegible]

اسلام کے کل فرقوں میں ان ساری باتوں میں اختلافات ہیں لیکن کلی طور پر بجز ایک گروہ جو اہلسنت کے اندر کا ہے (جس کا کہنا یہ ہے کہ عہدہ نبوت کسبی ہے یعنی انسان کا حاصل کردہ) باقی کل فرقے چاہے اہلسنت کے ہوں یا فرقۂ شیعہ کل متفق ہیں کہ عہدہ نبوت وہبی یعنی خداوند عالم کا عطا کردہ ہوتا ہے۔ بہرحال آگے کی تفصیل ان سارے اختلافات کو خود بخود حل کر دے گی جب کہ آپ اس تفصیل کو بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔

(ب) دوسرا اہم امر یہ ہے کہ آیا نبی کو معصوم ہونا جبکہ ضروری ہے تو کس وقت سے؟ بجز گروہ اسلام کے ایک فرقۂ شیعہ کے جو یہ کہتا ہے کہ نبی کو ابتدائے عمر یعنی پیدائش سے لیکر آخری عمر یعنی مرنے تک ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہونا چاہئے۔ باقی کل فرقے اختلاف رکھتے ہیں۔ کسی کا کہنا ہے کہ دعوائے نبوت کے بعد اس سے گناہوں کو صادر نہ ہونا چاہئے، کوئی کہتا ہے کہ قبل دعوائے نبوت گناہان صغیرہ کا ارتکاب اس سے ہو سکتا ہے نہ کبیرہ کا، کوئی کہتا ہے کہ بچپن میں اس سے گناہوں کا صادر نہ ہونا کوئی ضروری نہیں...... وغیرہ وغیرہ۔

عصمت کے فلسفہ پر روشنی ڈالنے سے پہلے ہمیں یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ معصوم کے معنی کیا ہیں؟ معصوم کے معنی ہیں کہ جس سے گناہوں کا صدور نہ جبراً بلکہ اختیاراً بھی نہ ہو سکتا ہو۔ ایک امر یہاں پر اور بھی سمجھنے کا ہے وہ ہے محفوظ عن الخطا، محفوظ عن الخطا کے معنی ہیں جو شخص سارے گناہوں سے اپنے کو بچائے رکھے، اور اپنے کو سارے گناہوں سے بچائے رکھنا یہ بھی ممکن ہے جب اس انسان کو سارے اوامر و نواہی شریعت کا علم ہو تاکہ وہ جس طرح منہیات سے بچے اوامر کو ترک بھی نہ کرے کیونکہ اوامر کا ترک بھی اسی طرح گناہ ہے جس طرح منہیات کا ارتکاب اور سارے اوامر و نواہی کے علم کا حصول کچھ زمانہ چاہتا ہے۔ پھر اتنے زمانہ تک یہ شخص کیسے بدون علم اوامر کا عامل اور منہیات سے گریزاں رہے گا ذرا مشکل ہے ہو نہ ہو کوئی امر ضرور چھوٹ جائیگا یا کوئی منہی ضرور

لہ بلکہ نبی بطن مادر ہی میں ان صفات سے متصف ہوتا ہے۔ (غیاث الدین)

لہ اور آج کل تو انہوں نے جمہوری رو سے متاثر ہو کر نبی کی دو حیثیتیں تسلیم کی ہیں ایک نبوی ایک بشری اور کہتے ہیں کہ جہاں تک نبوی حیثیت ہے اور اسمیں وحی کا تعلق ہے اسمیں غلطی نہیں مگر بشری حیثیت میں غلطی کا امکان ہے ہم کہتے ہیں نبی اکرم کی ہر حیثیت میں اطاعت کرنے کا حکم امت کو دیا گیا ہے۔ اگر بقول ان حضرات کے نبی کی بشری کیفیت میں غلطی ہو سکتی ہے تو امت کے گمراہ ہونے کا واضح امکان موجود ہے۔ اس کی ذمہ داری کس پر؟ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ یعنی نبی کی دو حیثیتوں والا سراسر غلط، خلاف عقل اور خلاف اسلام ہے۔ (غیاث الدین)

عمل میں آجائیگا، اسی وجہ سے معصوم اور محفوظ میں یہی فرق ہے کہ معصوم خدائی علم کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور محفوظ حصول علم سے پہلے گناہوں سے نہیں بچ سکتا ہاں معذور البتہ رہ سکتا ہے اگر وہ تکلیف کے اندر نہ ہو۔

آپ غور کریں خطاؤں سے بچنے کے لئے دو امر نہایت ضروری ہیں پہلا امر اوامر و نواہی کا علم دوسرا امر ان ہر دو علموں کے بعد نفس امارہ پر پورا قابو رکھنا، کیونکہ علم کے بعد بھی اگر نفس امارہ پر قابو نہ رکھنے والا ہوگا تو برائیاں کر ہی بیٹھے گا، اور نفس امارہ کو قابو میں رکھنے کے لئے بہت سے مبادیات ترتیبی کا پایا جانا ضروری ہے جیسے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نفس امارہ جبھی قابو میں آسکتا ہے جبکہ ہم ایک با اخلاق انسان ہوں اور اخلاقی خوبیاں بہت دور رس مشروعات کی متقاضی ہیں جس کی تفصیل نیچے درج کی جارہی ہے ۔

خداوند عالم کی غرض نبیوں کے بھیجنے سے ظاہر ہے کہ یہی ہے کہ نوع انسانی مکمل انسان بنائی جائے اور نوع انسانی کو اصول انسانیت کی تعلیم دینے والا نبی کہا جاتا ہے۔ عام انسان کسی انسانی فرد یعنی نبی کی باتوں پر کب عمل کرنے کو تیار ہوگا جبکہ وہ معلم انسانیت اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں خود کسی برائی کا ارتکاب نہ کر چکا ہو تو گویا نبی کیلئے لازم ہوا کہ وہ بچپن ہی سے اخلاق سیئہ سے بچتا رہا ہو اور بچپن ہی سے اخلاق سیئہ سے بچنا یہ جب ممکن ہے جبکہ اس کے مندرجہ ذیل منازل تربیت و تخلیق صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ گذرے ہوں ۔

(۱) پہلی منزل، منزل تکوین جنین ہے سائنسی ترقیاتی دور کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ والدین کے مادات منویہ والدین کے جملہ جسمانی و روحانی خصائل کے حامل ہوتے ہیں اور یہ سارے خصائل مادہ منویہ کے ذریعے بچوں تک آتے ہیں، اس بنا پر جو والدین خصائل رذیلہ رکھتے ہونگے ان سے اچھے خصائل کے بچے ہونے قریباً ناممکن ہیں: — یہی وجہ ہے کہ ایک باسمجھ انسان کسی نبی کے والدین کو کافر مان ہی نہیں سکتا کیونکہ کفر بھی تو ایک بڑی رذالت ہے بلکہ سب سے بڑی، والدین کے مادہ منویہ سے فطرت بنتی ہے اور فطرت کے اثرات بازندگی کبھی کبھی بچوں سے ظاہر اور عمل میں آکر ہی جاتے ہیں۔ ایک با اخلاق بچہ با اخلاق والدین ہی سے پیدا ہو سکتا ہے اگر کوئی نبی وقت ہونے والا بچہ پہلے ہی والدین سے پیدا ہوگا، اور اس میں خدا پرستی کی خو بو والدین کے نطفوں ہی سے آئیگی

(۲) دوسری منزل، منزل رضاعت ہے۔ اسے سبھی جانتے ہیں کہ غذا کے اثرات جیسی جیسی غذا ہوتی ہے ویسے ہی اثرات اخلاط اربعہ (خون، صفراء، سودا اور بلغم) کی شکل میں جسم انسانی میں رچ بس جاتے ہیں یعنی جیسی خراب غذا ہوگی خراب اثرات پیدا ہونگے اور ان کے منفی رجحانات کی شکل میں ہونگے اور جیسی اچھی غذا ہوگی اس کے اثرات اچھے اور انکے مظاہرے بھی خوبیوں کی شکل میں ہونگے یہ تو غذا کا عام فلسفہ ہے لیکن رضاعت کا [illegible]

وقت کا ہے اسی شیر خوارگی کے زمانہ میں جسم انسانی کے سارے قویٰ وجود میں آتے ہیں ہڈیاں بنتی ہیں، پوست تیار ہوتے ہیں دماغی نازک ریشے وجود میں آتے ہیں قلبی اعصاب و شفیبریاں تیار ہوتی ہیں، تو جیسے دودھ سے بچہ پرورش پاتا ہے ویسا ہی وہ آئندہ زندگی کیلئے بنتا ہے یعنی اچھے دودھ با اخلاق ماں کے دودھ سے اچھا با اخلاق اور بُرے دودھ بُری اخلاق والی ماں سے بد اخلاق بچہ تیار ہوتا ہے، اسی بنا پر نیک ہونے والا نبی کسی اچھی ہی ماں کے دودھ سے پرورش پائیگا۔

(۳) تیسری منزل / منزل تربیت ہے۔ تربیت یعنی والدین کی سنگت، سنگت وصحبت کا کیا اثر ہوتا ہے اس سے باہوش دنیا ناواقف نہیں ہے، اخلاقی کتابیں تربیت کے اثرات سے بھری پڑی ہیں۔ تعلیم یعنی زبانی فہمائش کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا تربیت کا، تربیت بچوں کو اپنے سانچے میں پورا ڈھالتی ہے، اسی لئے اخلاقی ماہرین فن نے تعلیم سے بدرجہا بڑائی تربیت کو دی ہے اگر کسی بچے کے والدین غیر خدا پرست ہوں، بچے کو دودھ بھی ایسا ہی ملے اور پھر تربیت بھی غیر خدا پرستوں ہی کی ہو، ایسا بچہ اگر بفرض محال آگے چل کر اپنے ہوش وسمجھ کے زمانہ میں خدا پرست اپنی تحقیق سے ہو جائے، ممکن ہے، لیکن اس ہوشمندی کے دور تک آتے آتے نہ معلوم وہ کتنے بُرے اعمال کر گزرے ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور وہ بد کرداری کے بعد پھر دعویٰ عہد خداوندی (نبوت) ہو کر دوسروں کو بھروسا دلانا یہ ذرا ناممکن سی بات ہوگی۔ لہٰذا آپ کو یہ بھی ماننا ہی پڑیگا کہ ایک نبی ہونے والے بچے کی تربیت بھی کسی اچھے ہی مربی کے ماتحت ہوتی ہے۔

(۴) چوتھی منزل / منزل تعلیم ہے۔ جو کبھی تو تربیت کے ساتھ ساتھ اور کبھی کچھ ہی دنوں بعد مگر ایک ہی ساتھ ہوتی رہتی ہے۔ تعلیم کے معنی زبانی فہمائش ہے ۔۔۔ اوپر کی ہر سہ منزلیں اہم منزلیں تھیں جن کے بعد تعلیم کی منزل ہے، ظاہر ہے کہ اچھی تعلیم وفہمائش وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود بھی اچھے اور با اخلاق ہوں، اور برعکس، یہ تعلیم کا زمانہ بھی اتفاق سے دور ہوشمندی کے پہلے ہی زمانہ سے متعلق ہے اور اس دور کو بھی کسی اچھے با اخلاق ہی معلم کی ضرورت ہے۔ ایک ہونے والے نبی کا یہ دور زمانہ بھی سب سے زیادہ با اخلاق ہی معلم کو چاہتا ہے کیونکہ اس کے سپرد خود دوسروں کو ہدایت کرنا اور تعلیم دینا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خالق کائنات اعلم الغیب سے بڑھ کر اور کون معلم ہو سکتا ہے لہٰذا نبی کو خود تعلیم دے کر اس دنیا کو بھیجتا ہے۔ یہ میں نے ایک معمولی سی تفصیل کر دی ہے اس بہت بڑے مضمون کی جسے پندرہ بیس صفحے درکار تھے۔ یہ سارے منازل اچھی صورتوں سے گذرنے ایک آئندہ با اخلاق ہونے والے معمولی انسان کیلئے ضروری ہیں، چہ جائیکہ کسی نبی کیلئے ۔۔۔ کیا اس تشریح کے بعد اس امر کی وضاحت کی اب بھی ضرورت رہ جاتی ہے کہ نبی کو کس وقت سے گناہوں سے بچنے کی ضرورت ہے اور وہ گناہوں سے کیسے بچتا ہے اس کی فطرت میں گناہوں سے بچنے کی قابلیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے

اس کے خیالات گناہوں سے کیسے کنارہ کش رہتے ہیں، اس کی عادتیں گناہوں کی طرف کیوں مائل ہونے نہیں پاتیں۔ ۔ یہ عہدہ قوت خدا کی طرف سے دیا جاتا ہے یا ہر انسان اپنی کوششوں سے حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن پاک نے تو خود ہی صاف کہہ دیا ہے کہ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ، خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے عہدہ نبوت کو کس جگہ قرار دے گا۔ مقصد خداوند عالم کا یہ ہے کہ یہ عہدہ نبوت انسانی بس کی چیز نہیں ہے میں اسے انہیں لوگوں کے حوالہ کرتا ہوں جو اسے انعام کو پہنچا سکتے ہوں اور ظاہر ہے کہ اسے انعام کو پہنچانا انہیں لوگوں سے ممکن ہے جو ان ہر چہار منزلوں سے تربیت و پاکیزگی کے ساتھ گذر آئے ہوں اور انہیں میں یہ ساری صلاحیتیں بھی آسکتی ہیں کیونکہ جو کپڑا گندگیوں سے صاف ستھرا رہتا ہے اسی پر کوئی رنگ بھی چڑھ سکتا ہے۔ ۔ نبی وقت کا بھی یہی حال ہے، اسے والدین کی طرف سے بچائے گندگی کے صفائی اور پاکیزگی ملنی چاہئے، اچھی رضاعت ملنی چاہئے، آپ نے غور نہیں کیا، آخر جناب موسیٰ پر محل سرائے فرعون میں جہاں ایک سے ایک دودھ والی عورتیں مل سکتی تھیں، قدرت نے یہ کیوں اہتمام کیا وقد حرمنا علیہ المراضع من قبل ۔۔۔ ہم نے تو موسیٰ پر پہلے ہی سے ساری دودھ پلانے والی عورتوں کو حرام کر دیا تھا، اس رضاعت کے لئے رسول عربی کی روایات یہ بتاتی ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خوش صورت و خوش سیرت عورتوں کا دودھ بچوں کو دیا جائے ۔۔۔ تربیت کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں وہ حدیث یاد ہوگی کل مولود یولد علی الفطرۃ ...... سارے بچے فطرت کے قانون یعنی توحید پر پیدا ہوتے ہیں بعد کو ان کے والدین ان کو جیسا چاہتے ہیں یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔ اس روایت پر غور کرنے سے یہ امر بھی واضح ہو جائیگا کہ توحید پر پیدا ہونے والے بچے جب والدین کی تربیت سے غیر مسلم ہو جاتے ہیں تو پھر کسی نبی کو خالق عالم جو یہ چاہتا ہے کہ ساری نوع انسانی انسانیت کے اصول پر چلے، نبی کو اخلاق سیئہ کے حامل والدین کے حوالے کیسے کر دے گا، ہرگز نہیں ہے اور اگر ایسا کوئی موقع آجائے گا یعنی نبی کے موحد والدین اس بچے سے الگ ہو گئے ہونگے یا مر چکے ہونگے تو قدرت اس کا الگ سے اہتمام کرے گی اور اس بچے کی نگرانی موحد ہاتھوں میں دے گی۔ علم کی اہمیت روایت اطلب العلم ولو کان بالصین علم کو حاصل کرو اگرچہ وہ چین جیسی دور دراز جگہ سے حاصل ہو، سے ظاہر ہے۔

مختصر یہ کہ والدین کے مادہ منویہ سے فطرت بنتی ہے اور رضاعت سے فطرت کے اقدار محکم ہوتے ہیں، تربیت سے عادت کی بنیاد پڑتی ہے اور علم سے اس عادت کا پورا رسوخ ہوتا ہے۔ اس کے بعد غور و خوض اور مطالعہ کا نمبر آتا ہے ۔۔۔ جب کوئی معمولی بچہ ان سارے مراحل کو پاکیزگی کے ساتھ طے کر لیتا ہے اس وقت وہ ایک با اخلاق انسان بچپن سے ہو سکتا

(بقیہ صفحہ ۔۔ پر)

(بقیہ صفحہ ۲۴)

خدا کی خدائی ہے (الحمد للہ رب العالمین) وہاں ہی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصطفائی ہے اور یہ وہ مقام ہے جو کسی نبی یا مرسل کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ ارشاد ہوا یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (پ ۲۶ حجرات ع ۱) کہ اے مومنو میرے رسول کی آواز پر آواز نہ نکالو۔ ولا تجہروا لہ بالقول۔ بلند آواز سے آپ سے بات مت کرو۔ پھر فرمایا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ (۲۶) میرے رسول کے آگے مت چلو لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً (پ ۱۸ نور ع ۹) میرے رسول کو عام آدمیوں کی طرح نہ بلاؤ۔ ذرا خداوند تعالےٰ کے نزدیک میرے رسول کی معشوقیت ملاحظہ ہو ارشاد ہے لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (پ ۱۴ حجر ع ۵) اے رسول تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں — قاعدہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی ذاتی عزت و منزلت کے مطابق پکارا جاتا ہے یعنی تخاطب میں مخاطب کی وجاہت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کے والدین نے اس کا نام فضل دین رکھا ہو اور وہ کم حیثیت ملازم ہو۔ تو اسے اوے پھجیا کہہ کر پکاریں گے۔ اس سے بلند ہو تو فضیا کہہ دیں گے۔ برابر کے درجہ پر ہو تو بھائی فضل دین صاحب وغیرہ۔ لیکن اگر یہ فضل دین یا پھجا کوئی بڑا آدمی ہو۔ مثلاً تحصیلدار یا تھانیدار وغیرہ تو پھر اس کا نام نہیں لیتے۔ کیونکہ نام لے کر پکارنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ پھر یا تو اس کی ذات کا نام پکاریں گے۔ مثلاً جناب شیخ صاحب جناب شاہ صاحب جناب خان صاحب جناب ملک صاحب وغیرہ وغیرہ یا تھانیدار صاحب یا تحصیلدار صاحب کہہ کر پکاریں گے — قرآن مجید کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سب انبیاء کو نام لے لے کر پکارا۔ مثلاً

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ　　　یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض

یا عیسےٰ انی متوفیک و رافعک الی　　　یا یحییٰ خذ الکتاب　وغیرہ وغیرہ

لیکن میرے رسول کا نام نہیں لیا گیا۔ بلکہ خطابات سے تخاطب کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک　　　یا ایھا النبی جاہد الکفار و المنافقین

یٰسین والقرآن الحکیم

اے میرے رسول۔ اے میرے نبی اے میرے سلطان الانبیاء اور — اگر میرے رسول کو دیکھا کہ چادر اوڑھے ہیں یہی ادا پسند آگئی۔ ارشاد ہوا۔ یا ایھا المدثر۔ اے میرے چادر اوڑھنے والے نبی — کمبل اوڑھا تو ارشاد ہوا۔ یا ایھا المزمل۔ اے میرے کمبل اوڑھے ہوئے رسول۔ طہارت کا خیال آیا تو ارشاد ہوا طٰہٰ اے میرے طاہر و مطہر رسول —　　　افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ایسے رسول کی معرفت کا حق حاصل نہیں کی۔ ورنہ آج دنیا کی نظروں میں یوں ذلیل اور خوار نہ ہوتے۔ اور اسے اپنے جیسا بشر قرار نہ دیتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنظیم ملت کے سلسلہ میں تین اہم اور قابل غور مضامین

(۱) دینی تنظیم و تبلیغ کیلئے تین نکاتی پروگرام

(از مدبر ملت سید علی احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی سابق صدر حکومت آزاد کشمیر)

(۱) دین اسلام دین اللہ :- دین اسلام دین اللہ ہے۔ اس دین کے بنیادی مقاصد یہ ہیں کہ عفاف و عدل۔ آئین الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کرنا اور اللہ سے ڈرنا۔ سلامتی و امن دنیا میں قائم کرنا اور فساد نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ سلامتی و امن کی تعلیم دیتا ہے اور فساد فی الارض سے منع فرماتا ہے۔ عبادت صرف اللہ واحد لاشریک کی کرنا۔

(۲) دین انبیأ و مرسلین :- تمام انبیا و مرسلین کا دین آدم سے لیکر خاتم النبیین و سید المرسلین تک یہی دین اسلام تھا اور یہ قیامت تک جاری ہے۔ یہ تمام انبیا و مرسل ایک واحد امت تھے۔ اللہ کو معبود برحق واحد، اور ملک السمٰوٰت و الارض واحدہٗ لاشریک ماننے والے تھے اور اسی کی عبادت کرتے تھے اور اطاعت کرتے اور اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے اور جو آیات اُن پر نازل بذریعہ ملائکہ (یعنی وحی) ہوئیں اُن کی تبلیغ اور اس وحی کا اتباع کرتے تھے اور اس پر عمل پیرا تھے اور اپنی امت کو تبلیغ کرتے اور تعلیم دیتے تھے اور اللہ کی آیات کے خود مطیع تھے۔

(۳) مسلمین اور اُن کا اصول :- اور اللہ کی آیات پر ایمان لانے والوں اللہ واحد لاشریک کی عبادت کرنے والوں اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور رسولوں پر ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنے والوں کا اللہ نے "مسلمون" یا "مسلمین" نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ میرے رسول آخر غالب آئینگے۔ یہ مسلمون (۱) اللہ (۲) ملائکہ (۳) کتب آیات اللہ (۴) رسولوں (۵) یوم آخرۃ یا یوم الدین پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ جو لوگ قرآن حکیم و عظیم کی آیات کے مطابق (۱) اللہ (۲) رسالت و نبوت (۳) اور قیامت یا معاد پر ایمان لائے وہ مسلم کہلائے۔

(۴) ملت ابراہیمؑ۔ امامت :- اور جنھوں نے ان تین اصولوں کے ساتھ ساتھ اصول عدل آئینِ کتاب الٰہیہ۔ اصول امامت محمدؐ لے یعنی ملت ابراہیمی پر اعتقاد، علم، فہم حاصل کیا

اور آئمہ حدیث کی فقہ دین کے مطابق علم و اعتقاد رکھکر صالح عمل کیا وہ مسلم اور اس کے ساتھ مومن کہلائے۔

(۵) **عالمی تنظیم:** - چونکہ دین اللہ اسلام صرف کسی ایک خطہ یا ملک یا ایک قوم کیلئے نہیں بلکہ تمام ارض اور عالمین کے لئے ہے اسلئے دین اسلام تمام دنیا اور تمام اقوام کے لئے دین ہے اسی لئے اس کی تنظیم تمام عالم کی ایک ہی ہونی چاہئے۔ اسوقت دنیا انسانوں کے مندرجہ ذیل طبقات پر مشتمل ہے۔

(ا) جو تمام کتب الہیہ و تمام انبیاء و مرسلین پر ایمان رکھتے ہیں وہ تمام دنیا میں مسلمین ہیں۔

(ب) جو چند کتب الہیہ پر اور چند رسولوں و انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں وہ اہل کتاب جیسے یہود و نصاریٰ یا عیسائی وغیرہ

(ج) جو اللہ واحد لاشریک کے ساتھ یا کسی اور ہستی بت - انسان یا جن یا حیوان یا پتھر کی عبادت کرتے ہیں وہ مشرک ہیں اور آیات اللہ سے انکار کرنے والے یا آیات اللہ و رسول کو جھٹلانے و انکار کرنے والے کافر ہیں۔

۶- **موجودہ دنیا میں انسانوں کی مذہبی تقسیم:** - اس وقت (یعنی ۱۹۶۰ء) میں تقریباً تمام دنیا کی آبادی دو ارب پچاس کروڑ کے لگ بھگ ہے اور وہ مذہبی و نظریاتی طور پر مندرجہ ذیل ہے:-

تعداد ممالک			
۳۶	(۱) کرسچیانٹی (عیسائیت یا نصاریٰ معہ یہودیت)	۷۰ کروڑ	(اہل کتاب)
۴۴	(۲) دین اسلام کے پیرو	۶۰ کروڑ	(مسلم)
۱۱	(۳) بدھ مت	۵۰ کروڑ	(مشرک)
۱	(۴) ہندو مت (معہ آریہ و جین)	۴۰ کروڑ	(مشرک)
۱۰	(۵) کمیونزم (دھریت)	۲۵ کروڑ	(کفار دھریہ)
۱۰	(۶) دیگر مذاہب معہ پارسی مجوسی سکھ وغیرہ	۵ کروڑ	(مشرک)
۹۲		کل ۲۵۰ کروڑ	

۷- **مختلف مذاہب کی تنظیمیں:** - اب میں ہر ایک مذہب کی نہایت مختصر تنظیم و تبلیغ کا ذکر کرونگا، اور یہ صاف ظاہر ہوگا کہ مسلمانان عالم بحیثیت مجموعی دیگر مذاہب سے زیادہ بدنظم ہیں اور متحد نہیں جتنے دیگر مذاہب والے یا نظریات والے متحد ہیں:-

تنظیم اہل کتاب - اب پہلے نصاریٰ (کرسچیانٹی) کو لیجئے دو فرقوں یا مذہبوں میں منقسم ہے

۱- رومن کیتھولک تنظیم - رومن کیتھولک جو ایک پوپ جنرل کے تحت ۵۰ کروڑ ہیں اور دنیا کے ملکوں میں اس کو اپنا ایک مذہبی لیڈر یا پیشوا مانتے ہیں - اور جنرل پوپ آف روم کے

تحت ان کے تمام چرچز (CH. RCHES) ہیں۔ اور پوپ ہی (۱) کارڈینلز (۲) آرچ بشپس
بشپس (۳) چیپلینز (۴) ڈیکنز کو مقرر کرتا ہے اور اختیار دے دیتا ہے۔ ان کا خرچ
دنیا کے تمام چرچوں میں تبلیغ۔ تعلیم۔ ہسپتالوں میں خرچ کی تقسیم۔ کتب دینی۔ تنخواہیں دی جاتی
ہیں۔ اور عیسائیت کا ٹیکس (یعنی تعلیمہ یا جمعیت) ہر بالغ عیسائی سے لیا جاتا ہے اور ہر بالغ
رومن کیتھولک ممبر ہے۔ اس لئے اس تنظیم کے ۲۵ کروڑ کے قریب دنیا میں ممبران ہیں۔ پادری ہر ملک
وہر زبان میں بائیبل کی تعلیم و تبلیغ کر رہے ہیں۔

اور دو کونسلیں ہیں (۱) ایک چار تہائی سے زیادہ کارڈینلز کی مرکزی (۲) ہر ملک میں آرچ بشپس
کی کونسل۔ پوپ کے نمائندے ایلچی تمام ممالک کی حکومتوں کے ساتھ مقرر ہیں اور ان کے تحت علاقے
یا ملک تنظیم و تبلیغ و تعلیم کے لئے منقسم ہیں۔

۲۔ پروٹسٹنٹ تنظیم۔ پروٹسٹنٹ کل دنیا میں ۲۰ کروڑ کے قریب ہیں۔ ان کے چرچ اپنے
اپنے ملک و حکومت کے دائرہ میں مرکز ہیں اور انہوں نے بھی دنیا میں اپنے پادری بشپ۔
ڈیکن وکل سے یا اپنے ملک سے مقرر کر کے چرچوں کا نظام دنیا میں کیا ہے۔ ان کے اپنے اپنے
ملک میں چرچ (CHURCH ACTS) ایکٹس کے تحت تنظیم کی کونسلیں ہیں مثلاً چرچ آف انگلینڈ
چرچ آف سکاٹ لینڈ۔ چرچ آف امریکہ بپٹسٹ مشنریز وغیرہ WORLD COUNCIL OF CHURCHES
کی تحریک ۱۹۱۰ء سے جاری ہے

(۳) اسی طرح جہاں جہاں یہودیوں کی آبادی یورپ و امریکہ وغیرہ میں ہے۔ وہاں ان کی تنظیم ایک ہے
اور تمام دنیا کے یہود کی ایک مرکزی تنظیم ہے

یہ اہل کتاب کی تنظیمیں صرف تمام ملکوں میں ہی اور مرکزی نہیں۔ بلکہ ان میں
RELIGIOUS NON-GOVERNMENT ORGANIZATIONS UNITE
SOCIAL AND EDUCATIONAL کا الحاق NATION SCULTURAL
COMMITTEE کے ساتھ رابطہ ہے اور اپنے مذہبی مفاد کو اس
کمیٹی کی معرفت اقوام متحدہ یو۔ این۔ او۔ سلامتی کونسل و جنرل اسمبلی تک مذہبی آواز کا
سلسلہ و رابطہ پہنچایا ہوا ہے۔ حکومتوں کی طرف سے بائیبل کے سرکاری ترجمے کرا کے چھپوائے
جاتے ہیں اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔

{SPIRITUAL LORDS}
اس طرح عیسائی ممالک مثلاً انگلینڈ میں پارلیمنٹوں میں بھی بشپس
نمائندگی کرتے ہیں بلکہ انگلینڈ کے فوجی محکموں میں چیپلن لفٹننٹ سے چیپلن جنرل تک تمام آدمی
بحری۔ بری۔ ہوائی فوج میں چیپلن ہیں اور وہ چرچوں اور قبرستانوں (GRAVE SERVICES)

کا انتظام قواعد و ضوابط کے تحت چرچ ایکٹ کے ماتحت سنبھالے ہیں۔ ہر ایک سپاہی و افسر کو بائیبل (PRAYER BOOK) مفت گورنمنٹ مہیا کرتی ہے۔ امریکہ میں ایک لاکھ بائیبل سالانہ چھپوائی جاتی ہے اور تقسیم ہوتی ہے۔

۸۔ وائے برحال ما۔ اسلامی ممالک میں صرف (LIP SERVICE) زبانی جمع خرچ ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا تو ہر ایک مسلمان و مولوی کے زبان زد ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر عمل و نیت کی رو سے اختلفوا و تفرقوا۔ اور غیر مسلموں کا طریقہ مسلمان سیاسی لیڈروں و مختلف مذہب کے علماء نے جو وطیرہ اختیار کر رکھا ہے وہ یہ ہے من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا کل حزب بما لدیھم فرحون (۳۰ / ۳۲ روم) ان لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے فرقہ فرقہ ہو گئے اور ہر گروہ اپنے طریقہ پر نازاں ہے یا فرحت و خوشی و انبساط میں مبتلا ہے۔

یہ دین جو دوسروں کے تفرقہ و اختلاف کو مٹانے آیا تھا اور اس کو حکم تھا کہ "کہدو کہ آؤ اے اہل کتاب ایک بات پر ہم متفق و متحد ہو جائیں کہ ایک دوسرے کو لارڈ نہ بنائیں بلکہ (آیات اللہ) پر چل کر اللہ تعالے کو حقیقی لارڈ۔ مالک۔ بادشاہ۔ معبود مانیں اور اس کی اصلی حق (نجی) آیات پر ایمان لا کر اس اصول توحید پر متفق ہو کر کام کریں تعاون کریں اور اختلافی مسائل پر جو فقہی ہیں ان کے متعلق لکم دینکم ولی دین۔ لا اکراہ فی دین پر کاربند ہوں۔ اختلافی امور میں تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے۔

مگر افسوس کہ جو پالیسی علماء و اسلامی فرقوں یا مذہبوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ وہ نہایت ہی افسوسناک ہے۔ قرآن حکیم نے اہل کتاب کو اور ان کے علماء و رہبان کو ان کے اختلاف پر مذمت کی ہے۔ مگر در اصل وہ باتیں عملی طور پر ہمارے علماء و مولویوں و سیاسی لیڈروں کے اعمال و کردار و نیتوں میں آگئی ہیں[1]۔ اگر اللہ اس دین اسلام و قرآن عظیم کا محافظ نہ ہوتا تو خدا جانے ہمارا انتشار و نا اتفاقی میں کیا حال ہوتا۔ جیسے پہلی امتوں و قوموں کی بے اصولی پر ہوا۔

۹۔ اب بھی وقت ہے۔ ہم نیتوں و اعمال کو قرآن حکیم و سنت رسول اللہ و آئمہ ہدیٰ کے طریقہ پر شخصی طور پر اور قومی طور پر چلائیں اور اپنے نفسوں و اہل کو نار سے بچاویں

[1] الحمد للہ کہ بعض ایسے علماء بھی ابھی تک موجود ہیں جو بلاشبہ ثقہ اور صالح ہیں اور خدمت دین اسلام بے لوث اور مخلصانہ طور پر انجام دے رہے ہیں۔ جن علماء کا ذکر سید صاحب موصوف فرما رہے ہیں۔ یہ ہستیاں اُن سے مستثنےٰ ہیں۔ (معارف اسلام)

اور اقربا میں بھی اور تمام مسلمانوں و ملک میں تبلیغ تنظیم تعلیم کو عام کریں تفرقہ والی باتوں کو نظر انداز کریں اور اتحاد - اتفاق - اپنی مذہب و ملت بلکہ تمام دین اسلام کے دو بڑے فرقوں یعنی (۱) سنت جماعت (۲) و محبان محمد و آل محمد یعنی اتباع آئمہ اہلبیتؑ کا کرنے والوں میں پیدا کریں۔

۱۰۔ **تین نکاتی پروگرام** - یہ ہر دو فرقے ظاہری طور پر تو دو باتوں میں متفق ہیں۔ یعنی (۱) قرآن عظیم (۲) سنت رسول اللہ پر چلنا عمل پیرا ہونا - اس لئے میرا تین نکاتی پروگرام برائے تنظیم یہ ہے

(۱) **اتحاد بین المسلمین** کے لئے اہلسنت والجماعت سے تعاون کیا جائے - قرآن وسنت رسولؐ میں جو سنی شیعہ اصولوں و ضروریات دین میں اتفاق ہے یا قرآن و احادیث کے جن مسئلوں میں اتفاق ہے اس پر متفقہ ریسرچ کی تنظیم علماء بنا کر متفقہ امور دین میں تبلیغ تعلیم و عمل کریں۔ اور جن مسائل میں اختلاف ہے اُن کو اپنے اپنے طریقہ اور اپنی تنظیم میں احسن طور سے تبلیغ کریں۔

(۲) **اہل کتاب سے تعاون** - اہل کتاب خاص کر علماء توریت - زبور - انجیل اور قرآن حکیم کی آیات میں توحید - رسولوں - قیامت کے احکام میں اتفاق ہے متفق ہوں ان سے بر و تقویٰ میں تعاون کریں اور اثم و عدوان میں عدم تعاون

(۳) **خود اپنی تنظیم** - قرآن و سنت رسولؐ کی تعلیم و عمل جیسے آئمہ اہلبیتؑ نے اصول و فروع فقہ میں بتائی ہے اسکی تعلیم دیں - تبلیغ کریں۔ متفق ہو کر مرکزی مجلس مجتہدین کے تحت تنظیم ہو - اور وہ پہلے **پاکستان میں پھر قریبی اسلامی ممالک کی تنظیم** - پھر اسلامی ممالک میں تنظیم، تعلیم و تبلیغ کی جاوے - اور دیگر ممالک کے علماء سے تعاون ہو - اس کے لئے تمام علماء - مجتہدین - مساجد کے پیشنماز گاؤں - محلہ - جامع مساجد - مذہبی مدارس - رسائل - اخبارات - مذہبی کتب کے سنٹر تعاون کریں - اردو - بنگالی - انگریزی - عربی - فارسی میں قرآن حکیم کا ایک متفقہ ترجمہ - اور اپنے پریس چھاپے خانے مغربی و مشرقی پاکستان کے دارالخلافہ میں جاری کریں - اور احادیث آئمہ اہلبیتؑ و فقہ کی کتب کے اردو ترجمہ کے لئے ایک علمی کمیٹی مقرر کر کے شروع کیا جاوے - پھر ملک میں تمام ڈویژنوں - ضلعوں - شہروں - قصبوں تحصیلوں - دیہات - محلوں میں تعلیم و تبلیغ شروع کی جاوے - کیونکہ رسول اللہ کی حدیث ہے کہ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ اور یہ فرض تعلیم پہلے سب سے اوّل آیات و قرآن کی تعلیم ہے - اور اس کے بعد احادیث و فقہ کی سب سے پہلے اصول دین و فروع دین کی تفصیل سے اہلسنت تبلیغ کی جاوے۔

۱۱- اس تعلیم - تبلیغ - تنظیم کے لئے تجویز :-

(۱) مجلس یا کونسل آف مجتہدین پاکستان - مرکزی -

شعبہ جات تحتی مجالس

(۲) کونسل آف علما جامع مساجد و مکاتب - مدرسین معلمین - خطیب - واعظین و مبلغین۔

(۳) کونسل علما مساجد - خطیب واعظین و مبلغین ،

(۴) مجلس مدیران رسائل و اخبارات

(۵) مجلس مترجمین مؤلفین و مصنفین اسلامی کتب معہ کتب فروشان

۱۲- نوٹ ۱؎ بارایٹ لاء - ایڈوکیٹ یا ججز جو محمڈن لا کے پورے واقف اور L.L.M وغیرہ ہوں وہ مجالس میں شامل ہوں ۔ معارف اسلام اُن کو دعوت دے ۔ اور ابتدا شروع کرے ۔ اور عالم یہ اقرار کرے کہ وہ اپنی بجائے دوسرے علما کو عہدوں میں وہ اپنے پر ترجیح دیگا ۔ اگر مجلس میں متفقہ فیصلہ ہو کہ فلاں عالم زیادہ عالم یعنی اعلم واعدل ہے اور متقی و صالح عمل ہے ۔ اور وہ محنت اور وقت اس عہدہ کے لئے دے سکتا ہو تو اس کی صدارت کے تحت عمل کیا جاوے ۔ پوری تفاصیل یہ مجالس خود طے کر سکیں گی ۔

نوٹ ۲؎ ۔ سیاسی تنظیم میں بھی اقوام متحدہ کے ممبران میں مسلم ممالک پیچھے ہیں ۔

	بلاک		سلامتی کونسل	جنرل اسمبلی	
(۱)	یورپین	N.A.T.O	۳	۱۶	ممالک اقوام عیسائی
(۲)	امریکن	O.A.S		۲۰	" "
(۳)	کمیونسٹ		۱	۱۰	ممالک
(۴)	بدھ ممالک		۱	۱۱	
(۵)	افریقہ مع دیگر ممالک		–	۱۰	
(۶)	اسلامی ممالک		–	۲۴	۱۲ عجمی ایشیائی / ۱۲ عربی بلاک
(۷)	ہندو ملک		–	۱	
	میزان		۵	۹۲	

۱۱- ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

مطابق

۴ ستمبر ۱۹۶۰ء

سید علی احمد شاہ

(۲) آخر یہ دماغی عیاشی کب تک؟

لمحۂ فکر برائے مفکرین قوم

(از مدیر ملت آغا سید فتح علی شاہ صاحب ناظم الامور جعفریہ ایسوسی ایشن پاکستان لاہور)

جو ذوات مقدسہ باعث احیاء و بقائے اسلام ہیں ان کا اعلائے ذکر یقیناً موجب سعادت دارین ہے۔ یہ نصب العین اور یہ مشن فی نفسہ ہماری حیات ملی کا متضمن ہے۔ افراد اہل بیتؑ کی محافل ولادت اور ان کی مجالس شہادت کا انعقاد بالخصوص عشرۂ محرم الحرام تا ختم ایام اربعین کے علاوہ سال بھر فضائے عالم کے ہر گوشے، ہر طبقے، ہر فضا اور ہر رنگ میں ہوتا رہتا ہے اور بفضل ایزدی ہوتا رہیگا۔ مواعظ و تقاریر کا سلسلہ اپنے موقع و محل کے لحاظ سے جاری و ساری رہنا چاہیئے۔ علمائے کرام کی تقاریر ہم سنتے رہے اور سنتے رہیں گے۔ پس نہ اس مقصد سے انکار ہے۔ نہ اس کے مخالف ہیں نہ تبلیغ کا دروازہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ اور نہ ہی اعلائے کلمۃ الحق سے مانع ہیں کیونکہ یہی وہ درسگاہ ہے جس سے ہمارے بزرگ و خورد علوم دینیہ سے جھولیاں بھر کے اٹھتے ہیں اور دیگر فرق اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن زمانہ کی روش بتا رہی ہے کہ اکثر حضرات نے یا تو ان مجالس کو دماغی عیاشی کا سامان بنا رکھا ہے یا فراہمی چندہ کا ایک ذریعہ۔ یہ جملہ امور ارتقائے قومی کیلئے مضرت رساں ہیں۔ انجمنوں کی کثرت افراد قوم کو چھوٹی چھوٹی پارٹیوں میں منقسم کر دیگی۔ قوم میں اختلاف رائے اور انتشار رونما ہونگے۔ اتحاد قومی کو ضرب لگے گی۔ حسد و بغض، منافرت و افتراق ترقی پذیر ہونگے۔ ایک دوسرے کی ضد اور فوقیت حاصل کرنے میں ثواب ایسا عظیم الشان مقصد فوت ہو کے رہ جائیگا۔ جہاں نیت میں خلل آیا ثمرہ عمل کی امید موہوم ہو جائیگی۔

قوم کے غور و فکر کیلئے یہ چند سطور خالصتاً لوجہ اللہ پیش کی جا رہی ہیں۔ للہ قوم پر رحم فرمایئے کانفرنس سازی اور انجمن بازی کے ذریعہ سے اتحاد ملی کو پریشان نہ کیجئے۔ کوئی ایسا ٹھوس قدم اٹھایئے جس سے قوم کو مستقل اور دوامی فائدہ ہو۔ رفتار زمانہ مقتضی ہے کہ دوسری قوموں کے دوش بدوش چلنے کیلئے ایسا پروگرام مرتب کیا جاوے۔ جو اپنی ضروریات کو بھی پورا کرے اور دوسری قوموں کے ساتھ میدان ترقی میں گامزن ہو سکیں۔ جہاں تک اپنی ضروریات کا تعلق ہے اتنے بڑے شہر میں کوئی عیدگاہ نہیں۔ کوئی قبرستان نہیں۔ کوئی جلسہ گاہ نہیں۔ کوئی پریس نہیں۔ کوئی مرکزی کتب خانہ یا دار المطالعہ نہیں۔ کوئی ایسی درسگاہ نہیں جہاں دینی اور دنیاوی تعلیم کا مجموعی انتظام ہو۔ کوئی دینی کتب کی نشر و اشاعت

کا مستقل ادارہ نہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے قوم میں ممتاز و متمول افراد کی کمی نہیں جن کے چشم و ابرو کے اشارے پر دولت کے ڈھیر لگ سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر روز نئی انجمنوں کے قیام کے اور محض نشستند و گفتند و برخاستند پر اکتفا نہ کیا جاوے بلکہ ایسے تعمیری کام اختیار کئے جائیں جن سے آئندہ آنے والی نسلیں فائدہ اٹھا سکیں۔ موجودہ ضروریات کے پیش نظر لاہور ایسے شہر میں کم از کم ایک شیعہ سکول اور شیعہ کالج کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ ہمارے بچے اپنے مذہب سے خبردار ہو سکیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہمارے پاس اکثر شکایات موصول ہوئی ہیں کہ ہمارے بچوں کو سکولوں میں ان کے عقائد کے خلاف مذہبی تعلیم دی جا رہی ہے اے قوم! کیا ہماری غیرت ایمانی کا یہی تقاضا ہے کہ ہم چندہ فراہم کر کے کارنیوال سرکس کی طرح مختلف کھیل دکھا کر بزم نشاط قائم کریں اور ایک سکول اور ایک کالج بھی تعمیر نہ کرا سکیں۔ پس ہم اکابرین ملت سے بخلوص دل یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہماری تحریر کو جو سراسر نیک نیتی پر مبنی ہے بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں اور غیر ذمہ دار اداروں کو چندہ کی گراں بہا رقوم دے کر روپیہ ضائع و برباد نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ

(سید فتح علی شاہ)

اپنے اخلاق کو سنواریئے

اخلاق کا بھی کوئی معیار ہونا چاہئے۔ ہر ملک کی رسوم اخلاق جدا جدا ہیں اور ہر قوم نے اپنے اخلاق کی جدا جدا رسمیں ڈالی ہوئی ہیں۔ مگر خدا کے نزدیک اخلاق کا ایک مقررہ معیار ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف نمائندگان الٰہی ہی سے مل سکتا ہے۔

اخلاق المعصومینؑ

کے مطالعہ سے آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جائیگا۔ اخلاق کے اعلیٰ نمونے جس وقت آپ کے سامنے آئے تو یقیناً اُن کے اپنانے اور ان کی پیروی کرنے سے عادات بد کا قلع قمع ہونا ضروری ہے اور عادات حسنہ کا پیدا ہونا لازمی ہے یہ مفید کتاب آپ دفتر

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) شاہ عالمی گیٹ لاہور سے حاصل کر سکتے ہیں

مؤلفہ علامہ سید امداد حسین کاظمی صدر ادارہ۔ صفحات ۲۰۰ ضخامت قیمت ہے؍ (علاوہ خرچہ ڈاک)

(۳) قومی و مذہبی قیادت کے لئے دینی درسگاہوں کے طلبا کی تیاری

دینی طلبا کے وقار کا راز غور و فکر کرنے اور اپنے میں مجاہدانہ روح پیدا کرنے میں ہے

(از مدیر ملت سید حسن بلتستانی مدظلہٗ - کراچی)

یوں تو برصغیر ہند کے مسلمانوں کا زوال بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا مگر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد مسلمانوں کا رہا سہا وقار بھی جاتا رہا مسلمان ہر طرف مشتبہ نگاہوں سے دیکھے جانے لگے۔ یہ صحیح ہیں کہ اس تنزلی اور انحطاط کو کسی نے محسوس نہ کیا ہو یا مسلمانان ہند کی اس گرتی ہوئی حالت سے چشم پوشی کرتے ہوئے لوگ اللہ پر ڈوری لگائے بیٹھے رہے ہوں۔ بلکہ بعض چھوٹے بڑے حکمرانوں نے بھی اس قومی زوال کو محسوس کرتے ہوئے اکثر اوقات قدم آگے بڑھائے۔ ہم اپنے موضوع کے ماتحت اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتے کہ کب کب کیا حالات گزرے۔ مگر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ علماء اسلام نے اس کا کیا اثر لیا۔ پس جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ علما کی ایک جماعت میں ان واقعات کے ماتحت عجیب روح پیدا ہوئی اور اس احساس سے ان میں عملی اقدام کی آگ سلگ دی اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ وہ آگ آج تک نہیں بجھی۔

علماء اہلسنت میں یہ یاست پہلے تحریک جناب شاہ ولی اللہ سے شروع ہوتی ہے مولانا موصوف اپنے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ ایسے افکار کی تبلیغ فرماتے رہے اور ان کے بعد شاہ عبد العزیز نے اس مشن کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا۔ یہاں تک کہ یہ انہی افکار کے نتائج تھے کہ اسی درس گاہ کے دو نمونے شاہ اسمٰعیل اور سید احمد تھے جو اس قربان گاہ میں کام آئے۔ گو اس کے فوری بعد اس جماعت کے افراد منتشر ہو گئے مگر اندرونی طور پر یہ تحریک ختم نہ ہوئی۔

اس ابتدائی دور کے فوری بعد دوسرا دور دیوبند اور علی گڑھ کی دینی و دنیوی تعلیم کی تحریک کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ عوام کا یہ خیال درست نہیں کہ دیوبند مثل دیگر دینی درسگاہوں کے ملاؤں کا مدرسہ ہے اور یہاں سے مسجدوں کے لئے ملاں مولوی تیار ہوتے ہیں یا خوش بیان واعظ جا کر گوشے گوشے پہنچ جاتے ہیں۔ بلکہ دیوبند مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک مکتبۂ فکر و خیال

کا مرکز ہے اور یہ درس گاہ طلباء میں ایک روح پیدا کرتی ہے۔ اور یہاں کے طلباء اپنا نصب العین حاصل کرنے میں سخت متشدد ہوتے ہیں یہاں کے فارغ التحصیل اگر ایک طرف مسجدوں کی امامت سنبھال کر اپنے خیالات کی اشاعت کرتے ہیں تو دوسری طرف یہاں کے مفکر سیاسی میدان میں پیش پیش قید و بند کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نصب العین کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں۔ دیوبند میں غور و فکر کی آزادی کا اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ اگر حسین احمد صاحب مدنی کانگرس کے پلیٹ فارم پر گامزن ہیں تو بشیر احمد صاحب عثمانی مسلم لیگ کے ذریعے تحریک آزادی میں پیش پیش رہے اسی ماحول کا اثر تھا کہ جناب عبید اللہ سندھی ایک تڑپ لے کر اُٹھے اور موصوف نے ہندوستان سے باہر تمام ممالک چھان مارے جناب موصوف کا یہ سفر صرف سیر و سیاحت نہ تھی بلکہ اپنے نصب العین کی تلاش و جستجو تھی اس کے بعد سندھی مرحوم نے سندھ ساگر ادارہ کھول کر اپنے خیالات اور تجربات کی اشاعت شروع کی مگر عمر نے وفا نہ کی۔

علماء اہلسنت کی اس تگ و دو کا نتیجہ ہے کہ یکے بعد دیگرے علمی اور عملی میدان میں یہ جماعت ہمیشہ گامزن رہی اس جماعت نے مقصد حیات کو سمجھتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی معاشرتی ہو یا اقتصادی اپنی جد و جہد کو جاری رکھا۔ شبلی نعمانی مرحوم کے اپنے مخصوص فن کے حق میں علمی اور عملی کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں آج دار العوام ندوہ موصوف کی جد و جہد کا نتیجہ ہے۔

جناب علامہ مودودی جو عہد حاضر کے مستند اہل جماعت علماء میں سے ہیں اُن کی عملی جد و جہد سے برصغیر ہند و پاک کا ہر فرد واقف ہے۔ آپ ایک فعال اسلامی جماعت کے محرک ہیں آپ کو یہ فخر حاصل ہے کہ عہد حاضر میں آپ نے اپنی جد و جہد سے ایک ایسی جماعت کی تشکیل فرمائی جو زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرتی رہی۔ آپ کا سلسلہ تصنیف اور ہنگامی سیاسی، اقتصادی اور مذہبی تگ و دو آپ کی انتھک کوششوں کا پتہ دیتی ہیں اور حیرانی ہوتی ہے "کہ ایک انار اور سو بیمار" کے مصداق ہر شعبہ حیات میں اہل جماعت کو موصوف کی رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اسی طرح ہمارے دیکھتے دیکھتے جناب غلام احمد صاحب "پرویز" کے نام سے مشہور ہوئے اور عہد جدید کے مفکرین گئے آپ نے نیا فکر پیش کیا اور بزم طلوع اسلام کی بنیاد ڈالی اور آج مذہبی دنیا نے اہلسنت میں پرویز صاحب کی جدید فکر نے ہل چل مچا رکھی ہے۔ پرویز صاحب کے خیالات سے ہمیں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اُس کی ذاتی جد و جہد مصروفیات تصنیف و تالیف کی داد نہ دینا بے حد ناانصافی ہو گی یہ ہے علماء اہل جماعت کی یک صد سالہ جد و جہد کا مختصر سا نقشہ جو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ جماعت اہلسنت کے علماء کی جد و جہد جستجو و ایثار و قربانی وغیرہ جملہ امورات کو تسلیم کرتے ہوئے جبکہ اُن کی زندگی کے ایک پہلو پر غور کیا جائے تو اس میں انکے مختلف اعمال

جماعتیں متفق نظر آتی ہیں اور یہ اتفاق ایک خاص جذبہ کے ماتحت پایا جاتا ہے جو شیعوں کے لئے قابل غور ہے۔ وہ اندرونی جذبہ "آل محمدؐ" سے دبا ہوا احتراز اور پرہیز ہے۔ اس جماعت کے سرپرست جناب شاہ عبدالعزیز نے اسی جذبہ کے تحت تحفہ اثنا عشری لکھ کر اس کی ابتدا فرمائی اور اس کے بعد اس جماعت نے ہر شعبہ حیات میں طریقہ آل محمدؐ سے گریز کرنے اور کرانے کی پوری کوشش کی گو یہ دور بنی امیہ یا بنی عباسیہ کے زمانہ کی مانند جبرو قہر کا دور نہ تھا مگر ان بزرگوں نے حکمت عملی سے کام لینا شروع کیا اور نہایت دانشمندی سے اپنے مشن کو آگے بڑھایا جس کا نتیجہ اور اثرات ملاحظہ فرمانا ہو تو آج موجودہ عام تصانیف و لٹریچر ملاحظہ فرما دیں۔ علامہ مشرقی بانئے تحریک خاکسار کی اہم تصنیف تذکرہ ہے آپ اسے شروع سے آخر تک پڑھ جائیں آپ کو کہیں آل محمدؐ کا حوالہ نہ ملے گا۔ اسی طرح مولانا محمد علی مرحوم امیر جماعت احمدیہ اور علامہ یوسف علی کے قرآن کے ترجمے اور حاشیے دیکھیں تو انہوں نے بھی آل محمدؐ کے اقوال کی تحریر سے پرہیز فرمایا ہے اسکے علاوہ موجودہ تحاریک کے جملہ لٹریچر کا آپ مطالعہ فرمادیں تو معلوم ہوگا کہ زندگی کے مسائل حل کرنے میں آل محمدؐ کی زندگی کی کوئی مثال ایسی ان بزرگوں کو نہیں ملی ہے جو پیش کی جاوے۔

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اپنے حالات کا بھی جائزہ لیں پس ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ صدیوں میں ہم نے بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی تلواروں کا مقابلہ کیا اُن کے مظالم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محمدؐ و آل محمدؐ کے مشن کو پھیلایا۔ ہمارے علماء مبلغین اور معلمین نے کابل اور سرحدی خطرناک علاقوں میں گھس کر محمدؐ و آل محمدؐ کی تعلیم کو پھیلایا۔ کشمیر و تبت کی وادیوں میں حسینیت کا پیغام پہنچایا۔ روس و چینی ترکستان میں علیؑ ولی اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے اپنی عہد ہی میں اس امانت کو کہاں تک پروان چڑھایا۔ اس محدود مطلق زمانہ میں جبکہ آمد و رفت کے ذرائع محدود تھے۔ حضرت سید علی ہمدانی نے کشمیر کے لاکھوں انسانوں کو دولت ایمان سے مالا مال کر دیا مگر کیا اُن کے بعد اس زمانہ میں جبکہ ہر سہولتیں پیدا ہو چکی تھیں ہمارے اسلاف کے کسی عالم کو ان علاقوں میں تشریف لا کر اس قومی امانت کی خبر گیری کی توفیق ہوئی۔ اسی گلگت و بلتستان (تبت خورد) وغیرہ علاقوں میں حضرت شمس الدین عراقی نے اس زمانہ میں اہلبیت علیہم السلام کا علم بلند کیا جبکہ وہاں رافضی کش پالیسی کا دور دورہ تھا انہوں نے لاکھوں انسانوں کو اپنی حکمت عملی سے ولائے اہلبیت بنایا مگر انگریزوں کے ڈیڑھ سو سالہ پُرامن دور میں کبھی عراق و ہندوستان کے کسی عالم دین کو یہ توفیق حاصل نہ ہوئی کہ وہ حضرت شمس الدین عراقی کے اُس پُر آشوب زمانہ کی لگائی ہوئی کھیتی کی آبیاری فرماتے!!! لہٰذا ہماری نظروں میں اپنے علماء کی بےحد وقعت ہے کیوں نہ ہو جبکہ ہمارے نزدیک آئمہ معصومین کے

ؔ یہ تحقیق طلب ہے۔ (معارف اسلام)

یعنی یہی حضرات ہمارے دینی و دنیوی رہنما ہیں۔ ہمیں اپنے علماء کی سادگی، اخلاقی بلندی، نیکی و پرہیزگار زندگی کا انکار نہیں مگر ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانتے ہیں کہ جہاں علماء کرام کا درجہ اتنا بلند ہے وہیں اُن کی ذمہ داریاں بھی بیحد بلند ہیں قوم کے ہادی ہیں۔ رہنما ہیں۔ یہی تو وجہ تھی کہ علمائے سابق دیوانہ وار قوم، مذہب و ملّت کی خبرگیری اور اشاعت دین کیلئے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر خطرناک مقامات پر پاپیادہ بغیر یار و مددگار کے پہنچتے اور اسلام کا پیغام پہنچاتے تھے۔ اسی ہندوستان میں ہم شہیدِ ثالث اور شہیدِ رابع جیسے مقدسین کی قربانیاں دیکھتے ہیں۔

پس آج ہم زمانہ کے لحاظ سے علما کی جدوجہد، ایثار و قربانی، نظام عملی دیکھنے کے متمنّی ہیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے علمی مراکز نجف و قم میں ہماری دینی درسگاہوں کا نظام عمل کیسا ہے وہاں کے استادوں کے علم و عمل کا بیرونی دُنیا پہ کتنا اثر ہے۔ اُن کے علمی درسگاہوں کی تحقیق و تفتیش و تصنیف کا علمی دنیا میں کتنا چرچہ ہے۔ ہمارے ان مرکزی درسگاہوں میں جو آل محمدؐ کے اسوہ حسنہ کے پرتو ہیں ان کے اور دیگر علمی اداروں کے فارغ التحصیل طلباء میں کیا تفاوت ہے؟

آخر میں ہم اپنے دینی مدارس کے طلباء سے بھی درخواست کرینگے جو ہماری آئندہ نسلوں کے معلّم ہونے والے ہیں۔ آپ میں علم و عمل کا وہ جذبہ ہونا چاہئے کہ آپ اپنی انتھک اجتہادی قوت سے دین میں رائج شدہ بدعتوں اور رسومات کی بیباکانہ طور پر اصلاح فرمائیں۔ آپ کی تصانیف دنیا کیلئے مشعلِ راہ ہو۔ آپ کی قربانی، حق گوئی شہید ثالث کی یاد کو تازہ کرائے۔ آپ کی سیاحت اور علمائے سابقہ کا پرتو ہو اور اس طرح آپ اپنے علم، حلم اور قربانی کے ماتحت دنیا پر چھا جائیں

آج ضرورت ہے کہ ہمارے دینی درسگاہوں کے طلبا اپنے باہمی ربط و ضبط اور یکجہتی سے ایک ایسی مصلح جماعت بن جائیں جو دنیا کے مذاہب اور ان کی جملہ تحریکوں سے اپنے کو منسلک رکھیں ہر امر میں غور و فکر کو اپنا شعار بنائیں تاکہ ہمارے موجودہ طلباء آئندہ نسلوں کی صحیح ذمہ دارانہ قیادت کے قابل ہو سکیں۔ اور اس طرح نئی فکر اور نئی قیادت کے ماتحت ہماری قوم محمدؐ و آل محمدؐ کا علم دنیا میں نصب کر سکے۔ آمین۔

(سید حسن مشتاق)

(بقیہ صت ۳۵)

(بقیہ صت ۳۵)

ہے۔ پھر نبی کیلئے ان مراحل کی کتنی اہمیت ہوگی اسے ہر با سمجھ اور ذی عقل انسان کہہ سکتا ہے۔ میں نے اپنے بہت بڑے طویل مضمون کو تھوڑی تفصیل کے ساتھ مجمل کیا ہے تاکہ معارف کے محدود سے چند صفحات اس کے حامل ہو سکیں۔

(سید حسن گوپالپوری بہاری)

کیا آپ اس پر مناسب غور فرمائینگے؟

{دردمندانہ اپیل منجانب جنرل سیکرٹری ادارۂ معارف اسلام}

معارف اسلام کے قارئین کرام اس امر سے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ اخبارات اور رسائل کے جاری رکھنے میں کس قدر مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بیشک دنیا کے صدہا کام ایسے ہیں جو محض تدابیر اور فہم و فراست سے عملی شکل اختیار کر لیتے ہیں لیکن اخباری لائن اتنی خاردار ہے کہ اس کے لئے قدم قدم پر روپے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور روپے کی عدم موجودگی سے اس کا تمام تانا بانا چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کتابت کے لئے کاتب کو رقم دی جاتی ہے۔ چھپوائی کے لئے پریس کو بل دینا پڑتا ہے۔ کاغذ بازار سے خریدا جاتا ہے۔ اور ٹکٹ ڈاکخانہ سے لئے جاتے ہیں۔ بائینڈنگ و پیکٹ کیلئے دفتری کا بل علیحدہ ہے۔ اور ان تمام باتوں کیلئے نقد اور فوری طور پر روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ علاوہ بریں دفتر کے دیگر مصارف مستقل طور پر برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ غرضیکہ خدمت کے اس میدان میں بغیر روپیہ کے ایک قدم چلنا بھی انتہائی مشکل اور ناقابل عبور ہے۔

ادارہ معارف اسلام کے خریداروں، ممبروں اور معاونین پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک رسالہ اور خصوصیت سے ایک دینی و مذہبی پرچے کو چلانے کے لئے کس قدر مشکلات اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن وہ ان تمام امور سے بے نیاز ہو کر خاموش رہتے ہیں اور عملی قدم اٹھانے سے اکثر تہی داماں نظر آتے ہیں۔ نیز یہ کہ معاونت کے خیال کو پس پشت ڈالتے ہوئے خود بھی وہ سالانہ چندہ ماہنامہ یا زر رکنیت ادارہ ارسال کرنے میں اپنی انتہائی لاپرواہی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بیشتر مومنین کرام کی خدمت میں سالانہ چندہ یا زر رکنیت کی وصولی کے لئے اطلاعی کارڈ وی پی کئے جانے کے سلسلہ میں بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اطلاع دینے پر جب وی پی بھیجا جاتا ہے تو یہ حسینؑ کے فدائی اور علیؑ کے جاں نثار کہلانے والے بغیر جنبش قلم آنکھ دیکھا نہ تاؤ وی پی واپس کر کے ادارہ کو نقصان پہنچانے کا موجب بن جاتے ہیں کیا یہ طریقہ شیدائیان علیؑ اور فدایان حسینؑ کی شان کے شایاں ہے؟ یہ وہ رنجیدہ حقیقت ہے جس سے آج تک معارف اسلام نقصان اٹھا کر زیر بار ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مجھے اس بات کا بیحد قلق ہے کہ ناظرین معارف اسلام میں بیشتر تعداد ایسے برادران ملت

کی بھی ہے جن کے ذمہ دو دو سال بلکہ اس سے زیادہ کا چندہ و زر رکنیت واجب الوصول ہے اور جو ہماری پیہم گذارشات کے باوجود ادا کرنے میں پہلوتہی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ نہ معلوم ان کا جذبہ دینی کیوں حرکت میں نہیں آتا۔ جب معارف اسلام ہر ماہ انہیں باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ اور وہ اطمینان سے اس سے بہرہ اندوز بھی ہو رہے ہیں۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ادائیگی کے سلسلہ میں انہوں نے کیوں آنکھیں موند رکھی ہیں۔

آج میں پھر ان کرمفرماؤں اور عاشقان حسینؑ سے مؤدبانہ عرض کرتا ہوں۔ اور ان کی توجہ عالی اس طرف منعطف کرا کر التجا کرتا ہوں کہ وہ معارف اسلام جیسے تبلیغی اور مفید علمی رسالہ کو زندہ رکھنے اور اسے زیادہ سے زیادہ تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کی نشر و اشاعت کرنے کے قابل بنانے کے لئے اس کی مالی امداد اور زر چندہ کی ادائیگی کرنے سے پہلوتہی نہ کریں۔ اور اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ معارف اسلام کی امداد و اعانت فی الحقیقت دین حق کی امداد و اعانت ہے۔

اگر بار گراں اور موجودہ وقت میں سامان طباعت اور دیگر مصارف کی گرانی نے مجبور نہ کر دیا ہوتا تو ممکن تھا کہ اب بھی اپنے برادران ایمانی کے آگے یہ اپیل کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اور معارف اسلام بدستور خریداران اور ممبران کے لطف و کرم پر ان کی خدمت میں ہر ماہ باقاعدگی سے جاری رہتا۔ لیکن اب جبکہ پانی سر سے گذر رہا ہے اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ آپ کو معارف اسلام کی مالی امداد کے لئے پکارا جائے۔ اور اس طریقہ سے آپ کو قومی فرض سے روشناس کرایا جاوے۔

بفرض محال اگر آپ کی جانب سے میری اس التجا کا کوئی حوصلہ افزا جواب موصول نہ ہوا۔ اور آپ نے واجبات بذریعہ منی آرڈر ارسال کرنے میں اپنی خاموشی کا ہی ثبوت دیا تو پھر بحالت مجبوری اور بوجہ مالی مشکلات کے پیش نظر آئندہ پرچہ اُن جملہ احباب کے نام وی پی کر دیا جائیگا جن کے ذمہ عرصہ سے چندہ ماہنامہ اور زر رکنیت ادارہ واجب الادا چلا آ رہا ہے۔ میرا یقین ہے کہ میرے کرمفرما معارف اسلام کی دینی و مذہبی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب رسالہ وی پی ہو کر ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ ازراہ کرم اسے وصول کر کے اپنے احساس قومی کا ثبوت دیں گے اور وی پی واپس کر کے ادارہ کو نقصان پہنچانے کا موجب نہ بنیں گے۔

ایک بات اور

اگر ناظرین کرام اور سادات عظام میری اس اپیل کے مطالعہ سے متاثر نہ ہوئے

اوران کا جوش ایمانی اور جذبہ دینی ان کو معارف اسلام کی مالی امداد کرنے پر مائل نہ کر سکے تو پھر میری ان مومنین با صفا سے یہ گذارش ہے کہ وہ صرف ایک کارڈ کے ذریعے اپنے منشائے دلی کا اظہار کر کے اپنا اخلاقی فرض ادا کریں تاکہ ادارہ کو نقصان ڈاک اور وی پی کے خرچ کا زیادہ نہ ہونا پڑے۔ لیکن خاموشی کے بعد وی پی واپس کرنا ان کی انتہائی ستم ظریفی ہوگی۔

میرے برادران محترم!

معارف اسلام کی زندگی اور موت کا سوال اور ادارۂ معارف اسلام کی بقائے دوام کا انحصار اس وقت صرف آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسے موجودہ مالی مشکلات سے نجات دلانا اور اس کے خریداروں اور ممبروں کی تعداد میں اضافہ کرنا صرف آپ کے دست کرم اور توجہ عالی کی بدولت ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

ادارہ کے آئندہ پروگرام میں کئی ضخیم کتب مثلاً استقرار حق و رواداری -- ۵ا صفحات وغیرہ وغیرہ کی طباعت شامل ہے۔ ادارہ کی مجلس نظامت کی ایک حالیہ نشست کی کارروائی اس شمارہ میں پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ ہماری جائز ضروریات کس قدر رقم کی ہیں۔

کیا آپ میری اس آواز کو سن کر عملی قدم اٹھائیں گے؟ اس کا جواب آئندہ وقت دے گا!

قوم کا ادنےٰ خادم

معراج الدین خواجہ جنرل سیکرٹری

اطلاعات و اعلانات

مجلس نظامت کی پہلی نشست :-

مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۷۶ء بروز اتوار بوقت ۸ بجے صبح ممبران مجلس نظامت ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان کی اس سال کی پہلی نشست سید محمد علی صاحب زیدی ایڈووکیٹ ٹیمپل روڈ لاہور کی قیام گاہ پر منعقد ہوئی جس میں سرپرست ادارہ حضرت علامہ حافظ کفایت حسین صاحب صدر ادارہ علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی اور جناب مولانا سید مرتضٰے حسین صاحب صدر الافاضل کے علاوہ مجلس کے آٹھ دیگر ممبران نے بھی شرکت فرمائی۔ آزاد کشمیر سے جناب مستطاب سید علی احمد شاہ صاحب بالقابہ اسابق صدر حکومت آزاد کشمیر) بھی شریک ہوئے۔ بالاتفاق رائے مندرجہ ذیل کارروائی عمل میں آئی اور تجاویز منظور کی گئیں :-

(۱) جناب قبلہ مولوی سید منظور حسین صاحب نقوی کی دختر کی ناگہانی وفات کی خبر سیکرٹری صاحب نے مجلس کو سنائی جس پر مجلس کی جانب سے مرحومہ کی روح کو سورۃ فاتحہ تلاوت کرکے ثواب پہنچایا گیا۔ نیز پاس ہوا کہ تعزیت نامہ نقوی صاحب مدظلہ کو ادارہ کی جانب سے لکھا جائے اور اخبار میں بھی اس خبر کو دیگر مومنین کیلئے شائع کیا جائے

(۲) بالاتفاق رائے طے پایا کہ ماہنامہ معارف اسلام کا معیار پہلے سے بھی ہر لحاظ سے بلند کرنے کیلئے پوری پوری کوشش کی جائے

(۳) بالاتفاق رائے طے پایا کہ آئندہ ادارہ کا جو لٹریچر بھی شائع ہو اس کی کتابت و کاغذ معیاری ہونی چاہئے اور شکل و صورت بھی پہلے سے زیادہ جاذب نظر ہو۔

(۴) آئندہ سال کیلئے مندرجہ ذیل کتب شائع کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔

(۱) ایک جامع "تاریخ اسلام" ایک ہی ضخیم جلد میں شائع کی جائے جو کہ مستند صحیح واقعات پر مبنی ہو۔ مکمل حوالہ جات سے مزین ہو اس کے لئے جناب مولانا سید مرتضٰے حسین صاحب سے امداد طلب کی جائے اور جناب سماحۃ آیۃ اللہ العظمٰی علامہ ڈاکٹر سید مجتبٰی حسن صاحب کامونپوری (فاضل جامعہ ازہر مصر) سے خط و کتابت کی جائے اور ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

(۲) کتاب "استقرار حق عزاداری" (جس کا مسودہ تیار ہے) اور جو حضرت صدر ادارہ علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی کی تالیف و تصنیف پر مشتمل ہے اس کا کم از کم ⅓ حصہ سال رواں میں شائع کر دیا جائے۔ اسی طرح ہر سال ⅓ حصہ شائع کرکے تین سالوں کے اندر اندر اس کی اشاعت مکمل کر دی جائے۔ شیخ غیاث الدین (مدیر معارف اسلام) کو اختیار دیا گیا کہ وہ صاحب صدر سے مل کر اس کو مناسب ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا بندوبست کریں۔ اگر کتاب کا نام تبدیل کرکے کوئی زیادہ جاذب نظر نام تجویز کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۳) حضرت رئیس المحفاظ علامہ حافظ کفایت حسین

صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی تفسیر سورۃ فاتحہ کو جلد از جلد مکمل فرمانے کی طرف توجہ فرماویں تاکہ قوم کی تشنگی دور ہو سکے۔

(۴) جو جو مسودات کتب و رسائل جو مدیر معارف اسلام کو موصول ہوئے ہیں۔ ان میں سے ادارہ کا علمی بورڈ جن جن کیلئے منظوری دے وہ بھی آئندہ سال شائع کر دئے جائیں۔

(۵) بنگالی زبان میں ترجمہ کیلئے مناسب اردو مسودات لوکل سیکرٹری ادارہ معارف اسلام مشرقی پاکستان کو ارسال کئے جائیں۔

(۶) انگریزی کتب و رسائل شائع کرنے کا بھی جلد از جلد بندوبست کیا جائے اور جو مسودات موصول ہو چکے ہیں انہیں صدر ادارہ کی منظوری سے شائع کیا جائے۔

(۵) باتفاق رائے آئندہ ماہانہ مجلس مذاکرہ کیلئے مندرجہ ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) ہر ماہ ایک مجلس مذاکرات ہونی چاہئے۔

(۲) مجلس کیلئے Y.M.C.A ہال یا کوئی اور مناسب پبلک مقام کا انتظام کیا جائے۔

(۳) دن ہر ماہ کا کوئی اتوار مقرر ہونا چاہئے۔

(۴) ہر ماہ کے لئے موضوع کا تعین صاحب صدر، مدیر نشر و اشاعت و سید محمد علی صاحب زیدی کے مشورہ سے کیا کریں۔

(۵) سال میں کم از کم ۱۲ مجالس ہوں۔ جن میں سے چار تقاریر حضرت سرپرست ادارہ علامہ حافظ کفایت حسین صاحب۔ دو تقاریر حضرت صدر ادارہ علامہ سید امداد حسین کاظمی دو تقاریر جناب مستطاب پروفیسر سید نقیر حسین صاحب بخاری ایم اے۔ ایک تقریر پروفیسر سید عنایت حسین صاحب بخاری ایم۔ اے۔ اور بقایا تقاریر کے لئے علامہ علاؤ الدین صدیقی، سید ابوالاعلیٰ مودودی و دیگر مناسب حضرات سے کرائی جائیں۔ تاریخ کا تعین ان حضرات کی منظوری سے کیا جائے۔

(۶) پہلی تقریر "وجود پروردگار عالم" کے کے موضوع پر ہوگی جو حضرت سرپرست ادارہ ارشاد فرمائیں گے۔

(۷) ہمیشہ دن اتوار کا اور وقت صبح ۹ بجے ہونا چاہئے۔

(۸) ماہ ربیع الثانی سے یہ سلسلہ شروع کیا جائے

(۹) علمی بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا مندرجہ ذیل حضرات باتفاق رائے ممبران علمی بورڈ چنے گئے:-

(۱) رئیس المحفاظ علامہ حافظ کفایت حسین صاحب

(۲) علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی

(۳) مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل

(۴) مولانا ملک مہدی حسین صاحب علوی

(۵) سید محمد علی صاحب زیدی ایڈووکیٹ

(۶) مولانا سید محمد احمد صاحب قبلہ چاٹگام

(برائے بنگلہ لٹریچر)

جلسہ بخیر و خوبی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

اخبار غم

(۱) ادارۂ معارف اسلام کے معاون خصوصی حضرت تقدس مآب سید منظور حسین

صاحب نقوی سابق خطیب جامع حائری بھال خطیب جامع مسجد علی پور (ضلع مظفر گڑھ) کی جواں سال دختر نیک اختر پانچ بچوں کو چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئیں۔ سید نقوی صاحب کو اس بڑھاپے کے عالم میں جواں موت کا صدمہ بے حد جانکاہ ہے۔ ہم قبلہ نقوی صاحب اور تمام خاندان کی خدمت میں دلی طور پر تعزیت کرتے ہیں مرحومہ کو مقام جنت ہوئیں۔ اللہ پسماندگان کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین کرام سورہ فاتحہ پڑھکر مرحومہ کی روح کو ایصال ثواب پہنچائیں اس سلسلہ میں مجلس نظامت کی کارروائی اطلاعات کے کالم میں درج ہے۔

(۲)

حلقہ احباب و مومنین میں یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی جائیگی کہ جناب چوہدری محمد حیات خاں صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس و رئیس اعظم ترکھا ضلع گجرات تین دن کی علالت کے بعد مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ مرحوم مخلص مومن نہایت بلند اخلاق۔ خوشگو۔ ملنسار اور عزادار سید الشہدا تھے اور آپ کو اہلبیت رسولؐ سے والہانہ محبت تھی۔ اسی وجہ سے ان کی قبر گاؤں کے امام بارہ کے صحن میں بنائی گئی ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار سید الشہداء میں جگہ عطا فرمائے۔ اور مرحوم کے پسماندگان خصوصاً مرحوم کے برادر کلاں چوہدری سرفراز خاں صاحب۔ فرزندان چوہدری اشرف علیخاں صاحب چوہدری ظفر علی خاں صاحب۔ سیف اللہ خاں صاحب اور بھتیجے چوہدری محمد انور صاحب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین معارف اسلام مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے سورہ فاتحہ تلاوت فرما کر ثواب حاصل کریں

شریک غم: سید محمد حسین بخاری وکیل انکم ٹیکس
زرتاج بلڈنگ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

بے لوث خادم نثار مرتضوی

یہ اعلان کرتے ہوئے ہمیں انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ معارف اسلام کی دینی خدمات سے متاثر ہو کر اور اسے مذہب حقہ کا ایک بلند پایہ جریدہ سمجھتے ہوئے قوم کا ایک بے غرض خادم اور ملت کا ایک دینی تڑپ رکھنے والا نوجوان محترمی ماسٹر نثار مرتضوی باغ جمہیری ضلع راولپنڈی گذشتہ تین ماہ سے معارف اسلام کی ترقی اشاعت کیلئے بیحد کوشاں ہیں وہ اس جریدہ کو بام عروج پر پہنچانے کا دم خم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے متعدد خطوط سے مترشح ہو رہا ہے۔ اب ماسٹر صاحب کی یہ سعی بلیغ رنگ لا رہی ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر دو ماہ کے قلیل عرصہ میں ان کی کامیابی قابل رشک صورت اختیار کر گئی ہے اور وہ بیس خریدار پیش کرکے ان کے چندے بھجوا چکے ہیں "آفرین باد برین ہمت مردانہ تو"۔ اس سلسلہ میں محترم ماسٹر صاحب کے عزائم نہایت وسیع و بلند ہیں۔ اور وہ مستقبل قریب میں مزید پچیس تیس خریدار دینے کا وعدہ

کر رہے ہیں۔ ماسٹر صاحب کی یہ دینی خدمت ہمارے لئے باعث صد افتخار ہے اور اس کے لئے تمام اراکین ادارہ ان کی خدمت میں صمیم قلب سے ہدیہ تبریک اور ندائے شکر یہ پیش کرتے ہیں خداوند کریم انہیں جزائے خیر دے۔ اور دینی خدمت کا

یہ جذبہ ان کے دل میں مثل مہر و ماہ درخشاں و تاباں رہے۔ محترم شاہ مرتضوی کی مثال ہر محب محمد و آل محمد کیلئے قابل تقلید ہے آج اگر ہر رکن ادارہ کم از کم ایک ایک خریدار بھی اور مہیا کرے تو چند دنوں کے اندر اندر معارف اسلام کی اشاعت دو چند ہو سکتی ہے

عظیم و تاریخی کتاب

استقرار حق عزاداری (باتصویر)

کی اشاعت کے متعلق فیصلہ ہو گیا

قارئین کرام! آپ یہ پڑھکر یقیناً خوشی محسوس کریں گے کہ مجلس نظامت ادارہ معارف اسلام نے اپنی حالیہ میٹنگ میں اس کتاب کی اشاعت کیلئے منظوری دیدی ہے اور اپنی عظیم ضخامت کی وجہ سے یہ کتاب تین حصوں میں تین اجزاء میں شائع ہوگی گو اس کی جلد بندی ایک ہی جلد میں ہوگی مگر سال رواں میں اس کا پہلا حصہ ضرور شائع کر دیا جائیگا۔ کتاب کی افادیت آپ پر بخوبی روشن ہے عزاداری حضرت سید الشہداءؑ کے متعلق یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جس میں عزاداری کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہ چھوڑا گیا۔ عزاداری کے متعلق جس چیز کی بھی آپ کو ضرورت ہوگی وہ اس میں موجود ہے جزو اول میں کیا کیا ہے؟ مسئلہ عزاداری پر ایک جامع تبصرہ ہے اسکی ابتداء ہے جس میں متعدد مقاماتِ اصلی فوٹو تصاویر کیساتھ مدلل طور پر مسئلہ عزاداری پر ایک جامع بیان ہے اسکے ساتھ ہی اقوام متحدہ و دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں مثلاً امریکہ، سوویٹ روس، برطانیہ، پاکستان وغیرہ کے آزادی مذاہب کے اعلانات مع ترجمہ درج کئے گئے ہیں اور بیسیوں دیگر استدلالی مضامین مع مکمل حوالہ جات سے مزین ہے۔ یہ صرف وہ اجزاء ہیں جو ابتداء میں شائع ہونگے اور مکمل کتاب میں تو اتنا مواد ہے جسکی فہرست ہی کم از کم بیس صفحات سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ بڑے اسلامی فرقوں کی تاریخ۔ تاریخ عزاداری۔ جواز افعال عزاداری۔ قرآن سے علیحدہ۔ حدیث سے علیحدہ۔ ہر فعل عزاداری کا باب علیحدہ۔ اور پھر بڑے اسلامی فرقوں کی کتب سے علیحدہ علیحدہ ابواب قائم کرکے جواز پیش کیا گیا ہے عزاداری کے متعلق متعدد عدالتوں کے مقدمات اور انکے فیصلے اصل متن مع ترجمہ و تبصرہ مقدمہ۔ غرضیکہ مضامین کا احاطہ اس اشتہار میں ناممکن ہے۔ ہر گھر میں ہر ذی علم کے پاس، ہر عالم دین، ہر قانون دان، ہر طالب علم اور ہر مبلغ کے پاس اس کتاب کا بطور BOOK OF REFERENCES کے بھی ہونا ضروری ہے مکمل کتاب کی قیمت بارہ روپے ہوگی جبکہ قیمت پیشگی بھیجنے والے رقم بالاقساط یعنی دو یا تین مرتبہ کرکے بھی ارسال کر سکتے ہیں عظیم کتاب چھپنے کی وجہ سے اور ادارہ کے مالی حالات کے پیش نظر محدود تعداد میں شائع ہوگی۔ آج ہی اپنا نام لکھوائیں اور رقم پیشگی بھی جمع کرا دیں۔ (مدیر ادارہ)

رقوم ارسال کرنے کا پتہ۔ مدیر مالیات ادارہ معارف اسلام ۲۷ انارکلی بازار۔ لاہور

معارفِ اسلام کے
"علیؑ و فاطمہؑ" نمبر کے سلسلہ میں

حضرات علماء کرام۔ ذی علم اہلِ قلم اور شعرائے ملت کی خدمت میں

یہ نمبر آئندہ ماہِ رجب المرجب میں آپ حضرات کی توجہ فرمائی اور تعاون کے ساتھ اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ شائع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس سال کیلنڈر کی رو سے ماہِ رجب کی پہلی ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء کو پڑتی ہے اور یہی تاریخ "معارف اسلام" کی سپردِ ڈاک ہونے کی ہے۔ "علیؑ و فاطمہؑ نمبر" کی کتابت یکم نومبر ۱۹۶۲ء سے شروع ہوگی۔ ہماری پوری کوشش ہے کہ اس عظیم دستاویز میں صرف وہی مضامین شائع کئے جائیں جو "معارف اسلام" کے معیار کے مطابق ہوں۔ محض علمی تحقیقات اور حقائق و معارفِ آلِ محمدؐ پر مشتمل ہوں۔ حالاتِ زمانہ کی موافقت و افادیت کو پیشِ نظر رکھا جائے اور جناب امیرالمومنینؑ و حضرت سیدۃ النساء العالمینؑ کی مقدس زندگیوں کو پیش کیا جائے۔ ان کی تعلیماتِ محکم کی برتری ثابت کی جائے۔ شعراء کرام اپنے پاکیزہ کلام سے ان ہر دو مقدسین کی زندگی کے مختلف پہلو اجاگر کریں اور اپنی عقیدت کا اظہار کریں۔ اس ضمن میں ہم جملہ علماء کرام و شعرائے عظام کی خدمت میں بھی پُر زور درخواست کرتے ہیں کہ اپنی پہلی فرصت میں اپنے پاکیزہ بیانات و مقالات سے جلد از جلد "معارف اسلام" کو ممنون کریں تاکہ مضامین کے ترتیب دینے میں ہمیں آسانی رہے۔

مندرجہ ذیل علمائے کرام کی خدمت میں خاص طور پر درخواست ہے:۔

(۱) حضرت رئیس الحفاظ علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ۔ (۲) حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ
(۳) حضرت علامہ [illegible] مرزا احمد علی صاحب مدظلہ العالی۔ (۴) حضرت صدر [illegible] علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی
(۵) حضرت مورخ اعظم علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن صاحب کامونپوری (۶) سید الملت علامہ سید محمد سعید صاحب قبلہ
(۷) سلطان القلم علامہ آغا محمد سلطان مرزا دام اقبالہ۔ (۸) جناب [illegible] رضا حسین صاحب رشید ترابی
(۹) حضرت علامہ مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ قبلہ۔ (۱۰) جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر [illegible]
(۱۱) جناب علامہ سید ندا حسن صاحب قبلہ گوپال پوری مدظلہ (۱۲) جناب پروفیسر سید فقیر حسین صاحب بخاری مدظلہ
(۱۳) جناب ڈاکٹر سید احمد حسین صاحب نقوی مدظلہ (۱۴) جناب ڈاکٹر سید محمود عباس بخاری مدظلہ
(۱۵) جناب سید نصیر حسین صاحب نقوی مدظلہ دارالعلوم جعفریہ خوشاب

دیگر اہلِ قلم حضرات جن کے اسمائے گرامی اس صفحہ پر نہیں آسکے

جلد از جلد توجہ فرمادیں (ادارہ)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت کی حالت کو دیکھ کر روتے روتے جناب فاطمہؑ کی گھگھی بندھ گئی۔ حضرتؐ نے آنکھ اٹھا کر اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا میری پیاری فاطمہؑ تم کیوں روتی ہو؟ جناب فاطمہؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے بعد ضائع ہونے سے ڈرتی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پروردگار نے اہل زمین کو دیکھ کر ان ہی میں سے تمہارے والد کو انتخاب کیا اور اُن کو مبعوث بالرسالت کر کے بھیجا۔ پھر دوبارہ اہل زمین کو دیکھ کر تمہارے شوہر کو منتخب کیا۔ اور مجھے حکم دیا اور میں نے تمہارا نکاح اُن سے کیا۔ یا فاطمہؑ ہم اہل بیتؑ کو خدا نے سات باتیں ایسی عطا کی ہیں کہ نہ ہم سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو دی جائینگی۔ میں خاتم النبیین اور خدا کے نزدیک سب مخلوق سے محبوب اور مکرم ہوں اور میں تمہارا والد ہوں اور ہمارا وصی سب وصیوں سے بہتر اور خدا کے نزدیک اُن سب سے محبوب تر ہے اور وہ تمہارا شوہر ہے اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے افضل اور اُن سب سے خدا کے نزدیک محبوب تر ہے وہ حمزہ بن عبدالمطلب تمہارے والد اور تمہارے شوہر کا چچا ہے۔ اور ہم اہلبیتؑ میں سے ایک وہ ہے جس کے دو سبز پر ہیں اور فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہتا ہے جنت میں اُڑتا پھرتا ہے اور وہ تمہارے ابن عم و شوہر کا بھائی ہے اور اس اُمت کے اسباط بھی ہم میں سے ہیں اور وہ دونوں بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں جو جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ اور قسم ہے اُس خدا کی جس نے مجھے سچائی کے ساتھ بھیجا ہے ان کے والدین ان سے بہتر ہیں۔ اور اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے سچائی کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس اُمت کا مہدیؑ بھی ان دونوں میں سے پیدا ہوگا جبکہ دنیا میں جھگڑے بکھیڑے پیدا اور فتنے نمودار ہو جائینگے۔ اور رفت کے رستے رُک جائینگے۔ ایک دوسرے کو لوٹنے لگینگے نہ بڑا چھوٹے پر رحم کھائیگا اور نہ چھوٹا بڑے کی توقیر کریگا۔ پس ایسے وقت میں اللہ تعالے اس کو برانگیختہ کریگا اور وہ گمراہی کے تمام مضبوط قلعوں کو فتح کریگا۔ اور پردہ جہالت میں لپٹے ہوئے دلوں کو کھولیگا۔ جیسا کہ میں نے ابتداء امر میں دین کو قائم کیا ہے۔ وہ آخر زمانہ میں اس کو قائم کریگا۔ جس طرح کہ دنیا ظلم سے بھری ہوئی ہوگی وہ عدل سے بھر دیگا۔ یا فاطمہؑ تم غم مت کرو مت روؤ۔ خدا تم پر بہت مہربان ہے۔ تمہارا درجہ میرے نزدیک بلند ہے۔ تم نے میرے دل میں جگہ پائی ہے تمہارا شوہر حسب میں میرے اہلبیتؑ میں سے افضل ہے۔ اور اُن کا منصب ان سب کے منصب سے مکرم ہے اور وہ رعیت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے . . . .

اور سب سے زیادہ جھگڑوں کی تہ کو پہنچنے والا ہے۔ میں نے خدا سے التجا کی ہے کہ وہ سب سے پہلے

نہیں مجھ سے ملائیگا ۔۔۔۔۔۔ علیؑ ابن الہلالی ناقل ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کے بعد جناب فاطمہ علیہا السلام پچھتر دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ خدا نے بہت جلد اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملا دیا"۔

اس طویل حدیث سے کئی عقدے حل ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی بطریق اہلسنت والجماعت ہے کیونکہ اس سے موضوع بحث پر کافی روشنی پڑتی ہے لہٰذا اسے حرف بحرف نقل کیا گیا ہے۔ ہم اس حدیث سے وہ بیانات جو کہ ہمارے موجودہ موضوع سے تعلق نہیں رکھتے یعنی فضائل اہلبیت اطہارین پر بحث نہیں کرنے بلکہ حضرت مخبر صادق (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے صرف اُن اخبار پر جو کہ حضرت امام زمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذات اقدس سے تعلق رکھتے ہیں دھوپ تکر دیتے ہیں۔ اس طویل حدیث میں حضرت امام مہدی آخر الزمان (عجل اللہ فرجہ) کے متعلق جناب پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے ایک مختصر وضاحتی بیان ارشاد فرمایا ہے۔ امامؑ کا حسنین علیہما السلام میں سے ہونا جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے صاف ظاہر ہے کہ ان ہر دو شہزادگان کے معاً بعد سلسلۂ امامت ان ہر دو سے شروع ہوا یعنی حضرت امام حسینؑ کے فرزند حضرت امام زین العابدین کے صلب سے اور حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادی حضرت اُم عبداللہ فاطمہؓ کے بطن سے حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) پیدا ہوئے اور یہ سلسلہ آگے بڑھا۔ اندریں حالات حضرت امام دوازدہم مہدی آخر الزمان کا دیگر ائمہ کی طرح اولادِ حسنینؑ میں سے ہونا بدیہی ہے۔ باقی رہے علائم الظہور تو وہ بھی جناب رسولؐ اکرم نے اس حدیث میں ظاہر فرما دیئے۔ ہمارا مقصد رسول کی زبانی وجود امام مہدی آخر الزمان کا اقرار پیش کرتا ہے جو ثابت ہے۔

دسویں حدیث :۔ اسی کتاب کے حاشیہ صفحہ ۲۵۰ پر مع حوالہ کتب ملاحظہ فرمادیں جس میں نہ صرف امام مہدی آخر الزمان ہی کے متعلق بلکہ دوازدہ ائمہ معصومینؑ کے متعلق وضاحتی بیان جناب رسول اکرم کا موجود ہے۔ یہ حدیث حضرتؐ نے آیہ مبارکہ اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول اللّٰہ واولی الامر منکم (قرآن) کی تفسیر میں ارشاد فرمائی۔ اولی الامر میں سے ہر امامؑ کے نام کی وضاحت فرما کر ملتِ اسلامیہ کے لئے قیامت تک کیلئے کسی شک وشبہ میں مبتلا ہونے کے امکان کو ختم فرما گئے۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) جس وقت حضرت امام آخر الزمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اسم گرامی پر پہنچے تو حضرتؐ کے یہ الفاظ خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں ارشاد فرمایا:۔

" ۔۔۔۔۔۔ پھر محمد ابن حسنؑ۔ یہ محمدؐ وہ ہیں کہ غالب اور بزرگ خدا تعالےٰ ان کے ہاتھوں پر مشارق و مغارب زمین کو فتح کرائے گا۔ یہ اپنے دوستوں سے غائب

کے طریقوں سے اُن کی بیعت اختیار فرمائیں گے"۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے جزو ۳۶۶ میں بھی یہی عبارت لکھی ہے۔ (ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی ص۴۹۱)

اٹھارھویں حدیث: عن سعید بن جبیرؓ عن ابن عباسؓ رفعہ ان اوصیائی و حجج اللہ بعدی اثنا عشر اولھم اخی و آخرھم ولدی قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اخوک قال علیؑ علیہ السلام قیل من ولدک قال المھدی علیہ السلام الذی یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما والذی بعثنی بالحق بشیرا و نذیرا لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطوّل اللہ ذالک الیوم حتی یخرج فیہ ولدی المھدی علیہ السلام فینزل روح اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فیصلی خلف ولدی وتشرق الارض بنور ربھا ویبلغ سلطانہ المشرق والمغرب ۔ یعنی سعید ابن جبیرؓ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی اسناد سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میرے بعد میرے اوصیاء اور حجج اللہ علی الخلائق اثنا عشر یعنی بارہ بزرگوار ہونگے۔ جن میں سے پہلا میرا بھائی اور آخر میرا بیٹا ہے۔ پوچھا گیا آپ کا بھائی کون ہے؟ ارشاد ہوا علی علیہ السلام پھر دریافت کیا گیا کہ بیٹا کون ہے؟ فرمایا کہ مہدی علیہ السلام۔ یہ وہ صاحب سعادت ازلی ہے جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیگا جس طرح قبل میں جور و ستم سے پُر اور مملو ہوگی۔ اور مجھ کو اُسی ذات حق کی قسم ہے کہ جس نے مجھے دنیا میں بشیر و نذیر قرار دیکر مبعوث فرمایا کہ اگر حیات عالم میں ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو بھی خدائے تبارک و تعالیٰ نے اُس دن کو اتنا طولانی کر دیگا کہ اس وصہ میں ہمارا فرزند مہدی علیہ السلام ظہور کریگا۔ پھر جناب عیسیٰ ابن مریم علی نبینا علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے۔ اور میرے فرزند مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور کل زمین اپنے مالک کے نور سے چمک جائیگی اور ان حضرتؑ کی سلطنت شرق و غرب میں برابر قائم ہو جائیگی"۔ (دُرِ مقصود فی احوال مہدی موعود ص۳۳ بحوالہ فرائد السمطین امام صمودی)

اس حدیث شریف میں حضرت پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ذات حق کی قسم کھا کر ظہور امام آخرالزمان کی خبر دی ہے جس سے انکار کرنا یقیناً معصیت ہے۔ مزید برآں تمام دنیا پر واحد حکومت کے متعلق حضرتؑ کی واضح پیشگوئی ہے۔ آج کل جبکہ یورپ و ایشیا کے تعلقات

ومعاملات ایک دوسرے سے اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور ممالک مغربیہ وممالک مغرق ومشرق وسطی کے جملہ معاملات ایک مخصوص اُلجھاؤ کی وجہ سے استوار نہیں ہورہے حضرت مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مندرجہ بالا ارشادات اشارہ کرتے ہیں کہ یہ اُلجھاؤ دن بدن زیادہ ہی ہوتا جائیگا تاوقتیکہ حضور کا فرزند یعنی بارھواں جانشین ظہور فرما کر اس عظیم اُلجھن کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم نہ کردے۔

انیسویں۱۹ حدیث:۔ عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمۃ فتذاکرنا المھدی فقالت سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول المھدی من ولد فاطمۃ۔ (اخرجہ ابن ماجۃ۔ ارجح المطالب باب چہارم ص۳۳۲) یعنی سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ ہم جناب ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے مہدیؑ کا ذکر کر رہے تھے جناب اُم سلمہؓ نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ مہدیؑ فاطمہؑ کی اولاد سے ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حدیث مبارک بعد از وفات رسولؐ حضرت اُم المومنین ام سلمہؓ کی زبان سے ظاہر ہوئی جو کہ ناقابل انکار ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ وہ لوگ بیٹھے تھے اور مہدیؑ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ یعنی حضرت رسالت مآبؐ کی زبان وحی ترجمان سے سن سن کر حضرت امام مہدیؑ آخر الزمان کا تذکرہ اتنا عام ہوگیا تھا کہ وہ لوگ بھی جب مل بیٹھتے تھے تو یہ ذکر شروع ہوجاتا تھا۔ جس طرح آج زمانہ حضرت امام آخر الزمان کا منتظر ہے اسی طرح وہ لوگ بھی منتظر تھے۔ مگر بموجب فرمان رسولؐ بعد از امام حسین علیہ السلام آٹھ اماموں کے گذرنے کے بعد ہی آخری امام نے ظہور فرمانا تھا۔

بیسویں حدیث:۔ عن عبایہ ابن ربعی قال قال رسول اللہ انا سید النبیین وعلیؑ سید الوصیین وان الاوصیاء بعدی اثنا عشر اولھم علیؑ وآخرھم قائم المھدی (مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی اہلسنت شافعی مودۃ عاشر شمارہ ۹۔ اردو ترجمہ ص۹) یعنی عبایہ ابن ربعی نے کہا فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ میں تمام انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ تمام اوصیاء کا سردار ہے۔ اور میرے بعد بارہ اوصیاء ہونگے۔ ان میں اول علیؑ ہیں اور آخر قائم آل محمدؐ حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اگر امام زمانہ حاضرہ کے متعلق تمام احادیث پیغمبر یکجا شائع کی جائیں تو کم از کم ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے جو کئی صفحات پر مشتمل ہو۔ اظہار حقیقت کیلئے صرف ایک حدیث رسولؐ ہی کافی ہوتی ہم نے یہاں بیس صحیح احادیث رسولؐ پر اکتفا کیا ہے۔ جو ہمارے مطلب کی وضاحت کیلئے کافی شافی ہے۔ منکرین حدیث کا گروہ بھی فی الحقیقت ان احادیث کا انکار نہیں کرسکتا کیونکہ

اللہ شوق دے تو کتابیں پڑھا کریں

کتب ادارہ معارف اسلام خود پڑھیں اور دل کو پڑھائیں۔ تمام آمدنی اشاعت دین پر صرف ہوتی

اسرار توحید (از امام جعفر صادق) بلا جلد ۱۲ مجلد ۱۴
نقشہ تفسیر بالرائے مجلد ۱۲
" بلا جلد ۱۲
مذہب اور سائنس ۱۰
حکومت ربانی ۸
محرم و آداب عزا ۸
نوائے اقبال در مدح اہلبیت ۸
موازنہ حق و باطل ۶
دلیل عزا ۶ قوانین شرعیہ ۵
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۳
وجیہہ ترجمہ (انگریزی) ۳
اقتصادی مشکلات کا حل ۳
مہدی موعود ۳ عصمت انبیاء ۳
ذکر بہا ۲ اسوۂ صوفیا ۲
آل محمد دل محمد ۲ اسوۂ حسنہ آنحضور ۲
رحمۃ للعالمین (اسلام اور تعلیمات) ۳
صدیقہ حسم
یوم عاشورہ کی تاریخ منظوم ۱۲
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب) ۱۲

نہج البلاغہ۔ مترجم سید رئیس احمد جعفری۔ عبدالرزاق ملیح آبادی و سید مرتضیٰ حسین قیمت ۲۵
نہج البلاغہ عربی حصہ ۲۵
(مترجم مفتی جعفر حسین صاحب)
فلسفہ اسلام حصہ اول (آقا محمد سلطان مرزا) ۱۲
" حصہ دوم و سوم ۱۲
اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ ۸
قرآن اور جغرافیائی مسائل ۸
مخزن المعارف یعنی شیعہ پاکٹ بک مرزا احمد علی صاحب اضافہ شدہ نیا ایڈیشن ۱۰
تاریخ اصلاح اور دلیل الفرقان ۱۲
معلم اسلام (علامہ کاظمی) (تمام ضروری اعمال) ۳
اعمال واجبیہ " ۳
مقتل الحسین عقبہ بن سمعان (علامہ کانپوری) ۸
تصویر درد ۳ ظفر المبین ۳
حقیقۃ الفقہ ۳ رموز حکمت ۳

حضرت یوشع بن نون ۳ رشتۂ اتحاد ۳
انوار حکمت (اقوال امام حسین کی روشنی) ۵
اصل و اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء) ۸
اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ حصہ اول (عہد نبوی) ۱۲
اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیت) ۸
امرتسریں کے آداب نشست و برخاست ۳
تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم ۳
اسلامی عقائد تعلیمات اہلبیت (از ادیب اعظم سید ظفر حسن امروہوی) ۱۲
مواعظ حسنہ (از علامہ شیخ عبدالعلی الہروی الطہرانی) ۱۰
اخلاق السجادیہ (از علامہ کاظمی) ۳
ہلاکت ملوکیت در اطاعت حسینیت ۳
سیرۃ فاطمۃ الزہرا (از آقا محمد سلطان مرزا) مجلد ۱۲ بلا جلد ۸
البلاغ المبین حصہ اول (اضافہ شدہ) آقا محمد سلطان مرزا مجلد ۱۲ غیر مجلد ۸
البلاغ المبین حصہ دوم و سوم ۸

ترسیل زر بنام:۔ مدیر اعزازی ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور

خط و کتابت بنام:۔ مہتمم دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹ بی شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

خلیل الرحمٰن پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس مرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر ادارہ معارف اسلام لاہور شاہ عالمی گیٹ ۹ بی شیخ مینشن سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

(القرآن حکیم)

شوال ۱۳۷۷ھ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۳۵ | اپریل ۱۹۵۸ء

ماہنامہ

معارف اسلام

نگران اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

چندہ سالانہ للعہ | لاہور | قیمت فی پرچہ ۸/

فہرست کتب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مندرجہ ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں تمام آمد فی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی ہے

تحفۃ التفسیر بالرائے مجلد ۱۲/	نہج البلاغۃ ہر سہ حصہ	ظفر المبین ۴ر حقیقت الفقہ ۲ر
” غیر مجلد ۱۲/	(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)	عملیہ عزا (علامہ مرزا احمد علی) ۲ر
مذہب اور سائنس ۱۰ر	سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب) ۱۲ر	حضرت یوشع بن نون ۴ر
حکومت ربانی ۸ر	فلسفہ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا) ۱۲/	انوار حکمت ۵ر
محرم و آداب عزا ۸ر	اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ	رموز حکمت ۴ر منتظر اتحاد ۴ر
نوائے اقبال (در مدح اہلبیت) ۸ر	قرآن اور جغرافیائی مسائل ۸ر	امراء القیس کی لڑکیاں (اصلاح کھجوا)
موازنہ حق و باطل ۶ر	فتح القدیر قدیمہ الابلیس شریر ۸ر	سوانح حضرت ابوبکر
دلیل عزا ۴ر قوانین شرعیہ ۵ر	تاریخ اصلاح ۱۰ر	سوانح حضرت عمر
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۳ر	دلیل العرفان	آزولی ماخذ بدا (اصلاح کھجوا)
چیف ٹریڈ (انگریزی) ۴ر	سیرۃ الاوصیاء تاریخ بنو امیہ ۱ر	رسالہ تقیہ (اصلاح کھجوا)
اقتصادی مشکلات کا حل ۴ر	معلم اسلام (علامہ کاظمی) ۳ر	ترجمہ احقاق الحق جلد چہارم
مہدی موعود ۴ر	اعمال واجبیہ (” ”) ۳ر	انتصار در حرمت اوبار (اصلاح کھجوا)
عصمت انبیاء ۴ر	دلیل الزائرین ۲ر	اصل اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء)
ذکر بہار ۲ر اسوہ صوفیا ۲ر	جلباب	اسلام و مسلمانوں کی تاریخ
آل محمد ۴ر ضرورت اتحاد ۲ر	مقتل الحسین عقبہ بن سمعان	حصہ اول (عہد نبوی)
رحمۃ العالمین، اسلام اور تعلیم ۲ر	(علامہ کامونپوری) ۸ر	اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیت)
شہید وحدانیت ۲ر	متعہ تبرا (ذاکری الہ آباد) ۹ر	مجلد عہ بغیر جلد
حدیقہ غم دوم عاشورہ کی	تصویر درد ۴ر	اسلامی عقائد تعلیمات اہل بیت
تاریخ منظوم	استیصال البدعۃ ۳ر	(خرچ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

ترسیل زر بنام :- مدیر اعزازی ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور
خط و کتابت بنام :- مہتمم دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) 9/B فتح مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ

معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی:- غیاث الدین

جلد ۴	ماہ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق اپریل ۱۹۵۸ء	شمارہ ۱

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ھا

فرقہ وارانہ کھچاؤ یا الیکشن اسٹنٹ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ پاکستان نہ سنی ریاست ہے نہ شیعہ۔ بلکہ اس کی قانونی حیثیت "جمہوریہ اسلامیہ" ہے اور قرارداد مقاصد کے تقاضوں کے ماتحت اس میں تمام باشندگان پاکستان کی شرکت ہے۔ یہ بلا لحاظ فرقہ ہر مسلمان کی ملک ہے۔ قانوناً اس میں ہر فرقہ کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ مذہبی امور کی انجام دہی میں کسی فرقہ کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ ملک کی یکجہتی اور ترقی و سربلندی کا یہی بنیادی اصول ہے۔ ایسے اعلیٰ اصولوں کی موجودگی میں اگر ملک میں فرقہ وارانہ تنازعات کے مظاہرے دیکھنے میں آئیں تو یہ سوائے چند خود غرض اور تخریب پسند عناصر کی کارروائیوں کے اور کچھ نہیں۔ جو محض ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے ملک کی پرامن فضا کو فرقہ وارانہ ہوا و کشیدگی سے مسموم کرنے کے درپے ہیں۔ ہر دانشمند مسلم کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے ورنہ آپ کی اسلام یا مسلمانوں سے ہمدردی مشکوک ہو جائیگی اور آپ اپنے مخصوص نظریات کے زیر اثر تعصب کے تنگ دائرے میں مقید و محصور سمجھے جائینگے۔

جب سے حکومت عالیہ پاکستان نے آئندہ انتخابات کیلئے اعلان فرمایا ہے۔ ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں نے لنگر لنگوٹے کسنے شروع کر دئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مذہبی جماعتیں بھی میدان میں کود پڑی ہیں۔ اور بڑے بڑے مذہبی لیڈران کے منہ میں بھی پانی بھر آیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منتخب حضرات کو نہ صرف اقتدار حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ مالی فائدے بھی بہت ہوتے ہیں۔ پھر اپنے مخصوص نظریات بھی دوسروں یا اقلیت کے سر تھوپنے کے لئے کھلے مواقع میسر آ جاتے ہیں۔ موجودہ حالات میں حد یہ ہے کہ "صالح قیادت" کے متمنی غیر صالح دوسران کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے قسم قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ ہمیں اس جگہ اس سے بحث نہیں کہ صالح قیادت پہلے خود غیر صالحین کی محتاج کیوں؟ ہماری گذارش تو یہ ہے کہ آپ شوق سے اقتدار حاصل کرنے کیلئے تگ و دو کریں۔ مگر کم از کم مسلمانوں کو آپس میں تو نہ لڑائیں۔ پہلے تو بچارے

سیاسی لیڈر ہی بدنام تھے کہ وہ منتخب ہونے کیلئے قسم قسم کے STUNT (مخصوص کرتب) اختیار کرتے ہیں۔ مگر اب تو خیر سے مذہبی جماعتیں اور طبقہ علما بھی انتخابی مہم چلانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے جو ہزارت مسلمانوں کو قرآن اور حدیث کا سبق دیتا ہے پھر مسلمانوں میں انتشار اور فرقہ دارانہ بے اتفاقی کیوں پیدا ہو۔ الیکشن ہمیشہ ہی سالہاسال سے برطانیہ کے عہد حکومت سے ہوتے چلے آتے ہیں کبھی مسلمانوں میں فرقہ دارانہ کشیدگی نہ ہوئی تھی۔ مگر اب کیا ایسی بات ہوگئی ہے کہ باوجود مسلمانوں کی حکومت کے درس قرآن و حدیث دینے والوں کے ذریعے ہی سے فضا کو مسموم کیا جا رہا ہے۔ کیا اسلامی دیانت و اسلامی سچائی اسی کا نام ہے۔ یا "اسلام" انکے نزدیک محض ایک نعرہ ہی ہے۔ اور حقیقت صرف مادی سربلندی" ہے ۔

مدبرین ملک کا یہ قول ہے کہ ملک کی آئندہ پالیسی۔ اور ملک کا آئندہ استحکام و ترقی آئندہ انتخابات کے نتائج ہی پر منحصر ہے۔ اسلئے ہر ایک جماعت آئندہ اپنی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ مذہبی فرقہ دارانہ جماعتیں اپنے مخصوص عقائد دوسروں کے سر تھوپنا چاہتی ہیں۔ اور کوشش کر رہی ہیں کہ کوئی ان کے مخالف فرقے کا پیرو منتخب نہ ہو سکے۔ اسی لئے جوں جوں انتخابات نزدیک تر ہو رہے ہیں ملکی فضا کو دوسرے فرقوں پر مختلف الزامات لگا لگا کر مسموم کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ عزاداری امام حسین علیہ السلام بھی ہے یہ عزاداری کوئی نئی نہیں بلکہ صدیوں سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اور تمام مسلمان شامل ہوتے اور دیکھتے چلے آئے ہیں۔ مظلوم سے ہر ایک کو ہمدردی ہے۔ چہ جائیکہ نواسۂ رسولؐ جس نے بقاء اسلام کیلئے انتہائی ظلم کو برداشت کیا ہو جب مسلمان صدیوں سے محرم کی مجالس اور جلوسوں میں شرکت کرتے رہے اور دیکھتے رہے ہیں۔ تو آج کیا دین بدل گیا ہے۔ نواسہ رسولؐ کی برسی اور یاد منانے والوں میں سینکڑوں علماء و بزرگان و صوفیا کرام بھی تھے ذرا تدبر فرمائیے حقیقت یہ ہے کہ عزائے امام مظلوم سے اب بھی مسلمانوں کو عقیدت ہے اور جزو ایمان ہے۔ مگر برا ہو حُبِ اقتدار اور الیکشن میں کامیاب ہونے کی حرص کا کہ اس مسئلہ کو بھی آئندہ الیکشن کیلئے بطور اسٹنٹ تیار کیا جا رہا ہے۔ طبقۂ علماء نہ صرف عزاداری امام مظلوم ہی کو بہانہ فساد بنا رہا ہے بلکہ "سب صحابہ" کا ناقابل فہم و عجوبہ الزام تراش کر بھی مملکت کے پرامن شہریوں میں تلوار چلانا چاہتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ صحابہ کرام کروڑوں مسلمانوں کے دل میں بستے ہیں اور اصحاب اخیار رسولؐ مختار کی عظمت و بزرگی میں تو کسی بھی فرقہ اسلام کو انکار نہیں۔ پھر سب صحابہ کا الزام تھام کر کے کیوں مسلمانوں کو لڑایا جاتا ہے۔ البتہ یہ تو سنتِ معاویہ و بنی اُمیّہ ہے جن کے عہد حکومت

میں وقتاً فوقتاً سو سال تک مملکت کی ہر مسجد کے منبر پر امیر المومنین حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) سب و شتم کیا جاتا رہا۔ جو کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں ختم کیا گیا۔ شیعہ بالخصوص جو کہ شروع ہی سے بنو امیہ اور یزید و معاویہ کے مخالف رہے ہیں کیونکر اہل سنت امور پر عمل کرنا گوارا کر سکتے۔ ورنہ اگر ان کے مذہب میں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح خلفاء کے خود ساختہ خلافتوں اور بیعتوں تک کو بھی کوئی دینی فعل جانا ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں میں محض وہی ہمدرد اسلام و عاشق دین محمدی ہے جو ان مخالفوں سے علیحدہ رہے۔ اور تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی سمجھے اس انتخابی اسٹنٹ میں فرقہ وارانہ کشیدگی سے کنارہ کش رہے۔ عقائد کے اختلاف سے ایک دوسرے کے دشمن جان نہ بن جائیے۔ ایک ایک خاندان میں بلکہ ایک ایک گھر میں کئی کئی عقائد کے افراد رہتے ہیں۔ کیا ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو کر یا ایک دوسرے کو ختم کر کے مسلمانان پاکستان دوسری دنیا کو اپنے علم کا مظاہرہ دکھائیں اور بالآخر خود ختم ہو جائیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دین کا مفہوم حکیم ملت کے نزدیک

معارف اسلام کا یہ شمارہ ۲۱ اپریل کو قارئین کی خدمت میں پہنچے گا۔ جبکہ طول و ارض مملکت میں اور اس دنیا کے دیگر اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں بھی حکیم مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی یاد میں یوم اقبال منایا جا رہا ہوگا۔ اقبال اور اس کے کلام کو مسلمانوں میں جو ہر دلعزیزی حاصل ہے وہ یوم اقبال سے اور اس ذخیرہ انگنت کتب سے ثابت ہے جو کہ اقبال، اسکے فلسفہ، تخیلات، تصورات و تعلیمات کے سلسلہ میں شائع ہوئیں اور اس کے کلام کی شرح میں لکھی گئیں۔ بلا مبالغہ اقبال کی ایک ایک کتاب کئی کئی ایڈیشنوں میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ یہی اس کی ہر دلعزیزی کی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اقبال معصوم نہ تھے۔ ان سے بھی بعض غلطیاں ہوئی ہیں اور اپنے ابتدائی کلام نظم و نثر میں بعض مقامات پر وہ چوک گئے۔ مگر ان کی محبت اسلام اور ان کے کلام کی روح سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص ان کے آخری ایام کا کلام جبکہ دماغ تجربات و تحقیقات سے پختہ ہو چکا تھا جس میں مسلمانوں کے لئے شاہراہ ہدایت و نجات موجود ہے۔ اس اہم کلام کے بعض اجزا اس شمارہ میں سرپرست ادارہ نے "یادگار اقبال" کے عنوان سے پیش کئے ہیں۔ قارئین بغور مطالعہ فرما دیں۔

حکیم ملت کا تمام کلام از اول تا آخر پڑھ جائیے۔ دین کا مرکز۔ دین کی روح سوائے عشق کے آپ اور کچھ نہ پا سکیں گے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

زندگی را شرع و آئین است عشق — اصل تہذیب است دین، دین است عشق

دین نگردد پختہ بے آداب عشق — دین بگیر از صحبت ارباب عشق

ارباب عشق سے دین حاصل کرنے کی تلقین کرنے کے بعد مومن و مسلم کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

مومن از عشق است و عشق از مومن است — عشق را ناممکن ما ممکن است

نیز ارشاد فرمایا:- اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی

نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

اندریں حالات دین یا ارباب دین یعنی عشق اور ارباب عشق کا تعارف ضروری ہے۔ اقبال نے صاف طور پر جناب حسنین علیہم السلام کے متعلق "مرکز پرکار عشق" اور "قافلہ سالار عشق" اور "آل امام عاشقاں" تسلیم کیا ہے۔ اور "عشق را سرمایۂ ایمان علیؑ" کہکر امیر المومنین علیہ السلام کا "روح عشق" ہونا ظاہر فرمایا ہے جس سے ہر مسلم کیلئے اقبال کی طرف سے وہی موجود ہے غیر اہلبیت سے دین حاصل کرنا اقبال کے نزدیک غلط ہے " دین بگیر از صحبت ارباب عشق " لہذا ہمارا تمام دستور العمل حیات ہماری فقہ اور ہمارا طریق عبادت وغیرہ اہلبیت کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ یہ مقدسین محمد عشق تھے خود دین تھے۔ بلکہ دین کیلئے سرمایہ تھے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو دین و عشق ان کے بغیر بموجب اقوال اقبال علیہ الرحمۃ تہی دست نظر آتے ہیں۔ اب تجسس کرنا قارئین کا کام ہے ؎

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی — بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللٰہی (اقبال)

اجراء فقہ جعفریہ

ماہ شوال کی ۱۵ تاریخ یوم شہادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہے۔ حضرت بعد از رسول مسلمانوں کے چھٹے امام ہیں۔ اور اسلام میں آپ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں لہذا کیا اسلام میں اس عظیم دن کی یاد سوائے اسکے اور کسی صورت میں منانا زیادہ بہتر ہے کہ تمام مسلمان فقہ جعفریہ کی ترویج کر کے اپنے جملہ معاملات میں اس نعمت عظمیٰ سے فیضیاب ہوں؟ آئیں تھوڑی دیر کیلئے اس امر میں غور فرمائیں۔ تاکہ مسلمانوں کا بھلا ہو۔

آئینِ پاکستان کی دفعہ ۲۲۸ لاء کمیشن کے متعلق ہے جس کی رو سے صدرِ جمہوریہ کے مقرر کردہ لاء کمیشن کو پانچ سال کے اندر اندر حکومت سے ایسی سفارشات کرنا ہیں۔ جن کی رو سے ملک کے موجود قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جا سکے کمیشن کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کیلئے ایک ایسا ضابطہ مقرر کرے جس کے ذریعے مجوزہ اسلامی احکام کو قانونی شکل دی جا سکے۔ دفعہ ۲۲۷ میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اسلامی احکام سے مراد قرآن اور سنت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود ہے۔ کہ کسی فرقے کی نسبت قانون بنانے میں قرآن اور سنت کی صرف وہ تعبیر قابلِ قبول ہوگی جو اُس مخصوص فرقے کے نزدیک مستند ہے۔ لہذا اصل مسئلہ کمیشن کے سامنے فقہ میں ترمیم کرنے کا ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ جملہ فقہی معاملات مثلاً وراثت۔ ہبہ۔ وصیت نکاح۔ طلاق و دیگر معاملات کے متعلق محمڈن لاء موجود ہے۔ اس قانون کی دو شاخیں ہیں۔ یعنی شیعوں کے لئے علیحدہ قانون ہے اور حنفیوں کے لئے علیحدہ عدالت فریقین جس مذہب سے تعلق رکھتے ہوں اُس کی رو سے فیصلہ کرتی ہے۔ لاء کمیشن نے جہاں جملہ قوانین و احکام پاکستان کو اسلامی بنانے کیلئے حکومت سے سفارشات کرنا ہے وہاں مروجہ اسلامی قوانین پر نظرثانی کر کے اُن کی خامیاں دُور کرنا بھی کمیشن ہی کے دائرہ اختیار میں ہے۔

ہمارا مطالبہ ہے اور قرینِ عقل بھی ہر مسلم کیلئے یہی ہے کہ شیعہ سنی کی بجائے ایک ہی فقہ مشترکہ طور پر پاکستان میں رائج کرنا چاہئے۔ اور یہ "فقہ جعفریہ" ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہر انصاف پسند مسلم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور جملہ معاملات کے متعلق مفید ترین بھی یہی ہے۔ مفکرِ ملت علامہ اقبال مرحوم کا بھی یہی خیال تھا کہ فقہ جعفریہ کو رواج دینے سے مسلمانوں کے اختلافات کافی حد تک ختم ہو جائینگے اور علمائے اہلسنت بھی اس سے انکار نہ کرینگے کیونکہ خود امام ابوحنیفہ و امام مالک و دیگر آئمہ اہلسنت کو براہ راست یا بالواسطہ حضرت امام جعفر صادق سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ مختلف مؤرخین اسلام نے اس شاگردی کے دعوے کئے ہیں۔ تو پھر کیوں نہ استاد ہی کو پکڑ کر سب کے اختلافات دُور کر لئے جائیں۔ ہم نے یہ مطالبہ عقیدت کی رو میں بہہ کر نہیں کیا۔ بلکہ علمائے اہلسنت و بزرگانِ ملت کے دعاوی کے پیشِ نظر مسلمانوں کیلئے یہ مفید و بابرکت مطالبہ پیش کیا ہے۔

خواجہ فریدالدین عطارؒ نے حضرتؑ کے ذکر کی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے۔ "آں سلطانِ ملت مصطفوی و آں برہانِ حجت نبوی۔ آں عاملِ صدیق و آں عالمِ تحقیق و آں میوہ دلِ اولیاء و آں قرہ عینِ شاہِ انبیاء و آں ناقدِ علی و آں وارثِ نبی و آں عارف و عاشق ابو محمد جعفر صادق" (تذکرۃ الاولیاء)

اور سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "یوسف سنت و جمال طریقت و مخبر معرفت و مزین صفوۃ ابو محمد جعفر صادق"۔

علامہ ابن حجر مکی۔ علامہ شیخ سلمان قندوزی حنفی بلخی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی اپنی کتابوں میں رقمطراز ہیں کہ "حضرت امام جعفر صادق علوم ظاہر و باطن میں اکمل تھے۔ حکمت میں کامل اور دین میں آپ کے علوم سب پر فائق تھے۔ دنیا میں آپ کا زہد کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ آپ خواہشات نفس سے بالکل مبرا تھے۔ آپ کے علوم تمام بلاد و امصار میں پھیل گئے۔ جتنے علوم آپ سے نقل کئے گئے ہیں اور کسی سے نقل نہیں کئے گئے۔ (صواعق محرقہ۔ ینابیع المودۃ اور روضۃ الصفا)

اور ائمہ اربعہ اہلسنت میں سے امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا: "فضل۔ علم۔ عبادت اور پرہیزگاری میں کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے حضرت امام جعفر صادق سے افضل سنا"

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اعیان ائمہ میں سے ایک جماعت مثل یحییٰ بن سعید و ابن جریج اور امام مالک اور امام سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ اور امام ابوحنیفہ و ابو ایوب السجستانی نے آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ اور ابو حاتم کا قول ہے کہ جناب امام جعفر صادق ایسے ثقہ ہیں کہ ایسے شخص کی نسبت ہرگز نہیں پوچھا جاتا" (ارجح المطالب)

اس ضمن میں مشہور مورخ علامہ شبلی نعمانی کا بیان خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں: "امام ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان (حضرت امام محمد باقرؑ) کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور فقہ اور حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ اور سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عموماً کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے معاصر تھے۔ اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ فقیہ اور مجتہد ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادقؑ سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیتؑ کے گھر سے نکلے۔ و صاحب البیت ادرے فیہا"۔ (سیرت نعمان۔ شبلی نعمانی)

یہ تو تھے اسلام کے فرقہ اہلسنت والجماعت کے پیشوایان کے بیانات۔ اب فرقہ اہلحدیث کے پیشوا

اور محترم عالم مولوی وحید الزمان خاں صاحب حیدر آبادی کا بیان بھی سن لیجئے۔ رقم فرمایا ہے:-

"امام جعفر صادق مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے۔ اور بڑے ثقہ اور فقیہہ اور حافظ تھے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ ہیں۔ اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں کہ "میرے دل میں امام جعفر صادق سے خلش ہے۔ ان سے زیادہ مجالد کو میں دوست رکھتا ہوں"۔ حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے۔ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو ہم بدنام ہوتے ہیں کہ ہم کو آئمہ اہلبیت سے کچھ محبت و اعتقاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے۔ کہ مروان اور عمران بن حطان اور کئی دیگر خوارج سے تو انہوں نے روایت کی ہے۔ اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں"۔

(انوار اللغات پ ۵ ص ۳۳)

مندرجہ بالا بیانات میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے بین الاسلامی مقام کی خفیف سی جھلک دکھائی گئی ہے جس سے پتہ چل سکتا ہے۔ کہ فقہ جعفریہ کو رواج دینے میں اصولی طور پر تمام مسلمانوں کو متفق ہو جانا چاہئے۔

اصول فقہ جعفریہ کو سمجھنے کیلئے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) مثلاً طہارت کے متعلق فقہ جعفریہ کا یہ اصول ہے کہ "کل شیٔ طاھر حتی تعلم انہ قذر" یعنی ہر شے پاک ہے جب تک کہ اس کی ناپاکی کا علم نہ ہو جائے۔ بخلاف اس کے فقہ غیر جعفریہ میں ہر شے کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جبتک کہ پاکیزگی کا علم نہ ہو وہ شے پاک نہیں سمجھی جا سکتی۔ غور فرمائیے کہ اس اصول کے ماتحت روزانہ زندگی میں کس قدر مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ ہم کسی مقام پر گئے میزبان نے کھانا پیش کیا۔ کیا پہلے تحقیقات کی جائے کہ یہ کھانا حرام ہے یا حلال! اس پر جو رقم خرچ ہوئی کیا وہ حلال کمائی کی تھی یا حرام کی؟ کیا اس میں زکوٰۃ و خمس نکل چکا تھا؟ وہ چوری یا غصب کی تو نہ تھی۔ کیا گوشت ذبح کرتے وقت شرائط پوری کر لی گئی تھیں۔ تکبیر پڑھی گئی تھی۔ پانی جو استعمال ہوا پاک تھا ناپاک تو دیکھا۔ میزبان کے کھانا پیش کرنے پر اگر کھانے سے پیشتر اس کی پاکیزگی کیلئے یہ تحقیقات شروع کر دی جائے تو ایک مصیبت گلے پڑ جائیگی۔ یا مثلاً وہیں پر نماز کا وقت آ گیا۔ کیا پہلے اس زمین کی تحقیقات کی جائے کہ جس جگہ نماز پڑھنے لگے ہیں یہ زمین غصبی تو نہیں جائز کمائی سے

خریدی گئی ہے۔ یہ چیزیں سب غیر مناسب اور ناقابل عمل ہیں۔ تحقیقات ہی میں نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن میں "لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعہا" اور "یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" سے فقہ جعفریہ کے اس سہل و آسان اور مفید و درخشندہ اصول کی پُر زور تائید ہوتی ہے۔

(۲) اب وراثت کے مسئلہ ہی کو لے لیجئے۔ فقہ جعفریہ کی رو سے اگر ایک باپ مرنے کے بعد اپنے پیچھے اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی چھوڑ جاتا ہے تو وہ اس کی واحد وارث ہے بخلاف اس کے دوسری فقہ کے وہ لڑکی مکمل جائیداد کی وارث نہیں بشرطیکہ کوئی لڑکا بھی میت کا موجود نہ ہو۔ یہ اصول نہ ہی مفید ہے نہ ہی قرین عدل و انصاف ہے۔ اسی طرح جب کسی مسلمان کے مرنے کے بعد نواسی ایک بھتیجے کے ساتھ موجود ہو تو فقہ غیر جعفریہ کی رو سے بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے متوفی کی نواسی کو بالکل ترکہ سے محروم کر دیتا ہے لیکن فقہ جعفریہ کی رو سے متوفی کی نواسی چونکہ اولاد کی اولاد ہے لہٰذا کل جائیداد کی وارث ہوگی اور بھتیجے چونکہ اولاد میں سے نہیں لہٰذا اس کو کچھ نہ ملیگا۔ اور یہی اصول قرین عقل اور مفید ہے۔

(۳) تین طلاق کے مسئلے کے متعلق ہماری روزانہ زندگی میں اصول فقہ جعفریہ ہی مفید و درخشاں مثل ہے جس کی رو سے ایک مجلس میں تین چھوڑ ہزار مرتبہ بھی آپ طلاق کہدیں تو وہ ایک طلاق ہی سمجھی جائیگی۔ مگر فقہ غیر جعفریہ میں ایک ہی وقت اگر تین دفعہ طلاق کا لفظ بیوی کو کہہ دیا جائے تو وہ طلاق قطعی گردانا جاتا ہے۔ جو سوسائٹی کیلئے صد درجہ غیر مفید ہے۔ اسی وجہ سے روزانہ جھگڑے عدالتوں میں پہنچتے۔

ایسے ہی اور بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مثالیں موجود ہیں جن کی رو سے فقہ جعفریہ امت محمدیہ کے مفاد کیلئے نہایت ہی مفید اور سوسائٹی کو انتشار سے بچاتی ہے۔ آج مسلمان اس پر کاربند ہو جائیں تو نہ صرف ہمارے تمام گھریلو جھگڑے سلجھ سکتے ہیں بلکہ فرقہ وارانہ انتشار بھی قریباً کس حد تک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو سکتا ہے۔

قرآن سے ناواقف صحافی

معارف اسلام کے گذشتہ شمارہ میں ہم نے قارئین عظام کو ۱۹۵۵ء اوّل کے "عربی سے نابلد علماء" لوگوں سے روشناس کرایا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اپنی قوم کی بے حسی پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ آج ہمیں ایک ایسے معصر صحافی سے سابقہ پڑا ہے جس نے شاید ساری عمر قرآن مجید نہ دیکھا ہے نہ

اس کی آیات کی کبھی تلاوت کی ہے۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ توحید کے علمبرداروں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید فرقان حمید سے اپنی والہانہ محبت اور شیفتگی کا اظہار یوں کیا کہ اس کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک حرف کے نیچے ڈیرے ڈال دئیے۔ جہاں تک کہ اس کے عاشقوں نے اس کی تمام آیات، الفاظ۔ حروف۔ شد مد۔ زبر۔ زیر۔ ضمہ۔ تنوین۔ رموز اور اوقاف سب کو حفظ کر لئے۔ اس پر ہی بس نہیں۔ آج دنیائے اسلام میں کروڑوں حفاظ ایسے موجود ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ اگر آج خدانخواستہ قرآن مجید کا وجود کسی حادثہ کے سبب دنیا سے ناپید اور مفقود ہو جائے۔ تو کروڑوں مسلمان ایسے نکل آئینگے۔ جو اس کا ایک ایک حرف سنا دینگے۔ کیونکہ قرآن مجید کا اپنا بڑا بھاری دعوےٰ ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (پ۱۴ حجر ع) کہ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ (حقیقی) ہیں۔ اور یہ معجزہ باقیہ ہے۔ جو اس آیت کریمہ کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ مسلمانوں میں بدقسمتی سے کئی مختلف فرقے ہو گئے جن کے عقاید میں بے شمار اختلافات ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان ایسا نہیں۔ جو کسی آیت قرآن کی کمی بیشی کا منکر ہو۔ یا اس قرآن مجید کے علاوہ جو مابین الدفتین موجود ہے۔ جو نہ صرف کسی مسلمان چھاپہ خانے بلکہ صدیوں سے ایس خشت سنگھ اینڈ سنز یا رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز ایسے کافروں کے چھاپہ خانوں سے چھپتا رہا ہے۔ کسی اور قرآن کا قائل ہو۔ ہر مسلمان خواہ وہ کسی مکتب خیال سے تعلق رکھتا ہو۔ اسی قرآن کو مانتا اور اسی کو رہبر کامل سمجھتا ہے۔ اس کی آیات بینات اور احکام خداوندی کی تبلیغ علاوہ مبلغین اسلام کے صحافیوں نے اپنے ذمہ لی۔ ان صحافیوں میں بعض ایسے ہیں جن کی واقفیت قرآنی کا یہ عالم ہے کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جن عربی الفاظ کو وہ قرآن مجید کی آیت سمجھ رہے ہیں وہ حقیقتاً آیت بھی ہے کہ نہیں۔ میرے سامنے اس وقت لاہور سے شائع ہونے والے ایک مذہبی رسالہ "آئینہ" کے گذشتہ ماہ کا شمارہ ہے جس میں اس کے مدیر محترم نے سرور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور محامد ومناقب کا آغاز عربی کے ان الفاظ کو آیت قرآنی قرار دے کر کیا ہے۔ ولاک لما خلقت الافلاک۔ لیکن کسی پارہ یا سورۃ کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ کون سے پارہ یا کون سے سورہ کا جزو ہے۔ کیا مدیر محترم "آئینہ لاہور" اس پر روشنی ڈالینگے کہ ان کی یہ آیت کس قرآن کی ہے؟ افسوس ہے کہ ہمارے محترم صحافی اور مدیر شہیر کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جسے وہ آیت قرآنی سمجھ رہے ہیں وہ آیت قرآنی نہیں۔ بلکہ حدیث قدسی ہے ۔؎

ببریں دین وایمان بباید گریست

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۳۶ء میں مجھے چوہدری امام الدین مرحوم ذیلدار لیں آباد ضلع گوجرانوالہ کے مکان پر ایک نہایت متبحر عالم دین سے مسئلہ قضاء و قدر پر تبادلہ خیالات کرنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے مجھے ساکت کرنے کیلئے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن مجید کی آیت "لا تتحرک ذرة الا باذن اللہ" نہیں پڑھی۔ میں نے لاکھ عرض کیا۔ کہ حضور مولانا۔ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ لیکن وہ اصرار کرتے تھے کہ نہیں تم کیا جانو۔ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ جب میں نے پارہ اور سورۃ کا نشان مانگا تو نجوم القرآن جس کی مدد سے آیات قرآن نکالی جاتی ہیں موجود نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ میں ایک قریبی کتب خانہ سے "نجوم القرآن" مانگ لایا۔ اور مولانا صاحب کے پیش کر دی لیکن انہوں نے یہ کہکر اپنی جان چھڑائی کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ ابھی ہم گوجرانوالہ واپس جا رہے ہیں۔

دین اسلام کی تبلیغ کرنے والے یا تو علماء کرام ہیں یا صحافی صاحبان۔ لیکن جب ان کی واقفیت قرآن کا یہ عالم ہے۔ تو تبلیغ کیسی اور دین اسلام کو فروغ کیسا؟ دنیا میں جو آج لادینی اور مذہب سے بیگانگی پھیل رہی ہے۔ اس کے زیادہ ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔ جو سے

کو خویشتن گم است کرا رہبری کند　　کے مصداق ہیں

چڑیا چڑے کی کہانی - پرویز کی زبانی اور توہین انبیائے ربانی

طلوع اسلام بابت ماہ مارچ ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۱۳ پر منکر حدیث پرویز بذیل "سلیم کے نام سے" "چڑیا چڑے کی کہانی" کے عنوان سے یوں لکھتا ہے :-

"میں نے ایک دن چڑیا سے پوچھا کہ تم یہ تمام تگ و دو اور یہ دکاوش کیوں کرتی ہو؟ اس نے کہا کہ بذالک امرت وانا اول المسلمین مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ اس سے تمہیں ملتا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے سامنے ملنے والے (اجر۔ معاوضہ) کا سوال ہی نہیں (لا اسئل علیہ من اجر) میں یہ سب کچھ (للہ رب العالمین) خدا کی ربوبیت عالمین کے پروگرام کی تکمیل کیلئے کرتی ہوں۔ اور اس کا معاوضہ یہ ہوتا ہے۔ کہ (میں) انڈے دیتی ہوں اور انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ ان بچوں کی اس گھونسلے میں پرورش ہوتی ہے اس طرح خدا کی ربوبیت کے پروگرام کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہی میرا اجر ہے۔ یہی میرا معاوضہ ہے۔ (ان اجری الا علی رب العالمین)"

معارف اسلام - استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ پرویز نے اپنی لادینی کی رو میں بہکر

جس طرح آیات قرآنی اور انبیائے ربانی کا مضحکہ اڑایا ہے۔ اس کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی جرات یہاں تک بڑھ گئی ہے۔ کہ اب وہ کھلم کھلا انبیائے کرام کو چڑیا چڑے سے نسبت دیکر آیات قرآنی کو اپنی مطلب برآری کیلئے توڑ پھوڑ رہا ہے۔ لیکن مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اور حکومت اس کے منہ میں لگام نہیں دیتی۔ کاش کہ مسلمان خواب غفلت سے جاگیں۔ اور دین کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔ آج پرویز نے انبیائے کرام کو چڑیا چڑے سے تشبیہ دی ہے۔ اگلے دن لاہور کے جدید دعوت" نے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نعوذ باللہ ایک "تھلی گر" سے نسبت دی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ان دین کے ٹھیکیدار صحافیوں کے دلوں میں انبیائے کرام بالخصوص سید الانبیاء سرور کائنات فخر موجودات کی کہاں تک قدر و منزلت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کاش کہ علمائے شیعہ و سنی متحد ہو جاتے اور ایکدوسرے سے تعاون کرتے تو آج ایسے زبان درازوں کو پاکستان میں پنپنے کی صورت پیش نہ آتی یہ سب کچھ اسی عدم تعاون کا نتیجہ ہے کہ غلام احمد پرویز جیسے علم عربی سے نابلد قرآن حکیم کا خود ساختہ مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اُن کے جی میں آتا ہے انبیاء معصومین کی شان میں کہہ گزرتے ہیں۔ آج بھی موقعہ ہے کہ شیعہ و سنی ایک دوسرے سے تعاون کریں اور گلے مل جائیں۔ ایک دوسرے کی مخالفت ترک کر کے دشمنان اسلام کی مداخلت فی الدین کی روک تھام کریں۔ تاکہ دین اسلام کو آنچ نہ آنے دیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین

سلطان القلم و محققِ اعظم آغا محمد سلطان مرزا کے تاثرات

ماہنامہ "معارف اسلام" اپنی زندگی کی تین منزلیں الحمد گزار کر چوتھی منزل میں داخل ہو گیا۔ آپ کے ہاتھوں میں سال چہارم کا پہلا شمارہ ہے۔ چونکہ یہ جریدہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ نہ ہی اسکی اشاعت سے کسی بھی قسم کا ذاتی مفاد یا خواہش نام و نمود مقصود ہے اس لئے اس کے تمام مضامین خدمت اسلام و مسلمین و ہمدردی خلق خدا کے جذبہ کے تحت بہرہ قلم کئے جاتے ہیں مقصد صرف عوام کو دین حق سے آگاہ کرنا ہے۔ اور صحیح راہ اختیار کرنے کی تلقین۔ معارف اسلام صرف لوگوں کی توجہ کا شیفتہ ہے۔ تاکہ سب کے تعاون سے یہ اہم سلسلہ قائم و دائم رہے۔ اس ضمن میں نہایت ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو سرٹیفکیٹ جناب سلطان القلم کی جانب سے "معارف اسلام" کو سال سوم کے آخری ایام میں موصول ہوا اس سے قارئین کرام کو مطلع کر

دیا جائے۔ تاکہ "معارف اسلام" کی افادیت نمایاں ہو سکے :-

اقتباس از گرامی نامہ آغا محمد سلطان مرزا بالقابہ :-

کراچی ۲۰ مارچ ۱۹۵۵ء

مکرمی! تسلیم

میں نے آج آپ کے معارف اسلام مارچ ۱۹۵۵ء کا مطالعہ بغور کیا۔ ماشاء اللہ تمام پاکستان میں یہ پرچہ مسلمانوں کا بہترین رسالہ ہے۔ آپ نے مسئلہ غیبت امام عربی زبان سے نابلد علماء، بونا سنگیوں کا قصہ اور مسلمانوں کی غیرت، صحیح اسلامی درد، جوش، حمیت کے ساتھ لکھے ہیں۔ سارا ہی پرچہ واقعی معارف اسلام سے مملو ہے۔ مبارک ہو اور خداوند تعالیٰ آپ کو خدمت حق کی تائید و امداد و حمایت کی توفیق وافر عنایت فرمائے۔ آمین۔ آپ یہ بہت عمدہ کام کر رہے ہیں۔ میرے پاس پہلے پرچے ہیں۔ لیکن اُن میں کوئی کوئی پرچہ شاید آپ بھیجنا بھول گئے۔ یا میرے یہاں گم ہو گیا۔ اگر اس کا چندہ میرے اوپر واجب ہو چکا ہے تو مطلع فرمائیں تاکہ میں بھیجدوں میری طبیعت آپ کے اس پرچہ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئی۔ یہ تصنع یا خوشامد نہیں ہے۔ میں دل سے عرض کر رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ آپ کی عمر میں ترقی دے ......

نیاز مند

محمد سلطان مرزا

ادارہ معارف اسلام آغا صاحب قبلہ کا اس حوصلہ افزائی کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس سے ہماری ہمتوں میں واقعی اضافہ ہوا ہے۔ اور ہم آئندہ بڑھ چڑھ کر کام کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (ادارہ)

ابنِ ملجم کے حملہ کے بعد حسنین علیہما السلام کو وصیت

(بزبان امیر المومنینؑ)

اوصیکما بتقوی اللہ وان لا تبغیا الدنیا وان بغتکما، ولا تاسفا علی شیء منها زوی عنکما۔ وقولا بالحق۔ واعملا للاجر۔ وکونا للظالم خصما والمظلوم عونا

اوصیکما وجمیع ولدی واھلی ومن بلغہ کتابی بتقوی اللہ ونظم امرکم وصلاح ذات بینکم، فانی سمعت جدکما صلی اللہ علیہ والہ یقول: صلاح ذات البین افضل من عامۃ الصلاۃ والصیام۔ واللہ اللہ فی الایتام فلا تغبوا افواھھم ولا یضیعوا بحضرتکم۔ واللہ اللہ فی جیرانکم فانھم وصیۃ نبیکم مازال یوصی بھم حتی ظننا انہ سیورثھم، واللہ اللہ فی القرآن لا یسبقکم بالعمل بہ غیرکم۔ واللہ اللہ فی الصلاۃ فانھا عمود دینکم۔ واللہ اللہ فی بیت ربکم لا تخلوہ ما بقیتم فانہ ان ترک لم تناظروا۔ واللہ

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ دنیا کے خواہشمند نہ ہونا۔ اگر وہ تمہارے پیچھے لگے۔ اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے۔ جو کہنا حق کیلئے کہنا اور جو کرنا ثواب کیلئے کرنا ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا۔ کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لئے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر نے برابر ہدایت کی ہے۔ اور آپ اس حد تک ان کیلئے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی

الله في الجهاد بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم في سبيل الله. وعليكم بالتواصل والتباذل. وإياكم والتدابر والتقاطع. لا تتركوا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيولى عليكم شراركم ثم تدعون فلا يستجاب لكم. يا بني عبد المطلب لا ألفينكم تخوضون دماء المسلمين خوضاً تقولون قتل امير المومنين ألا لا تقتلن بي إلا قاتلي.

انظروا إذا أنا مت من ضربته هذه فاضربوه ضربة بضربة ولا يمثل بالرجل فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول: "إياكم والمثلة ولو بالكلب العقور".

(نہج البلاغہ)

چھوڑ دیا گیا تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولو اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایکدوسرے کی اعانت کرنا اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائینگے پھر دعائیں مانگو گے تو قبول نہ ہونگی۔

(پھر ارشاد فرمایا) اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین قتل ہو گئے امیر المومنین قتل ہو گئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔ دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔

(ترجمہ از جناب مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ)

(قند پارسی) (اثر طبع سید السادات حاج آقائی سید الف شاہ صاحب پاکنہاد مدظلہ)

کارہائے خدائی!

یادداشت:۔ حاج آقائے سید الف شاہ صاحب پاکنہاد کا پاکیزہ کلام فارسی میں ہو یا اُردو میں نظم میں ہو یا نثر میں۔ معرفت و حکمت الٰہی کی چاشنی اس میں ضرور ہوتی ہے قبلہ شاہ صاحب ایران کی مروجہ فارسی پر کاملاً حاوی ہیں جیسا کہ اس نظم میں جو کہ بطور اختصار کارہائے خدائی کی آئینہ دار ہے۔ آپ کے اسلوب تحریر ترکیب الفاظ و کلمات مصطلحات و محاورات سے واضح ہے۔ اس نظم کو اول سے آخر تک پڑھئے اور آپ کی شیریں بیانی و سلاست انشاء کی داد دیجئے۔ قارئین کی سہولت کیلئے اس نظم کا اُردو ترجمہ بھی مقابل صفحہ پر کر دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ عدم گنجائش صفحات ماہنامہ کی وجہ سے ہم اس معرفت سے بھرپور کلام کی تشریح نہیں کر سکے۔ (غیاث الدین)

یکے مردم را خراب از چشم شہلا کردۂ ۱ مائے سرمستی رنداں مہیا کردۂ
گردش چشمت دلیل گردش لیل و نہار ۲ یک جہاں مفتون افسون تماشا کردۂ
بسکہ زلفت را پریشاں کردۂ بر روئے ماہ ۳ شرح (واللیل اذا یغشیٰ) ہویدا کردۂ
ما کجا و آرزوئے وصل تو اے دلنشیں ۴ تو کہ خود را ہر کجا پنہاں و پیدا کردۂ
گر نمودی جلوہ ات بر طور با لمعان نور ۵ عدۂ را کشتی و رفتی و حاشا کردۂ
قسمتی را دادۂ خیل و حشم حور و قصور ۶ تودۂ را بینوا، محتاج ما وا کردۂ
عدۂ درماندگان از کشف عورت شرمسار ۷ قسمت بعضی خز و ملبوس دیبا کردۂ
یک ضعیفہ را دہی تاج مکلل تخت و بخت ۸ صد ہزاراں ماہ لقا را در بدر ! کردۂ
خوبی و حسن و ملاحت انفعال حور عین ۹ پارۂ را بے نصیب از چشم بینا کردۂ
دستۂ وابستۂ را سر بصحرائی جنوں ۱۰ پائی کوباں در رہ زلف چلیپا کردۂ
جمعی در گرداب دریائی ضلالت غوطہ خور ۱۱ قسمتی را راکب کشتی بطحا کردۂ
دیگری از کشف کیفیات جوی سربلند ۱۲ علم و تفتیش دادۂ ہادی ہدارا کردۂ
اینک او در کوشش آبادی ارض قمر ۱۳ ضبط ہر فرد بشر بر او گوارا کردۂ

دیدۂ تو عزت و تذلیل جملہ کائنات ۱۴ قدرت خود را بگیتی آشکارا کردۂ
ایں جہاں فانیست نقش باطلی بستہ برآب ۱۵ وندراں خود جلوہ از عرش معلّا کردۂ
خوردہ گیری اندر امارت ز شرط بندگیست ۱۶ آنچہ کردی ای خدا حقا کہ زیبا کردۂ

۱۷ منت ای خالق کہ سعید را دریں دیر مغاں
سرخوش از صہبائی مہر آلِ طٰہٰ کردۂ

(ترجمہ)

کارہائے خدائی "(قدرت کے کھیل)"

(۱) اے وہ کہ جس نے مخلوق کو اپنی نرگسی آنکھوں سے مست و خراب کر رکھا ہے۔ اور زندگی کے لئے اپنی آنکھوں کی مستی سے سرمایہ مہیا کر دیا ہے۔

(۲) تیری آنکھوں کی گردش شب و روز کی گردش کی دلیل و رہنما ہے۔ تو نے تمام دنیا کو اس افسون تماشا میں مسحور کر رکھا ہے۔

(۳) تو نے اپنے چاند ایسے منور چہرے پر زلفیں بکھیر کر (واللیل اذا یغشی) کی تشریح کر دی ہے۔

(۴) اے حرمِ دل کے مکین بھلا ہم کہاں اور تیرے وصل کی آرزو کہاں۔ تو نے ہر جگہ اپنی ذات کو پوشیدہ و ظاہر کر رکھا ہے (ہر کہ شد محرم دل در حرم یار بماند ــ وآنکہ ایں کار ندانست در انکار بماند)

(خواجہ حافظ شیرازی)

(۵) ایک وقت تھا کہ تو نے کوہ طور پر تجلی کی اور اپنے نور کی درخشانی سے بعض (مشتاقان دیدار) کی جان پیکر جلتا بنا اور پھر کہہ دیا کہ میں نے تو ان کو نہیں مارا (میرے نور کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور مر گئے

فلما تجلّٰی ربّہ للجبل جعلہٗ دکّاً وخرّ موسٰی صعقاً۔ (قرآن حکیم)

(۶) تیری مخلوق میں ایک گروہ ایسا ہے جس کو تو نے جاہ و جلال، حور شمائل عورتیں اور عالیشان محل دے رکھے ہیں۔ لیکن عوام الناس کی کثیر تعداد بے سروسامان ہے۔ سر چھپانے کیلئے کوئی جگہ ہی نہیں

(۷) بعض لوگ اس قدر عاجز و مجبور ہیں کہ اپنی شرمگاہوں کو بھی نہیں چھپا سکتے اور برہنگی کی وجہ سے عوام کے روبرو شرمندہ ہیں۔ ان کے مقابلے میں بعضوں کو تو نے خز و سمور اور اعلےٰ درجے کے ریشمی لباس زیب تن کرنے کے لئے مرحمت کر رکھے ہیں۔

(۸) ایک خوش قسمت عورت کو تو نے ہیروں سے جڑا ہوا تاج و تخت بخشدیا ہے۔ لیکن اس کے مقابے

میں لاکھوں چاند کی شکل وصورت والیاں دربدر بھیک مانگ رہی ہیں۔

(۹) بعض تیری مخلوق اس قدر حسین و ملیح ہے کہ شخص آنکھوں والی حوریں بھی ان کو دیکھ کر شرمندہ ہونگی اس کے مقابلے میں ایک بدبخت مخلوق ایسی بھی ہے جس کو تونے قوۃِ بصارت سے محروم کر رکھا ہے۔ (ایک مادر زاد اندھا تیری دنیا کے مناظر کو کیسے دیکھ سکتا ہے)

(۱۰) ایک جماعت تونے دلباختہ لوگوں کی پیدا کر رکھی ہے جو صحرائے جنوں میں سرگرداں و دیوانہ وار اپنے اپنے معشوقوں کی زلفوں کی یاد میں رقص کرتے پھرتے ہیں (دنیا ومافیہا سے کچھ واسطہ ہی نہیں)

(۱۱) بیشمار لوگ ایسے بھی ہیں جو ضلالت و گمراہی کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں بعض خوش قسمتوں کو تونے ہدیٰ کے جہاز میں سوار کر دیا ہے (یعنی داخل دین اسلام ہیں۔ ع
ہادی بعضے و بعضے را مضل ۔ مثنوی مولوی معنوی)

(۱۲) تیرا مدعی فضائے آسمانی کی کچھ کیفیات کشف کر کے اس پر نازاں ہے تونے خود ہی اس کو علم وفہم عطا فرمایا اور اس کے ساتھ مدارا سے کام لیا۔ (با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا)۔

(۱۳) اب وہی مدعی اس کوشش میں ہے کہ فضائے بالا میں جاکر سرزمین قمر کو آباد کرے۔ تونے ہر فرد بشر کے خبط کو اس پر گوارا کر دیا ہے۔ (ہر کس بخیال خویش خبطی دارد)۔

(۱۴) تمام کائنات کی عزت و ذلت تیرے دست قدرت میں ہے۔ تونے اپنی قدرت کاملہ کو دنیا میں آشکار کر رکھا ہے (وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر قرآن حکیم)

(۱۵) یہ جہان فانی ایک نقش باطل کی مانند ہے جس کو پانی پر بنایا گیا ہو اور تو خود عرش معلیٰ سے اس دنیا میں جلوہ نمائی کر رہا ہے۔

(۱۶) تیرے اسرار و رموز پر نکتہ چینی کرنا عبودیت کا کوئی حق نہیں پس اے خدا جو کچھ تونے کیا اور کر رہا ہے الحق والانصاف وہی زیبا ہے۔ (تیری مصلحتیں فہم بشر سے بالاتر ہیں)

(۱۷) اے میرے پیدا کرنے والے۔ تیرا احسان عظیم ہے کہ اس خرابہ نے (دنیا) میں تونے ستید کو شراب محبت محمد و آل محمد پلا کر سرمست کر دیا ہے۔

قارئین کرام۔ یہ سال چہارم کا پہلا شمارہ ہے۔ از راہِ کرم اپنا بدلِ اشتراک چار روپے اپنی پہلی فرصت میں ارسال فرما کر ممنون کریں۔ (ادارہ)

(تبرکاتِ اقبال)

اِسلام اور خلافت

از حکیمِ مشرق علامہ اقبالؒ

یادداشت :- انقلابِ ٹرکی کے نتیجہ میں ۲۸ اپریل ۱۹۰۹ء کو سلطان عبدالحمید ثانی نام نہاد خلافتِ اسلامی سے معزول کر دئے گئے۔ اور مصطفیٰ کمال اتاترک کی کوششوں سے ٹرکی میں استوری وجمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس انقلاب کے دَوران میں "**اسلام اور خلافت**" کے موضوع پر علامہ اقبال کا یہ مضمون لندن کے رسالہ "**سوشیالوجیکل ریویو**" میں ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ یہ اب تبرکات میں سے ہے۔ ستمبر ۱۹۵۶ء میں معاصر ہفت روزہ "**حمایتِ اسلام**" لاہور نے بھی اس مضمون کو اپنے کالموں میں بڑی آب وتاب سے شائع کیا۔ اس وقت جبکہ **فکرِ اقبال** کی روشنی میں بالخصوص پاکستان کی اسلامی دُنیا آگے بڑھ رہی ہے۔ علامہ صاحب کے خیالات اس موضوع پر خالی از دلچسپی نہ ہوں گے۔

معارفِ اسلام کو اس مضمون کے جن بیانات سے اختلاف ہے۔ اُن میں سے بعض پر نشان لگا کر حاشیہ پر اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اقبال علیہ الرحمۃ کے ابتدائی مضامین میں سے ہے۔ نہ کہ آخری ایام میں سے اور ہمیں یقین ہے کہ اقبالؒ کی تحقیقات کے آخری ایام میں یہ کمزوریاں نہ رہی تھیں۔ جو کہ ان کے آخری کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (ادارہ)

زمانۂ جاہلیت اور انتخابِ رئیس

زمانۂ جاہلیت میں ملکِ عرب کئی مختلف قبائل پر منقسم تھا جو ہمیشہ باہمدگر برسرِ پیکار رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا جداگانہ سردار، جداگانہ معبود اور جداگانہ شاعر ہوتا تھا۔ شاعر وجذبِ حبِّ قومی اپنے قبیلہ کے اوصاف وفضائل کی شان وعظمت کو منصۂ شہود پر لانے میں صرف ہوتا تھا۔ اگرچہ ان ابتدائی اجتماعی نظاموں میں ایک خاص حد تک باہمی تعلقات قائم تھے۔ تاہم یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مذہب کی عالم گیرانہ حقیقت کا کرشمہ تھا۔ کہ امارت وریاست کے وہ تمام منتہا ومقاصد جن کے لئے ہر قبیلہ ساعی وسرگرداں رہتا تھا۔ حرفِ غلط کی طرح اعراب کے صفحۂ ضمیرت محو ومفقود ہو گئے اور [illegible]

اور قبیلوں میں بٹ رہنے والے ایک مشترک و وسعت طلب نظام میں بصورت ملت واحدہ مجتمع ہونے لگے۔ اس حقیقت کو واضح تر کرنے کے لئے ہمارے مقاصد بحث اس امر کے متقاضی ہیں کہ ہم مبادیات ہی میں عرب قبائل کے مراسم وراثت و دستور جانشینی کے تمام پہلوؤں کو بالتفصیل بیان کر دیں اور اس نظام اور ضابطہ کا ذکر کر دیں جو کسی سردار قبیلہ کی وفات کے وقت قبیلہ کے ارکان کو ملحوظ رکھنا ہوتا تھا۔

جب کسی عرب قبیلہ کا سردار یا شیخ مر جاتا۔ تو قبیلہ کے تمام اکابر ایک جگہ جمع ہوتے اور ایک دائرہ کی شکل میں مجلس منعقد کر کے جانشینی کے معاملہ پر بحث و تمحیص کرتے۔ قبیلہ کا کوئی رکن جس کو معتبر و متقدر خاندانوں کے اکابر و شیوخ بالاتفاق رائے منتخب کر دیں۔ قبیلہ کا رئیس بن سکتا تھا۔[1] بقول وان کریمر وراثتی بادشاہت کا مفہوم عرب دل و دماغ سے ہرگز مانوس نہ تھا۔ ان کے یہاں سنی و بزرگی کا اصول جس کو موجودہ سلطنت ترکی کے نظام حکومت میں سلطان احمد اول کے زمانہ میں قانوناً تسلیم کر لیا گیا۔ یقیناً انتخاب کے وقت منتخب کرنے والوں کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ اگر کبھی یہ مشکل آ پڑتی کہ قبیلہ کا ایک حصہ ایک سردار کی حمایت میں ہو اور دوسرا نصف دوسرے کی حمایت میں تو دونوں فریق اس وقت تک جبکہ ایک امیدوار اپنے حقوق سے دستبردار ہو جائے یکے از دیگرے علیحدہ رہتے ورنہ بصورت دیگر شمشیر فیصلہ کرتی جو سردار اس طرح منتخب ہوتا۔ قبیلہ کو اختیار تھا کہ اس کی روش کو جادۂ اعتدال سے منحرف پائے تو اسے معزول کر دے۔ اسلام کے ظہور کے بعد جوں جوں عرب فتوحات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ نظر و تدبر کے دائرے وسعت پکڑتے گئے۔ یہ ابتدائی رسم بتدریج بڑھتی بڑھتی ایک سیاسی اصول میں متبدل ہو گئی جس کے وضع کرنے میں جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ اسلام کے ماہرین قانون سماجی نے نئے نئے سیاسی حالات اور تجربوں پر اپنے اجتہاد و تفقہ کی بنا رکھی۔

اسلام اور انتخاب خلیفہ

پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عرب کی اس قدیم رسم کو قائم رکھی۔[2] رحلت کے وقت یا اس سے قبل اپنی جانشینی کے متعلق مسلمانوں کو کوئی ہدایت نہ فرمائیں۔[3] ایک حدیث میں مروی ہے کہ [illegible] بن عامر

---

[1] اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جانشین بالاتفاق رائے ہوتا تھا اور اسی قبیلہ میں سے نہ کسی دوسرے قبیلہ میں سے۔ تاریخیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ صورت اس وقت پیش آتی تھی جبکہ متوفی سردار اپنا جانشین خود نامزد نہ کر جاتا تھا۔

[2] رسول اللہ نے اس رسم کو قائم رکھا یا نہیں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی واقعہ اس قسم کی جانشینی کا عہد رسول میں پیش نہ آیا۔ دوسرے علاقوں کے جو امیر و والی مقرر ہوتے رہے وہ جناب رسول خدا خود مقرر فرماتے رہے۔ نہ کہ اس علاقہ کے باشندے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں ان سے انکار نہیں۔ [3] غالباً اس مضمون کے لکھنے کے [illegible] [illegible]

ایک دن پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ "اگر میں اسلام قبول کروں تو مجھے کیا مرتبہ یا منصب دیا جائے گا کیا آپ اپنے بعد عرب کی حکومت کی باگ میرے ہاتھ میں دے دیں گے؟ رحمۃٌ للعالمین نے جواب دیا "حکومت کی باگ تو خود میرے ہاتھ میں نہیں۔ تیرے ہاتھ کیا دوں گا"۔ یہی وجہ تھی کہ خانہ جنگی کے خطرہ سے بچنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب جو آنحضرتؐ کے خسر اور اکابر اصحاب میں سے تھے فوراً ہوا اور بے قاعدگی کے ساتھ عمل میں آیا۔ اپنے انتخاب اور تقرر کے بعد حضرت ابوبکرؓ مجمع میں کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے پہلا خطبہ ان الفاظ میں دیا:۔

"یا معشر الناس! آج سے میں تمہارا حکمران ہوں اگرچہ تم سب میں قابل ترین نہیں ہوں اگر میں شریعت کے مطابق عمل کروں تو تم میری مدد کرو اور میرا ہاتھ بٹاؤ۔ اگر شریعت کے خلاف جاؤں مجھے روکو اور میری اصلاح کرو۔ حق کی اطاعت کرو کیونکہ حق ہی میں ہدایت و ایمان ہے۔ باطل سے بچو کیونکہ باطل ضلالت و منافقت کا سرچشمہ ہے۔ تم میں سب سے زیادہ کمزور میری آنکھوں میں سب سے زیادہ قوی ہوگا جب تک کہ میں اس کی شکایات کو رفع نہ کر دوں۔ تم میں سب سے زیادہ قوی میری نگاہ میں سب سے زیادہ کمزور ہوگا تاآنکہ میں اس سے وہ حق نہ چھین لوں جو اس نے غیر کا غصب کیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کو ترک کرے گا خدا اُسے ذلیل کر دے گا۔ تم میری اطاعت کرو۔ لیکن اس وقت تک جب تک کہ میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہوں۔ جس معاملہ میں میں خدا و پیغمبر کی اطاعت سے انحراف کروں تم میری اطاعت ترک کر دو۔"

یہ سب سے پہلا انتخاب تو اس طریق پر ہوا۔ لیکن اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے اس اہم مسئلہ پر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کی کہ "حضرت ابوبکرؓ کا فوری انتخاب اگرچہ ضروریات وقت و نتائج کے لحاظ سے نہایت مناسب اور برمحل ہوا۔ تاہم انتخاب کا یہ طریق یہ سبب اسلام میں اصولِ مسلمہ قرار نہیں دیا جا سکتا چنانچہ ذہبی کی کتاب (الجلد اول صفحہ) میں آپ کا قول منقول

(صفحہ ۷۰ کا بقیہ) علامہ صاحب مرحوم کے دماغ میں واقعاتِ دعوتِ ذوالعشیرہ و غدیر خم اور اکثر مواقع جنگ محفوظ ہے جبکہ پیغمبر اسلام نے اپنے بعد کیلئے بحکم خدا اپنا جانشین نامزد فرما دیا تھا۔ آنحضرتؐ کے ارشاد و اسلامی اصول ظاہر کرنے کے لئے بہت واضح ہے حضورؐ جو کچھ کرتے تھے حکم خدا کے عین مطابق کرتے تھے یہی عمل تقرر خلیفہ میں تھا جب اسی قول رسولؐ کے مطابق خود رسولؐ کو اختیار حاصل نہ تھا تو امت کو یہ اختیار کیونکر حاصل ہو سکتا ہے جس کی رائے رسولؐ کی رائے کی نسبت بدرجہا کمزور و ناقص ہے۔ (معارف اسلام)

وہ انتخاب جو لوگوں کی جزوی رائے کے اظہار پر عمل میں آیا ہو۔ منسوخ و مسترد سمجھنا چاہیئے۔[1] ان باتوں پر غور کرتے ہوئے ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام ابتداء ہی میں اس اصول کو تسلیم کر چکا تھا کہ فی الواقع اور عملاً سیاسی حکومت کی کفیل و امین ملتِ اسلامیہ ہے نہ کہ کوئی خاص فرد واحد۔ ہاں جو عمل انتخاب کنندگان اس معاملہ میں کرتے ہیں۔ اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ وہ اپنے متحدانہ و آزادانہ عمل انتخاب سے اس سیاسی[2] حکومت کو ایک ایسی مختصر و معتبر شخصیت میں ودیعت کر دیتے ہیں۔ جس کو وہ اس امانت کا اہل تصور کرتے ہیں۔ یوں کہو کہ تمام ملت کا ضمیر اجتماعی ایک فرد یا شخصیت منفردہ کے وجود میں عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حقیقتاً اور صحیح معنوں میں فرد تمام کی تمام قوم کا نمایندہ کہلا سکتا ہے۔ لیکن ایسے فرد کا مسندِ حکومت پر متمکن ہونا شریعت کے نزدیک اُسے کسی برتری یا ترجیح کا مستحق ہرگز نہیں بناتا۔ شریعتِ حقّہ کی نگاہ میں اس کی شخصی و ذاتی حیثیت بالکل وہی رہے گی جو ایک عام دوسرے مسلمانوں کی ہے۔ اس کو ان افراد پر جن کا وہ نمایندہ ہے سوائے اس حکومت کے جو شرعاً آئین کے نافذ کرنے کی غرض سے اُسے حاصل ہے۔ اور کوئی اختیار و اقتدار نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب اسلام میں مسئلہ "قانونِ سیاسی" کی بنیاد تمامتر اتفاق و اتحادِ آرائے جمہور ملت کے بنیادی اصول پر قائم ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

کثرتِ ملتِ اسلامیہ جس امر کو مستحسن قرار دے وہ خدائے علیم و حکیم کی نگاہ میں بھی مستحسن ہوتا ہے۔[3] غالباً پیغمبرِ خدا کی اس حدیث کی سند پر امام اشعری نے اپنے اس سیاسی مسئلہ کی بنیاد رکھی کہ "ملت بحیثیت مجموعی کبھی باطل پر متفق و مجتمع نہیں ہو سکتی" ✤

---

[1] نتیجہ نکالنے میں ڈاکٹر صاحب کو یہ خیال نہ رہا کہ اسلامی اصولوں کے مطابق تمام اعمال و احکام خدا کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں نہ کہ عوام کی مرضی کے مطابق لہٰذا یہ نتیجہ کسی امر سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔

[2] واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب خلافت سے مراد صرف سیاسی حکومت لیتے یعنی جس کے ساتھ رسالت یا اس کی جانشینی کا کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ [3] "کثرتِ ملت" کی یہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ قرآنی احکام کے سراسر خلاف ہے۔ رسول خلافِ قرآن کچھ نہیں بیان فرما سکتے تھے۔ قرآن میں جیسیوں مقامات پر کثرت کی مذمت کی گئی ہے ✤ (معارف اسلام)

(پیشکش بر موقع یوم اقبال) (از علامہ الحاج مرزا احمد علی سرپرست ادارہ معارف اسلام)

یادگارِ اقبال

میں اس سے پہلے دو رسالوں میں جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال مرحوم کے کلام کا خلاصہ برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری قسط پیش کر رہا ہوں۔ کیونکہ ہمارے مرشد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زبانِ مقدس خاتم النبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یعسوب المومنین کا خطاب عطا ہوا ہے۔ اس لئے آپ کے موالیوں کو نحل کی صفت و عادت اختیار کرکے شہد کو جہاں سے ملے اکٹھا کرنا چاہئے۔ یہ شہد ہے جو میں نے مولا کی نذر کے لئے پیش کیا ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مرحوم کا یہ کلام پہلی بار تو ان کی زندگی میں چھپ گیا۔ لیکن پھر مدون نہ ہو سکا۔ اب غیر مدون کلام جناب سید عبدالواحد معینی ایم۔اے (آکسن) معتمد مجلس اقبال کراچی نے "باقیاتِ اقبال" میں اور جناب محمد انور حارث صاحب بی۔اے نے "رختِ سفر" میں شائع کیا۔ میں نے سلسلہ یادگارِ اقبال میں ان سے مدد لی ہے اور صرف اپنے سلسلہ کے مفید مطلب اشعار کو جن سے اقبال کی طبیعت خاص طور پہ واضح ہوتی منتخب کیا ہے۔ اور امید ہے کہ ادارۂ معارف اسلام اسے "نوائے اقبال" کی دوسری اشاعت میں شائع کریگا۔

۱۔ کچھ اپنے متعلق ۔ باقیات اقبال ص۲۱

ہوں وہ مضموں کہ مشکل ہے سمجھنا میرا — کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آساں ہوں میں
رند کہتا ہے ولی مجھ کو۔ ولی رند مجھے — سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیراں ہوں میں
زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا — اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں
کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب — کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں

مزرعِ سوختۂ عشق ہے حاصل میرا
درد قرباں ہو جس دل پہ وہ ہے دل میرا

علم و حکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو — لطف دے جاتا ہے کیا کیا مجھے ناداں ہونا
یہی اسلام ہے میرا، یہی ایماں میرا — تیرے نظارۂ رخسار سے حیراں ہونا

حشر میں ابرِ شفاعت کا گہر بار آیا
دیکھنا ہے جنسِ عمل تیرا خریدار آیا

ہیں گیا حشر میں جس دم تو صدا یوں آئی
دیکھنا دیکھنا وہ کافرِ دیندار آیا

ہیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا
عرقِ شرم میں ڈوبا جو گنہگار آیا

ملے بغضِ اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
دِق مگر اک خارجی سے آکے مولائی ہوا

۲۔ عشقِ سرکارِ دو عالم کا جذبہ باقیاتِ اقبال ص۹۶

اے کہ تھا نوح کو طوفان میں سہارا تیرا
اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا

اے کہ مشعل تھا ترا عالمِ ظلمت میں وجود
اور نورِ نگہِ عرش تھا سایا تیرا

اے کہ پرتو ہے ترے اُنگلی کا مہتاب کا نور
اور چاند بھی چاند بنا پا کے اشارہ تیرا

گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنیٔ لولاک سے پایا تیرا

ناز تھا حضرتِ موسیٰ کو یدِ بیضا پر
سرِ تجلی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا

چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

مجھ کو انکار نہیں آمدِ مہدی سے مگر
غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا

۳۔ واعظین کی حالت باقیاتِ اقبال ص۹۶

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ
اپنی ہر بات کو آوازِ خدا کہتے ہیں

ان کے ہر کام میں دنیا طلبی کا سودا
ہاں مگر وعظ میں دنیا کو بُرا کہتے ہیں

فرقہ بندی کی ہوا تیرے گلستاں میں چلی
یہ وہ ناداں ہیں اسے بادِ صبا کہتے ہیں

آہ جس بات سے ہو فتنۂ محشر پیدا
یہ وہ بندے ہیں اسے فتنہ رُبا کہتے ہیں

خانہ جنگی کو سمجھتے ہیں بنائے ایماں
مرض الموت ہے جو اس کو دوا کہتے ہیں

مقصدِ خلق کبھی پہ کھلی ان کی زباں
یہ تو اک راہ ہے تجھ کو بھی بُرا کہتے ہیں

تیرے پیاروں کا تو یہ حال ہے اے شافعِ حشر
میرے محبوبوں کو تو کیا جانے کیا کہتے ہیں

ملے ہیں تو اس عاشق کے ذوقِ جستجو پہ مرمٹا
ماعرفنا کہہ کے جو تیرا تمنائی ہوا

تجھ میں کیا اے عشق وہ اندازِ محبوبانہ تھا
حسن خود لولاک کہہ کر تیرا شیدائی ہوا

بغضِ اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
دِق مگر اک خارجی سے آکے مولائی ہوا

شہیدِ عشقِ نبی ہوں میری لحد میں شمعِ قمر جلیگی
اٹھا کے لائینگے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

پرانے کفر کو تازہ کروں یہ کہہ کہہ کر
مدینہ وہ ہے کہ کعبہ جدھر نماز کرے

ص۹۶ مدینے کے کبوتر کی یاد

رحمت ہو تیری جان پر اے مرغِ نامہ بر — آیا تھا اُڑ کے رفعتِ بامِ حرم سے تو
ہم کو دیا پیام الف لام میم کا — نا آشنائے نغارۂ رسم العرب ہے تو
نفرت ہی آشیانۂ ہستی سے تھی تو کیوں — آیا اتر کے طائرِ کاخِ عدم سے تو
تجھ پر ابو ہریرہ بھی قربان ہوں کہ تھا — وابستگانِ دامنِ فخر الامم سے تو
شاید انہیں کی راہ میں تو ہو گیا نثار — گر بچ سکا نہ گریہ کی مشقِ ستم سے تو

۴ - اہلِ بیت علیہم السلام سے عقیدت

ص۳۶ واسطہ دونگا اگر تجھ کو دلِ زہرا کا میں
رونے والا ہوں شہیدِ کربلا کے غم میں میں
دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلبیت
ص۹۱ جس طرح مجھ کو شہیدِ کربلا سے پیار ہے
ص۹۹ فیضِ اقبال ہے اسی در کا
ص۸ سینۂ پاکِ علیؑ جس کا امانت دار تھا
ص۲۸ یہ ہے اقبال فیضِ یادِ نامِ مرتضےٰ جس سے
ص۲۸ کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبال

باقیاتِ اقبال

غم میں کیونکر چھوڑ دیگے شافعِ محشر مجھے
کیا ڈر مقصود دیگے ساقیِ کوثر مجھے
ڈھونڈھتا پھرتا ہے ظلِ دامنِ حیدر مجھے
حق تعالیٰ کو یتیموں کی دعا سے پیار ہے
بندۂ شاہِ لافتیٰ ہوں میں
ہے شہر ذی جاہ تو واقف ہے ان اسرار کا
نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے
مرید پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا

رختِ سفر ص۳۱

نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے مرا کعبہ — میں بندہ اور کا ہوں امتِ شاہِ ولایت ہوں
جو مجھوں اور کچھ خاکِ عرب میں سونے والا کو — مجھے معذور رکھ میں مستِ صہبائے محبت ہوں
یہی صہبا ہے جو رفعت بنا دیتی ہے مٹی کو — اسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں رازِ ہستی کو

۶ - اب ہم ذیل میں جناب ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب مرحوم کی وہ فارسی نظم درج کرتے ہیں جس کیلئے اوپر کی منزلیں بطور تمہید تھیں۔ یہ باقیاتِ اقبال ص۱۰۲ تا ص۱۰۴ ہے اور رختِ سفر ص۴۰ تا ص۴۱ پر رسالہ مخزن۔ لاہور جنوری ۱۹۰۵ء سے نقل کی گئی ہے اس کے پہلے مدیر مخزن نے لکھا تھا کہ فارسی نظمیں عموماً مخزن میں درج نہیں ہوتیں۔ تاہم احباب کے اصرار سے ہم اسے پیشِ ناظرین کرتے ہیں یہی نظم بہ اظہارِ عقیدت

شیخ (محمد اقبال) صاحب صبح کے وقت پڑھا کرتے ہیں"۔

یہ اس شخص کا معمول تھا جس کے تخیل کی برکت سے پاکستان عالم وجود میں آیا۔ اب پاکستان کا استحکام اسی سیرت پر عمل کرنے سے ہوسکتا ہے۔ اے کاش پاکستان کا سوادِ اعظم صبح کے وقت اسی طرح یہ سپاس نامہ پڑھا کرے۔ جس طرح حضرت اقبال اپنی کامل عقیدت سے پڑھا کرتے تھے۔

سپاسِ جنابِ امیرؑ

۱۔ اے محو ثنائے تو زبانہا — اے یوسفِ کاروانِ جانہا
۲۔ اے بابِ مدینۂ محبت — اے نوحِ سفینۂ محبت
۳۔ اے ماحیِ نقشِ باطلِ من — اے فاتحِ خیبرِ دلِ من
۴۔ اے سرِ خطِ وجوب و امکاں — تفسیرِ تو سورہائے قرآں
۵۔ اے مذہبِ عشق را نمازے — اے سینۂ تو امینِ رازے
۶۔ اے سرِ نبوتِ محمدؐ — اے وصفِ تو مدحتِ محمدؐ
۷۔ گردوں کہ برفعت اَبتا دست — از بامِ بلند تو فتادست
۸۔ ہر ذرہ ورت چو منصور — در جوشِ ترانۂ انا الطور
۹۔ بے تو نتواں باو رسیدن — بے او نتواں بتو رسیدن
۱۰۔ فردوس ز تو چمن در آغوش — از شانِ تو حیرت آئینہ پوش
۱۱ جانم بغلامی تو خوشتر — سر بر زدہ ام ز جیبِ قنبر
۱۲۔ ہشیارم و مست بادۂ تو — چوں سایہ زپا فتادۂ تو
۱۳۔ از ہوش شدم مگر بہوشم — گوئی کہ نصیریِ خموشم
۱۴۔ دانم کہ ادب بضبطِ راز است — در پردۂ خامشی نیاز است
۱۵۔ اما چہ کنم سے تولی — تند است بروں قند زمینا

۱۶۔ ز اندیشۂ عاقبت رہیدیم
جنسِ غمِ آلِ تو خریدیم

۱۷- فکرم چو بہ جستجو قدم زد — در دیر شد و در حرم زد
۱۸- در دشتِ طلب بسے دویدم — داماں چو گرد باد چیدم
۱۹- در آبلہ خارہا خلیدہ — چند لالہ تر قدم دمیدہ
۲۰- افتادہ گرہ بروے کارم — شرمندۂ دامنِ عبارم
۲۱- پویاں پئے خضر سوئے منزل — بر دوشِ خیال بستہ محمل
۲۲- جویائے مے و شکستہ جامے — چوں صبحِ بہار چیدہ دامے
۲۳- پیچیدہ بخود چو موجِ دریا — آوارہ چو گرد بادِ صحرا
۲۴- درماندہ ز دردِ نارسیدن — در آبلہ شکستہ دامن
۲۵- عشقِ تو دلم ربود ناگاہ — از کار گرہ کشود ناگاہ
۲۶- آگاہ ز ہستی و عدم ساخت — بت خانۂ عقل را حرم ساخت
۲۷- چوں برق بخرمم گزر کرد — از لذتِ سوختن خبر کرد
۲۸- برباد متاعِ ہستیم داد — جامے ز مئے حقیقتم داد
۲۹- سرمست شدم ز پا فتادم — چوں عکس ز خود جدا فتادم
۳۰- پیراہنِ ما و من دریدم — چوں اشک ز چشمِ خود چکیدم
۳۱- خاکم بنوازشِ عشق مجرمی — زاں راز کہ با دلم سپردی
۳۲- واصل بکنار گشتم شد — طوفانِ جمال زشتیم شد
۳۳- جز عشقِ تو حکایتے ندارم — پروائے ملامتے ندارم
۳۴- از جلوۂ علم بے نیازم
سوزم - گریم - تپم - گدازم

کتاب مستطاب **تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم ... الخ** کتاب کا موضوع عنوان سے ظاہر ہے سلسلہ معارف اسلام کا یہ چھبیسواں نمبر

چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ جو کہ سید السادات آقائے سید الف شاہ صاحب پاکنہاد اور مدیر ادارہ معارف اسلام کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ طالبان حق علم و عرفان و تحقیق بیان سے یہ بھرپور کتاب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور سے خرید فرماویں۔ ضخامت ۹۰ صفحات قیمت صرف ۱/ علاوہ محصول ڈاک۔

(ادارہ)

(معارف الفرقان) (قسط دوم)

تفسیر بالرائے اور قرآن

از قلم سید جواد حسین نقوی (اسلامک ریسرچ سنٹر) بھکر میانوالی

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین اور آئمہ فقہ و حدیث کو مشرکانہ نظام ملوکیت کی تائید بہ احادیث کے الزام سے بچانا مقصود ہو تو ذات پاک رسالت پہ ایک غیر عملی تعلیم دینے کا الزام دینا پڑے گا اور اس کے نتیجہ میں خود اسلام بیچارے کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں اگر یہ کہا جائے کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کی تلواروں کے رُعب سے مجبور ہو کر مسلمانوں اور بزرگان اسلام نے ان کی بیعت کر لی تھی اور اسی خوف کے مارے وہ شاہان خلفاء میں احادیث کے مجموعے مرتب و مدون کر رہے تھے۔ تب بھی یہ سوالات ہمارے سامنے اُٹھیں گے کہ:-

(۱) کیا صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے اسلام نے تقیہ کر رکھا تھا اور محض جانوں کے خوف سے وہ ایک غیر اسلامی نظام کے سامنے نہ صرف سر جھکائے ہوئے تھے بلکہ اقوال وضوع سے اس نظام کی تائید بھی کر رہے تھے۔ خود تدوین احادیث میں ابو ہریرہ جیسے صحابی شامل تھے اور باقی تابعین اور تبع تابعین بھی شامل تھے۔ ایسی حالت میں ایک غیر اسلامی نظام تعبیرات کے نفاذ کی ذمہ داری صحابہ اور تابعین پر ہے۔

(۲) خانوادۂ رسالت اور اس کے متوسلین کو چھوڑ کر باقی ساری ملت اسلامیہ اس خود ساختہ نظام کے سامنے سرنگوں تھی۔ اس لئے یا تو یہ کہا جائے کہ پوری دنیائے اسلام تقیہ کر رہی تھی اور پھر یہ مان لیا جائے کہ مسلمان سرے سے اسلامی طریقۂ افہام و تفہیم سے روگرداں ہو گئے تھے۔

(۳) جن مسلمانوں کی ہیبت شمشیر سے ساری دنیا کانپ رہی تھی جن کے سامنے قیصر و کسریٰ کا سر غرور بھی خم ہو رہا تھا۔ جن کی ہیبت و سطوت سے افریقہ، ایشیا اور یورپ لرزہ براندام تھے اور جن کی قوت و جبروت کے سامنے دنیا کی ہر طاقت بید لرزاں کے مانند کانپتی تھی وہ اتنے بزدل اور شکست خوردہ ذہنیت کے مالک تھے کہ اپنی اجتماعی قوت سے بھی نظام "حجت حدیث" کو ختم کر کے حسبنا کتاب اللہ کا نفاذ کر سکتے اور سلاطین بنی اُمیہ اور بنی عباس کے مقابلہ میں پوری قوم اتنی بے بس تھی کہ وہ ایک غیر اسلامی نظام پہ قانع ہو گئی تھی۔

ان اعتراضات کی موجودگی میں بنی اُمیہ اور بنی عباس کی تلواروں کی ہیبت اور جبر و تشدد کے استعمال کا دعویٰ قطعاً مہمل اور بے معنی ثابت ہو جاتا ہے۔

حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو حسبنا کتاب اللہ کے مترادف قرار دینے والے علماء و منکرین ملت ان دشواریوں کا احساس نہیں کر رہے ہیں جو ان کے مزعومہ کو تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہیں اور محض ذوقِ تفسیر بالرائے پسندی سے متاثر ہو کر ایک ایسی بات کہہ رہے ہیں جو نہ تو قرآن، حدیث اور ان کے عقائد سے ہم آہنگ کی جا سکتی ہے۔ اور نہ جس کے جواز کے لئے تاریخ اسلامی سے کوئی سند پیش کی جا رہی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام بیچارہ ہمیشہ موم کی ناک بنا رہا ہے۔ اور ہر دور کے علماء نے اس کی مختلف تعبیرات پیش کی ہیں۔ جس زمانہ میں جس قوم کے تصورات عام دیکھے گئے۔ اس زمانہ میں اسلام کو اسی قسم کا رُوپ دے دیا گیا۔ مؤرخانہ تحقیق و تفتیش اور واقعات کی فلسفیانہ تحلیل اس کا سبب حضرت عمر کا یہود و عیسائیت کے لٹریچر سے گہرا شغف بتلاتی ہے کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ حضرت عمر کی اسی انانیت کا مظہر ہے۔ جو رسول کریم کی وفات کے بعد معاملۂ فدک میں ہمارے سامنے آئی تھی۔ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ اس سیاستِ سقیفہ کا مظہر ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر کھیلی گئی بلکہ یوں کہوں کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ ان کے حقائق (FACTS) پر مبنی ہے۔ جو کہ مفہوم نبوت کی تاویل کی صورت میں ہمارے سامنے آئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ اس تقریر کا پیکر ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر نے رسُول کی حیثیت آلۂ ابلاغ سے زیادہ کچھ نہیں بتائی۔

غرض یہ کہ الصحابۃ کلہم عدول، الصحابۃ کالنجوم کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ذہنی مرعوبیت اور ذہنی پسپائی نے بھی فلسفہ حسبنا کتاب اللہ کو عام کرنے میں بڑی مدد دی ہے۔ حضرت عمر حسبنا کتاب اللہ کے علمبردار ہیں۔ تفسیر بالرائے کے پرستار ہیں۔ ایسی حالت میں شکست خوردہ

---

۱ الفاروق مولانا شبلی نعمانی۔ ۲ الفاروق شبلی نعمانی و البلاغ المبین آغا سلطان مرزا ۳ الفاروق شبلی نعمانی و ماہنامہ ثقافت۔ ۴ طبری و طلوع اسلام بابت ماہ جنوری مفہوم نبوت۔

ذہنیت کے مسلمانوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے ہم آواز بنیں اور اپنی ذہنی مرعوبیت پر پردہ ڈالنے کے لئے اسلام کا سہارا لیں۔ نہ صرف یہ کہ اجتہاداتِ عمرؓ اولیاتِ عمرؓ کی تقلیدِ جامد کے نتیجہ میں اس کے علمبردار بن جائیں بلکہ اسلام کو بھی اجتہاداتِ عمرؓ کا دلدادہ اور حسبنا کتاب اللہ کا شیدائی ثابت کریں۔ چنانچہ آج پاکستان میں جو قرآنی نظامِ ربوبیت اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے پرستار نظر آتے ہیں۔ وہ اسلام کو حضرت عمرؓ کا ہمنوا اور اجتہادِ عمرؓ کا حامی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے جا رہے ہیں۔ وہ سب اسی ذہنی مرعوبیت اور فکری پسپائی کا نتیجہ ہے جو غلام ملتوں نے عقل کو ماؤف کرنے کے لئے ہتھکنڈے کھیلے تھے۔ ورنہ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے اسلام صرف حکومتِ الٰہیہ کا نقیب، انہی طریقِ انعام و تفہیم کا نقیب ہے۔ اسے تفسیر بالرائے اور جمہوریت سے کوئی واسطہ نہیں۔

ممالکِ اسلامیہ میں جمہوریت کے نظریہ کا فروغ اور خلافتِ راشدہ کی تقلید کا بیج بونے میں دشمنانِ اسلام کا بڑا ہاتھ ہے۔

بیسوی صدی کے ابتدائی ایام میں یورپی طاقتوں نے جو ممالکِ اسلامی کو سیاسی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے اور ان میں معاشی وسائل پر قبضہ جمانے کی فکروں میں مصروف تھیں۔ اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں کو قوموں، نسلوں اور وطنوں میں تقسیم کر دینے، اسلامی کلچر کو جو وحدت کا علمبردار ہے۔ مختلف خلفاء اور صحابہ و شاہنشاہوں کے ذہنی اجتہاد میں تقسیم کرنے کا یہ نسخہ تجویز کیا کہ مسلمانوں کو حسبنا کتاب اللہ کا درس دیا جائے۔ اولیاتِ حضرت عمرؓ کا شیدائی بنایا جائے۔ رسول کو آلۂ ابلاغ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جائے۔ جس سے قرآن خود تعبیرات کا پابند ہے، ہم علماء کو جیسا کہیں گے وہ ویسا ہی جامۂ تعبیری اُسے پہنائیں گے احادیث ہمارے راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ کیونکہ احادیث قرآنی حسنِ ظن کو یقین میں بدل ڈالنے کا ایک ہتھیار ہے۔ اس لئے ان کی حجت و افادیت کو ختم کر کے حسبنا کتاب اللہ کو رواج دیا جائے۔ تاکہ اسلامی تعلیمات صرف حسنِ ظن تک محدود رہ سکیں۔ ان سے کوئی حتمی نتیجہ نہ پہنچ سکے۔ رسول کو آلۂ ابلاغ ثابت کرنے میں توحید کا تخیلِ مجرد جو "اطاعتِ رسول" کی شکل میں ہمارے سامنے عملی جامہ پہن جاتا ہے۔ وہ بھی جاتا رہا۔ چنانچہ انہی دشمنِ اسلام قوتوں نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اطاعتِ رسول کو دوامیت کی سند عطا نہیں کی جا سکتی اور وہ دن دور نہیں جبکہ مسلمانوں کا ایک شکست خوردہ ذہنیت کا مالک گروہ اس کا بھی اقرار کر بیٹھے کہ "اطاعت

رسول" محض ایک کھیل تھا جو بنی ہاشم نے اپنی خلافت کے لئے کھیلا تھا۔ اور سیرتِ شیخین و اولیاتِ عمر کو موافق اسلام قرار دینے میں یہ سہولت رہے گی کہ جیسے انہوں نے اپنے زمانے کے تقاضوں کی روشنی اور حقیقت میں قانون بنایا اسی طرح آپ بھی بنائیں اور چونکہ مسلمان قوم ذہنی اور فکری طور پہ ابھی ہمارے آگے سپر ڈالے ہوئے ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے خیالات پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچے گی اور نام ان کا، قانون ہمارا چلے گا۔ اسلام حُسنِ ظن سے بھی گر کر چند خیالات کا مجموعہ بن جائے گا اور آخرکار دنیا سے ناپید ہو جائے گا۔

وارثانِ قرآن (تعلیمِ قرآنی)

تفسیر بالرائے کے داعیان کی جانب سے جو سب سے بڑی جسارت کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو حقِ جمہوریت کا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ جس شخص نے قرآنِ پاک کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے اور ماننے پر مجبور ہے۔ کہ قرآن مجید کا حقِ جمہوریت سے کوئی واسطہ نہیں۔

حقِ جمہوریت فی القرآن کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ سب انسان، بلاتمیز، نیک و بد وراثتِ قرآن میں مساوی حقوق کے مالک ہیں۔ عالم اور جاہل دونوں کا ایک ہی مرتبہ ہے۔ نیکوکار اور بدکار، شجاع و بزدل، سخی اور بخیل، صالح و منافق، انجینئر و مزدور، ڈاکٹر اور کسان دونوں کے ووٹ کی ایک ہی قیمت ہے۔ سپاہی اور افسر، وزیر اور چپڑاسی دونوں کا ایک ہی ایک ووٹ ہے۔ لیکن قرآن پاک صاف الفاظ میں اس چیز کی نفی کرتا ہے۔ قرآن مجید کھلم کھلا الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں ہوتے۔ اربابِ علم و بصیرت اور جہلا مساوی نہیں کئے جا سکتے۔ صادق اور کاذب کا رتبہ ایک نہیں ہوتا۔ انسانوں میں علم و عمل کی بنیاد پر فرقِ مراتب ہوتا ہے۔ فضلنا بعضکم علیٰ بعض، یہ قرآنی نظریہ حقِ جمہوریت کے نظریہ سے اس طرح متصادم ہوتا ہے۔ کہ قرآن اور حقِ جمہوریت کی یکجائی محال ہو جاتی ہے۔

داعیانِ حقِ جمہوریت فی القرآن، قرآنِ پاک کی جس آیت کو بڑے شد و مد سے اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں۔ خود وہی آیت ان کے دعویٰ کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ وہ اس آیت کو پیش کرتے ہیں:-

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ اصْطَفَیْنَا | اس[1] کتاب کی وراثت کے لئے اپنے بندوں

[1] ترجمہ آیت کے لئے ملاحظہ ہو۔ طلوعِ اسلام بابت ماہ جنوری ۱۹۵۷ء

مِنْ عِبَادِنَا۔ (سورہ فاطر القرآن)	میں سے (اس اُمّت) کو انتخاب کر لیا۔

داعیانِ جمہوریت فی القرآن کا کہنا ہے کہ رسُولِ اکرم کے بعد اللہ نے پوری کی پوری امت کو قرآن کا حق وراثت دیا ہے۔ حالانکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں۔ اللہ نے ایک منتخب حصّہ اُمّت کو حقِ وراثت قرآن دیا ہے۔ اور پوری کی پوری امت کو منزلِ اصطفیت پر فائز کرنا ایک اتنی بڑی جسارت ہوگی جس کے لئے شاید کوئی ہوشمند انسان تیار نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ ہم اپنی اُمّت کی اکثریت کو وارث بنائیں گے۔ بلکہ اس امت کے ان افراد کو جو کہ نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کا فرض بوجہ احسن ادا کر سکیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے علمبردار ہوں۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر (القرآن) جو لوگ روش اعتدال پسندی کے حامل ہوں گے اور لوگوں پر جاری شہادت کو پورا کر سکیں گے۔ یہ شرائط بجائے خود اس امت کی اکثریت کو حاملِ منصب بنانے سے قاصر ہیں۔ اور یہی حیرت ہے کہ ان شرائط کی موجودگی میں اس آیت کو کس طرح حق وراثت امت فی القرآن کی دلیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایک اور آیت جس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ...	تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بھی کرتے ہیں۔ ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) ان کو استخلاف ضرور عطا کرے گا۔

ہمارے خیال میں آیت بھی حق جمہوریت القرآن کو مضبوط بنانے کی بجائے اسے ختم کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں بھی عوام کو حق استخلاف دینے کا مطلق وعدہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ

تشریحی نوٹ:۔ آیت مندرجہ بالا کا ترجمہ محترم پرویز کے رسالہ طلوع اسلام بابت ماہ جنوری سے لیا گیا ہے۔ لیکن محترم پرویز کا یہ ترجمہ "اس اُمّت" تشنۂ تکمیل ہے۔ اس کی تکمیل محترم نے اسی مجلہ میں ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر "تم بہترین امت ہو جسے نوع انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کیا گیا؟ تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو" لیکن اس ترجمے میں محترم نے عمومیت کو کسی حد تک مخصوصیت میں بدلا ہے۔ اور لفظ "بہترین" "نوع انسانی کی فلاح و بہبود" (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ اعلان فرمایا گیا ہے۔ کہ اللہ صرف ان لوگوں کو استخلاف فی القرآن عطا کرے گا۔ جو ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں۔ فلسفۂ حق وراثت امت فی القرآن " اس قسم کی پابندی کو قبول نہیں کرتا۔ اس اصول کے مطابق ہر شخص کو وارث قرآن ہونے کا حق ملنا چاہیے۔ لیکن اللہ تعالٰے نے جو نظام وراثت، مسلمانوں کے لیئے پسند کیا ہے۔ اس میں ایمان اور عمل صالح کے وہ قیود و شرائط عائد کرتا ہے۔ جن پر امت کی اکثریت کا فائز ہونا بہت مشکل ہے۔ حق وارث امت فی القرآن کا فلسفہ اس کا قائل ہے کہ وراثت امت کی اکثریت کو حاصل ہونی چاہیے یہ اکثریت جہلا اور بدکاروں پر ہی کیوں نہ مشتمل ہو اور قرآن کا فتوٰی یہ ہے کہ حق وراثت ارباب ایمان اور صاحبان عمل صالح کو حاصل ہوگی۔ چاہے وہ اقلیت ہی میں کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں قرآنی اور اس نظریہ میں بعد المشرقین نظر آتا ہے اور یہ آیت کریمہ جسے اس کی تائید کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ فلسفۂ حق وراثت امت فی القرآن کی شہ رگ پر زد عاید کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کا "حق جمہوریت فی القرآن" سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور قرآن کو اس کا نقیب ثابت کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے گی وہ سعی لاحاصل سے زیادہ ثابت نہیں ہو سکے گی۔

(باقی آئندہ اشاعت میں)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) "معروف اور منکر" سے رہ گئے والے کو اس امت میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن سمجھ نہیں آتا کہ محترم پرویز اس حقیقت کو کیسے نظر انداز کر بیٹھے کہ "ذمہ داری" اور "فریضہ" ہمیشہ "فرض" اہمیت فرض اور نفس فرض کو سمجھنے کی بنا پر عائد ہوا کرتی ہے۔ ایک عالم اور جاہل مطلق کی ذمہ داری برابر نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کو امت کا ایک مخصوص گروہ تو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اکثریت امت کے لئے یہ ناممکن ہے۔ محترم پرویز ایک اور حقیقت بھی فراموش کر بیٹھے اور وہ یہ کہ انہوں نے اس آیت کا جو مفہوم لیا وہ قرآن کے کئی مقامات سے متصادم نظر آتا ہے۔ مثلاً اسی امت (گروہ مخصوص) کے متعلق قرآن کا یہ کہنا کہ جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس۔ ہم نے تمہیں امت وسط و روش اعتدال پر چلنے والی عمل پیرا، بنایا تاکہ تم باعث شہادت بن سکو۔

استفسارات

منجانب جناب سید علی کوثر بخاری۔ چٹ نمبر ۶۷ ڈاکخانہ ککھنوتی ۔ موضع ہلوانہ سید پورہ سادات ضلع سہارنپور (بھارت)

سوال نمبر۱: امام حسینؑ نے جناب زینبؑ کے بے حد اصرار پر جب اپنے احباب کو خطوط لکھے تو ان میں خصوصی طور پر جناب حبیب علیہ الرحمۃ تھے۔ جونہی قاصد پہنچا۔ حبیب خط لے کر اندر گئے۔ بیوی نے پوچھا کس کی چٹھی آئی ہے۔ حبیب نے حقیقت آشکارا کر دی۔ بیوی نے ارادہ پوچھا۔ حبیب نے بیوی کے دل کی ٹوہ لگانے کی غرض سے کہدیا۔ "وہ بادشاہوں کی لڑائی ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض وغایت وسروکار نہیں" کیا حبیب علیہ الرحمۃ یہ الفاظ اپنی زبان سے نکال سکتے تھے، اگر نہیں نکال سکتے تھے تو

الجواب بعون اللہ الوہاب۔ مقتل کی کسی معتبر کتاب میں حبیبؓ ابن مظاہر کی زبان سے ان الفاظ کا ادا ہونا مندرج نہیں ہے۔ البتہ آپ کے ایک چچا کے بیٹوں نے حبیب ابن مظاہر کا ارادہ معلوم کر کے کچھ اس سے ملتے جلتے الفاظ کہے تھے۔ چنانچہ علامہ دربندی نے اپنی کتاب اکسیر العبادات میں یوں لکھا ہے۔

فبینا ھو کذلک اذ اقبلوا بنو عمہ الیہ فسلموا علیہ ورد علیھم السلام وقالوا لہ یا حبیب سمعنا انک ترید ان تخرج لنصرۃ الحسین وانا لا نخلیک مالنا والدخول بین السلاطین فاخفی ذلک علیھم فرجعوا عنہ

ترجمہ۔ حبیب ابن مظاہر اسی فکر میں تھا کہ دفعتاً اس کے چچا کے بیٹے آئے۔ سلام کہا۔ حبیب نے جواب دیا۔ ان سب نے کہا۔ اے برادر۔ سنا ہے کہ تم امام حسینؑ کی امداد اور نصرت کو جانے کا ارادہ رکھتے ہو لیکن ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں امور سلاطین میں دخل دینے سے کیا واسطہ۔ حبیب نے ان سے راز چھپایا۔ پس وہ چلے گئے

حبیب کی زوجہ سے جو گفتگو ہوئی۔ وہ ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

وسمعت زوجتہ فقالت لہ یا حبیب کانک کارہ للخروج لنصرۃ الحسین فاراد ان لا یخبرھا فقال لھا نعم فبکت وقالت اذا تلیق براسک ھذہ مقنعۃ انسیت کلام جدہ رسول اللہ فی حقہ واخیہ ولدای ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ وھما امامان ان قاما وان قعدا وھذا رسولہ اللہ

ویستحیین بک وانت لم تجبه فلما عرف منها حقیقة الامر قال لها انی اخشیٰ علیک ترملیین بعدی فقالت دعنی اکل التراب ولا تترک نصرة الحسین فجزاها خیرا۔ ترجمہ۔ حبیب کی بیوی نے یہ ماجرا سن کر پوچھا۔ اے حبیب۔ گویا تو اپنی جان کو امام حسینؑ کی نصرت کرنے سے بچاتا اور چھپاتا ہے۔ پس حبیب نے (جو اپنے چچازاد بھائیوں کے خیالات سن چکا تھا) چاہا۔ کہ اس کی زوجہ کو خبر نہ ہونے پائے (ایسا نہ ہو کہ یہ بھی رو کر اوٹ کر کے راز ظاہر کر دے) مصلحتاً کہا۔ کہ ہاں۔ پس اس کی زوجہ رونے لگی۔ اور کہا۔ تیرے سر کے ولی تو میرا مقنعہ ہے۔ (یعنی تو میرا برقعہ اوڑھ لے۔ یہ بطور طنز کہا) اے حبیب کیا تو نے ان کے جد امجد کا قول فراموش کیا۔ جو انھوں نے حسنین علیہما السلام کے حق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور امام ہیں۔ خواہ وہ امامت پر قیام کریں یا گوشہ نشینی اختیار کریں یہ ان کا قاصد تمہارے پاس آیا ہے اور تجھے مدد کیلئے بلایا ہے۔ اور تو جواب نہیں دیتا۔ حبیب نے جب اپنی زوجہ کی حقیقی کیفیت کو جان لیا (کہ یہ مومنہ ہے اور اہلبیت رسولؐ کی تابعدار) تو کہنے لگا کہ مجھے تمہارا ہی خوف تھا کہ میرے بعد خاک اڑاتی پھرو گی۔ زوجہ نے جواب دیا۔ مجھے رہنے دو کر مٹی میں ہوں لیکن تم امام حسینؑ کی نصرت کو ترک نہ کرو۔ حبیب نے یہ سن کر اپنی زوجہ کی قوت ایمانی معلوم کرلی اور کہا۔ کہ اے زوجہ اللہ تعالیٰ تجھے اس نیک خیال کی جزائے خیر دے۔

سوال نمبر۲۔ ایک شخص جسے غسل جنابت درکار ہے کا پاکیزہ کپڑا دوسرا شخص مسجد کے اندر لے جا سکتا ہے یا نہ؟

الجواب۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ جنبی شخص مسجد کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر۳۔ وہ شخص جو پہلے سے اجرت معین کرے۔ اور اپنی اعانت کا اقرار لے کیا پیشنماز رہ سکتا ہے۔

الجواب۔ واجبات کی ادائیگی پر اجرت لینا علمائے کرام کے نزدیک مطلقاً حرام ہے۔ اعانت کا اقرار لینا جس میں واجبات کی ادائیگی پر اجرت کا تعین نہ ہو منع نہیں قرآن کا حکم ہے۔ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (پ مائدہ ع)

ترجمہ۔ تم لوگ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں میں اعانت نہ کرو۔

سوال نمبر۴ ۔ ایک طبیب جو اپنے ہی دواخانہ سے مریضوں کو دوا دیتا ہے ۔ باقاعدہ فیس وغیرہ سب کچھ لیتا ہے ۔ جبکہ دوا کی قیمت کی کمی بیشی یا مرض کا اظہار کرنے کے متعلق اکثر اوقات جھوٹ بولنا پڑتا ہے ۔ تو پرسش ہے کہ ایسا شخص پیش نمازی کرسکتا ہے یا نہ ؟

الجواب ۔ کسی طبیب کا جس میں پیش نمازی کی سب شرائط پائی جائیں ۔ پیش نماز بننا منع نہیں ہے ۔ البتہ ایسا شخص خواہ طبیب ہو یا غیر طبیب یا متہم بالکذب ہو (لوگوں میں عام طور پر جھوٹ بولنے والا مشہور ہو) پیش نمازی کے قابل نہیں ہے کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے ۔ اور پیش نماز کے لئے منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس سے گناہ کبیرہ سرزد نہ ہوا ہو ۔ اور صغیرہ پر اصرار نہ ہو ۔ صغیرہ پر اصرار کا مطلب علمائے کرام نے یہ لیا ہے ۔ کہ صغیرہ گناہ اگر ایک بار سرزد ہو جائے تو دوسری بار نہ ہو ۔ محض طبیب ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ ضرور جھوٹ بولتا ہے ۔ جب تک کہ اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو ۔

سوال نمبر۵ ۔ نماز جماعت میں جبکہ پیش نماز چہار رکعتی یا سہ رکعتی نماز کی دو رکعت بالجہر و رکوع و سجدتین بجا کر تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو ۔ کیا اس وقت اور نمازی شریک ہوسکتا ہے ۔ یا حالت رکوع میں شریک ہو ۔

الجواب ۔ شریک ہوسکتا ہے ۔ آخری دو رکعتوں کو اپنی پہلی دو رکعتیں قرار دے اور باقی نماز فرادیٰ حالت میں تمام کرے ۔

سوال نمبر۶ ۔ نماز چار رکعتی میں بلا سلام والے تشہد کی ادائیگی کے بعد یعنی بحول اللہ سے پہلے اللہ اکبر کہہ سکتے ہیں یا نہیں ۔

الجواب ۔ واجب نہیں ہے ۔

سوال نمبر۷ ۔ ایسا شخص جو کہ ہاتھ سے بھی کماتا ہو ۔ اور صاحب زراعت بھی ہو کیا زکوٰۃ کا مستحق ہوسکتا ہے ۔

الجواب ۔ مستحقین زکوٰۃ آٹھ ہیں ۔ اول و دوم فقیر اور مسکین لوگ ۔ اگر کوئی فقیر ہونے کا دعویٰ کرے ۔ اور اس کا سچ جھوٹ معلوم نہ ہو ۔ تو احتیاط یہ ہے کہ اس کے فقیر ہونے کی پختہ خبر حاصل کرے ۔ ہاں اگر سابق میں فقیر رہا ہو ۔ تو اس کا قول مسموع ہے ۔

تیسرے وہ لوگ جو زکوٰۃ جمع کرنے پر مامور ہوتے ہیں ۔ چوتھے ۔ مولفۃ القلوب ۔

پانچویں ان غلاموں کو آزاد کرانا جو تکلیف میں ہوں۔ چھٹے قرضدار۔ ساتویں مطلق خیرات جیسے مدرسہ بنانا یا مسجد یا سرائے یا پُل بنانا یا حاجیوں۔ زائروں وغیرہ کی اعانت کرنا۔ آٹھویں وہ لوگ جو مسافر ہوں اور بے سہارا ہوں۔ اگرچہ اپنے وطن میں غنی ہوں بشرطیکہ ان کیلئے قرض لینا ممکن نہ ہو۔

پس جو شخص کمائی کرتا ہے۔ اور صاحب زراعت بھی ہے۔ بشرطیکہ اس کمائی اور زراعت میں وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا کفیل ہوسکتا ہو مستحق زکوٰۃ نہیں ہے۔ خواہ اس کی آمدنی بالفعل ہو یا بالقوۃ۔

نوٹ :۔ سوالات ٹ تا ث فقہی مسائل ہیں۔ ان کے جوابات اگرچہ لکھ دئے گئے ہیں لیکن سائل کو چاہئے۔ کہ وہ ان کے جوابات کے لئے ایسے جامع الشرائط مجتہد کی طرف رجوع کرے جس کی وہ تقلید میں ہو۔ کیونکہ ہر مکلف پر جو خود درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو۔ کسی اعلم جامع الشرائط مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ اور اسے اسی مجتہد کے مسائل پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بقایا استفسارات اور انکے جوابات بوجہ کمی صفحات کے اس پرچہ میں شائع نہیں ہوسکے۔ انشاءاللہ آئندہ پرچے میں درج ہونگے۔ یہ استفسارات نہایت ہی اہم ہیں۔ نفط آل اللہ خلافت راشدہ کے متعلق ہیں۔ جوابات طوالت کی وجہ سے اس پرچہ میں شائع نہیں ہوسکے (ادارہ)

ضروری اعلانات

(۱) ممبران ادارہ: ادارہ کا جو رکن ہ رہا ہوا ہے۔ بہتر سالانہ ادا کرتا ہے۔ انکے لئے ماہنامہ کا بدل اشتراک علیحدہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر ہمیں یہ دیکھ کر سخت ناامیدی ہوئی کہ بعض ممبران ماہنامہ تو باقاعدہ وصول فرما رہے ہیں مگر آجتک ماہنامہ کا بدل اشتراک ادا نہیں فرمایا۔ ازراہ کرم اپنے ذمہ واجبات اپنی پہلی فرصت میں ادا فرمادیں۔

(۲) خریداران ماہنامہ: آپکے ہاتھوں میں سال چہارم کا پہلا شمارہ ہے۔ اس پر خرچ زیادہ آتا ہے مگر سلسلۂ اصلاح وتبلیغ کے مقاصد کی وجہ سے وصول کم کیا جاتا ہے۔ بقایا رقم ممبران ادارہ کی معاونت سے ادا ہوتی ہے معروض فرماکر اس سال کا بدل اشتراک فوراً بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکر ممنون فرمادیں۔ اور جن حضرات نے ابھی تک سال گذشتہ کی رقم بھی ادا نہیں فرمائی۔ وہ بھی فوراً متوجہ ہوں۔

(۳) معارف اسلام قومی پریس فنڈ: قوم کیلئے پریس ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ فی زمانہ قوم کی بقا پریس ہی میں مضمر ہے۔ کیا آپ نے اپنا عطیہ پریس فنڈ کیلئے ارسال فرمادیا ہے؟ اگر نہیں تو جلد از جلد فنڈ کو مکمل کرنے میں مدد کریں۔ اپنا عطیہ کم یا زیادہ جو کچھ بھی آپ آسانی سے دے سکیں ارسال فرماکر باقاعدہ رسید حاصل کریں (ادارہ)

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

ادارہ "معارف اسلام" اور ماہنامہ "معارف اسلام" کی سرگرمیوں کے متعلق بعض دوستوں کے خطوط کے اقتباسات قارئین کی اطلاع کے لئے درج ذیل ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد کیا ہمدردانِ اسلام پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ "معارف اسلام" کی توسیع اشاعت میں زیادہ سے زیادہ سرگرم ہوں اور دامے درمے۔ قدمے سخنے اس مفید علمی ادارہ کی پوری پوری معاونت فرمادیں۔ (ادارہ)

(۱) از سید جواد حسین نقوی مدظلہ (اسلامک ریسرچ سنٹر بھکر):- "... ماہنامہ معارفِ اسلام کی افادیت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ یہ مجلہ اللہ کے فضل سے دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ میں نے جب مجلہ کو ملاحظہ کیا تو مجھے "ترجمان القرآن" اور اس کے معیار میں چنداں فرق نظر نہ آیا۔ حالانکہ "ترجمان القرآن" کئی برسوں کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس آپ کے مجلہ نے ابھی زندگی کے تین منازل ہی طے کئے ہیں۔ ہمارے عوام جامد نہیں بلکہ مذہبی لٹریچر جامد تھا۔ اس لئے اس قوم کے افراد فرسودہ باتوں سے تنگ آگئے تھے۔ یہ مجلہ جب میں نے میانوالی کے قیم جماعتِ اسلامی کو دکھلایا تو وہ حیران و ششدر رہ گئے۔

آپ کی ضخیم کتاب "فتنۂ تفسیر بالرّائے" معروف بہ "معارف الفرقان" میں نے خریدی تھی اور میری نظر سے گزری ہے۔ یہی کتاب جب میں نے دار المطالعہ جماعت اسلامی میانوالی میں قیم جماعت کو دکھلائی تو وہ حیران ہو گئے اور انہوں نے بھی یہ کتاب خرید لی۔ یاد رہے کہ وہ ان دنوں محترم پرویز کے رسالہ طلوعِ اسلام کو فائل کر رہے تھے۔ تاکہ مکمل کر کے مولانا مودودی سے اس کا جواب لکھوایا جائے۔ یہ کتاب اس مقصد کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی اور انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لی......"

(۲) از طرف جماعتِ اسلامی راولپنڈی:- "..... آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا پرچہ "معارف اسلام" ہم کو آرہا ہے۔ اس رسالہ کے علاوہ ہمارے پاس کئی دیگر رسائل بھی اعزازی طور پر آتے ہیں..... جہاں تک آپ کے پرچہ کی افادیت کا تعلق ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کا نقطۂ نظر اس سے بالکل صحیح طور پر واضح ہوتا رہتا ہے۔۔۔"

(۳) از طرف محترم سید نصیر حسین صاحب نقوی۔ حسن ابدال:

"..... مجلہ معارف اسلام کی ترقی کا دل سے خواہاں ہوں اور یہ خیال دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے کہ یہ معیاری جریدہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ آپ نے ضخامت بڑھا کر ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مضامین کی جامعیت کا کیا کہنا۔ آپ کے اداریے نوٹ اس کی جان ہوتے ہیں۔ علامہ مرزا صاحب قبلہ دام ظلہٗ تو اس میدانِ صحافت کے کہنہ مشق اور تجربہ کار شاہسوار ہیں۔ جناب کاظمی صاحب کے علمی فیوضات ہمہ گیر مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ دو کتابوں کی رسالہ کے ساتھ اشاعت بھی مستحسن اقدام ہے۔ اللہ کرے کہ قوم کی توجہ سے یہ ادارہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔۔۔۔"

(۴) از محترم حکیم کریم بخش صاحب آف عبداللہ پور:-

"الحمد للہ مجلہ معارف اسلام اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے۔ وسعتِ حجم کے سبب وسیع مضامین کیلئے میدان فراخ ہو گیا ہے۔ اسکو اعلیٰ مضامین کے ذریعے اور تابناک و مقبولِ عوام و خواص فرمایا جائے۔ اس کے ذیل میں ضروری عرض کرتا ہوں اور منظوری کی استدعا کرتا ہوں کہ اشاعتِ علوم اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ کو مستقل قرار دیا جائے۔ جس کا عنوان اقوال الاطہار فی علوم الغیب والاسرار موزوں فرمایا جائے۔ جس کے ماتحت ہر قسم کی سائنس۔ جوّ یادی سیارگان۔ قربِ قیامت کی علاماتِ خاص۔ علمی موشگافیاں۔ ہر قسم کے غیب کی خبریں جو آج تک ظاہر ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ مسلسل وار رسالہ میں شائع ہوتی رہیں۔۔۔۔"

(۵) از محترم کاظم حسین صاحب جعفری۔ سرگودھا:-

"کئی مہینوں سے استفسارات الا حصہ نظر نہیں آتا آخر کیا وجہ ہے۔ یہ بہت اچھی بات تھی کہ کئی سوالات کا تسلی بخش جواب مل جایا کرتا تھا۔ اس حصہ کو جاری فرمادیں۔ یوں تو سارے شماروں (معارف اسلام) کی تعریف کرنا ہی پڑتی ہے۔ لیکن جو ماہ مارچ کے شمارے کی "بوٹا سنگھ کا قصہ اور مسلمانوں کی غیرت" سے شان دوبالا ہو گئی ہے۔ وہ لائق صد ستائش ہے۔ ایسے آرٹیکل دینے سے شاید مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں۔ خدا اس ادارے کو مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمادے اور اسے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔۔۔"

اس صورت میں تو اُمّتِ محمدیہ کو ایک مدّت ہی سے لاوارث تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سلطنتِ اسلامیہ برائے نام بھی عرصہ ہوا کہ ختم ہو چکی اور موجودہ دور کی علیحدہ علیحدہ مسلمان ملکوں کو مملکتِ اسلامیہ نہیں کہا جا سکتا نہ ہی ان پر حکمران جماعتوں یا افراد کو اسلامی طور پر اولی الامر کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں اختلافات کی وجہ سے اور ہر ملک کے جدا جدا مفاد کی بنا پر علیحدہ علیحدہ قسم کی اطاعت لازم آئے گی چاہے وہ ایک دوسرے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ برعکس اس کے اسلامی حکومت میں تمام دُنیا کے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کا مفاد مشترکہ ہوتا ہے۔ اس میں چونکہ اولی الامر ایک ہوتا ہے۔ لہذا اس کی اطاعت کسی بھی ملک کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن میں جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے ملکوں کی حکمران جماعتوں یا افراد سے اُس کا کچھ تعلق نہیں۔ اُس کا بہرحال موجود ہونا لازمی ہے۔ چاہے اس کے ہاتھوں میں انتظامِ ملکی ہو یا نہ ہو۔ چاہے کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ کرے وہ مکمل مملکتِ اسلامیہ کا بادشاہ ہے۔ وہ اُمّتِ محمدی کا وارث ہے۔ امت لاوارث نہیں۔ ارشادِ خداوندی ملاحظہ فرمایئے:۔

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا | اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان پر جو اس سرزمین

---

۵۵ **اعتراض**:۔ اگر اطاعتِ اولی الامر سے کسی بھی دوسرے ملک کی مخالفت نہیں ہو سکتی تو پھر جہاد کا کیا مطلب ہوا۔ درآنحالیکہ جہاد میں دوسرے کے خلاف فوج کشی ہی ہوتی ہے۔ (صدیقی)

جواب:۔ اوّل تو جہاد صرف فوج کشی ہی کا نام نہیں۔ سب سے پہلا جہاد اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اگر آپ کا نفس ہی دین اللہ کے ماتحت نہیں تو آپ دوسروں کو دین اللہ کے تحت لانے کے کیونکر مجاز ہو سکتے ہیں۔ پھر جہاد باللسان و جہاد بالقلم بھی ہے۔ جہاں تک جہاد بالسیف یا فوج کشی کا تعلق ہے۔ یہ بغیر حکم معصوم کے سراسر ناجائز ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ غیر معصوم کی سرکردگی میں غلط قدم اٹھانا عین ممکن ہے۔ لہذا اگر غلط قدم اٹھ گیا تو وہ جہاد نہ رہے گا۔ بلکہ اس کے بالکل برعکس عین ظلم ہوگا۔ معصوم اگر جہاد کا حکم دے گا تو وہ چونکہ غلط حکم نہیں دے سکتا لہذا وہ عین دین اللہ کے ماتحت ہوگا۔ بلکہ اس حکم کے تسلیم نہ کرنے سے گناہ لازم آئے گا۔ (اپنی حفاظت میں تلوار اٹھانا اگرچہ ہر وقت جائز ہے اس امر کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سراسر دفاع ہے۔ جس میں کہ معصوم یا غیر معصوم کا سوال پیدا نہیں ہوتا) جہاد اس روحانیت پیدا کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ نہ جذبۂ مخالفت کے تحت۔ لہذا مخالفت نہیں ہوتی۔ اس کی مثال اپریشن (OPERATION) کی ہے کہ جسم کا کوئی عضو گندہ ہو گیا ہے۔ اس کے قائم رہنے سے انسان کی زندگی کا خطرہ ہے۔ لہذا قرینِ عقل و عدل یہی ہے کہ اُسے جدا کر دیا جائے۔ لہذا جہاد انسان کی مخالفت نہ ہوئی بلکہ ہمدردیٔ انسانیت۔ (صفیات)

فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ - (پارہ ۲۰ القصص)

میں کمزور کر دیئے گئے ہیں۔ احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو ہم وارث قرار دیں۔

تدبر کرنے سے اس آیت مجیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ منشاء خالق کے مطابق جو اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں۔ وہی امام ہیں اور وہی اس ولایت کے وارث ہیں۔ مگر جمہوری اور اجماعی اصولوں کو درست تسلیم کرنے سے تو منتخب فرد یا جماعت کمزور نہیں کی گئی بلکہ اس کے ہاتھوں کو طاقت دی گئی اور اقتدار ان کے ہاتھ میں پبلک کی طرف سے سونپا گیا۔ ان کا دنیا میں کمزور کیا جانا کیونکر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ البتہ کمزور کیا جانا اسی کا ثابت ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھوں میں حکومت نہ دی گئی ہو اور جسے ہمیشہ حکومت سے علیحدہ رکھا جائے۔ لہٰذا وارث یا امام کے لئے ضروری نہیں ہے کہ حکومت کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں ہو۔

پھر ارشاد باری ہے:-

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (پارہ بنی اسرائیل)

وہ دن جب ہم ہر زمانے کے لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں امت کا وارث موجود ہوتا ہے۔ وہی اولی الامر وقت اور وہی امام وقت ہوتا ہے۔

امن عالم کے لیے جمہوریت کی ناکامی

اگر تمام تاریخ کو مسلسل پڑھ جائیں تو صاف نظر آتا ہے کہ جمہوریت کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکا۔ جمہوریت حق حکومت انسان کے سپرد کر کے امن قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی مسلسل بدامنی کا دور دورہ محض اسی سبب سے رہا کہ انسان خود اقتدار حکومت سنبھالنے میں محو رہا۔ قول اقبال ہے۔ ؎

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

ہوس اقتدار نے ایک دوسرے کی مخالفت کو لازم سمجھا۔ مسلم عوام ہمیشہ اسلام کے نام پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے نعرے کی محبت میں دھوکا کھاتے رہے۔ اور ہوس اقتدار کا نشانہ بن کر حریصوں کے اپنا الو سیدھا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔ کاش کہ وہ "اختیارات حکومت من جانب اللہ" کا اصول تسلیم کر لیتے اور عملاً اسی اصول کے پابند ہو جاتے تو اولی الامر ظاہر بظاہر مکمل مملکت اسلامیہ پر قابض ہوتا اور مسلمانوں کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا جو آج دیکھ رہے ہیں کہ اسلامی ممالک کبھی امریکہ کی پشت پناہی چاہتے ہیں۔ اور مالی امداد کا سوال کرتے ہیں اور کبھی روس سے

پارلیمنٹ کو توڑنے کا سوچتے ہیں۔ اور کبھی برطانیہ کی ناراضگی مول لینے کے خوف سے کھلے بندوں ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ان تمام ممالک میں افتراق ہے۔ اور ایسے مسائل پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ کہ جن میں ہی بعض اسلامی ممالک ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اسلامی ملکوں کے علاوہ دوسری اور بڑی طاقتوں پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ تمام دنیا میں ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ ہر طرف بدامنی ہی بدامنی کا دَور دورہ ہے اس مسئلہ پر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی ایک حالیہ تقریر سے روشنی پڑتی ہے جو کہ انہوں نے گورنمنٹ کالج چکوال کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ۳۱ مارچ ۱۹۸۵ء کو کی جس کو روزنامہ "امروز" نے اپنی ۲ اپریل ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں درج کیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ "موجودہ نسل جمہوریت رواداری اور عدل وانصاف کی اہل ثابت نہیں ہوئی اور اب ان اصولوں کو حقیقت کا روپ دینا چاہیے"۔ اگر عدل و انصاف اور رواداری کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو جہاں تک جمہوریت کا سوال ہے۔ اس کو تو حقیقت کا روپ دیا جا چکا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ تمام دنیا میں جمہوریت کارفرما ہے۔ مہذب اور غیر مہذب، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ تمام قسم کے ممالک کی مثالیں موجود ہیں۔ کہیں بھی امن نہیں۔ نہ ہی انفرادی طور پر ہر ملک میں، نہ ہی اجتماعی طور پر تمام عالم میں۔ دنیا کے مدبرین اپنے تمام مادی جتن ختم کر چکے ہیں۔ روزانہ قسم قسم کے نئے اصول ایجاد ہوتے ہیں۔ اور خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر جوں جوں ایسا ہوتا ہے۔ دنیا کے مصائب بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ انسانیت کو ختم کرنے کے لئے نئے سے نئے ہتھیار تیار ہو رہے ہیں۔ یہ کہلاتے تو مہذب اور ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ مگر دن رات انسانیت کو ختم کرنے کے لئے ان کی مشینیں ہتھیار بنانے کے لئے وقف ہیں۔ دنیا مدت سے جنگوں میں مبتلا ہے۔ ایک جنگ ختم ہوتی ہے تو دوسری کے لئے تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ جمہوریت امن پیدا کرنے میں ناکام رہی۔ کیوں؟ محض اسی وجہ سے کہ انسانوں نے اپنے حاکم خود اپنی مرضی سے بنائے۔ بعد میں خود ہی انہیں بنا کر پچھتائے۔ اور (VOTE OF NON-CONFIDENCE) یعنی عدم اعتماد کی تحریکیں جاری کرنے لگے۔ مگر اس سے بدامنی اور بڑھی اور حکومت عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں میں دینے کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وجہ محض یہی کہ مختلف خیال اور مختلف طبیعتوں کے افراد کو اختیارات سونپے جاتے ہیں۔ اور جو کوئی آتا ہے۔ اپنی علیحدہ طبیعت اور علیحدہ خیال کی بنا پر ہر معاملہ کو علیحدہ علیحدہ زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ (نہ کہ واحد منشاء ایزدی کے ماتحت) پھر بھی کوئی آتا ہے کبھی کوئی دوسرا

ہر ایک کے پیشِ نظر اپنا اور اپنی پارٹی کا مفاد ہوتا ہے۔ عوام مفت میں بے وقوف بنتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے اور نیک اور قابل افراد فی التحقیقت عالم مطلق ہی کے علم میں ہیں۔ ہماری نیکی اور بدی ہم سے زیادہ ہمارا خالق جانتا ہے۔ مسلمان یہ نہ سمجھا اور غلط رَو میں بہہ گیا۔ سلاطین جور کے پیچھے لگ کر مادی قوانین کو اپنانے لگا۔ اصولِ اسلام یعنی خدا کی بادشاہت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ "ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست" کو بھلا بیٹھا اور وطنیت کی چار دیواری میں محدود ہو کر جُدا جُدا وطن کے جُدا جُدا مفاد کی بناء پر باہم دست و گریباں ہو گیا۔ یہ امر واقعہ نہ صرف اسلامی ممالک کے متعلق ہی ہے۔ بلکہ غیر اسلامی ممالک اس اصول پر زیادہ کاربند نظر آتے ہیں۔ جس وطن کا کوئی باشندہ ہے۔ وہ اپنے وطن کے لئے ہی سب سے زیادہ بہبودی چاہتا ہے۔ دوسرے جائیں جہنم میں۔ امنِ عالم کے لئے سب سے زیادہ یہ اصول زہرِ قاتل ہے۔ قولِ اقبال؎

ساقی نے بِنا کی روشِ لطف و ستم اور تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
اِن تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ ملّت کا کفن ہے

سادہ دل مسلمان کو غلط راستہ پر لگا کر عالم کی مشترکہ حکومت سے محروم کر دیا گیا۔ صاحبانِ حکومت کی اسلام کے ساتھ یہ سب سے بڑی غداری تھی۔ جس سے مسلمان اس نعمتِ عظمیٰ یعنی اولی الامر وقت کی معرفت کھو بیٹھا۔ "دنیا میں امن قائم کرنا" جو ڈیوٹی مسلمان کے ذمہ تھی وہ اس سے چھین لی گئی۔ اور مسلمان اسی وقت سے ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ ہٹتا نہیں اس لئے کہ بنیاد تو مضبوط ہے جو بہترین کاریگر کی رکھی ہوئی ہے۔

موجودہ دنیا کے ممالک اور ان کی حکومتوں پر نظر ڈال لیجئے۔ ان کے جُدا جُدا حکومتوں کے طریقوں اور جُدا جُدا مفاد کو بھی پیشِ نظر رکھیئے۔ تمام حالات کو دیکھنے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں تمام دنیا میں واحد حکومت کا قیام ناممکن ہے۔ اور جب یہ ناممکن ہے۔ تو قیامِ امن بھی ناممکن ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ اس اصول کو تسلیم نہ کر لیا جائے کہ تعینِ امیر خدا ہی کے اختیارات میں ہے۔ اور جس وقت یہ اصول کم از کم تمام مسلمان مشترکہ طور پر تسلیم کر لیں گے۔ لاریب ذاتِ احدیت پر بھی لازم آئے گا کہ وہ اولی الامرِ اسلام کو ظاہر فرما دیوے۔ ورنہ دنیا اسی طرح غوطے کھاتی رہے گی یا بصورتِ دیگر گمراہی کی انتہاء کے بعد قدرت خود اپنے اختیاراتِ جباری و قہاری

کو کام میں لائے گی۔ اور امیر المسلمین یعنی اولی الامر وقت کو ظاہر فرمائے گی۔ جب آپ اس اصول کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو عقلاً اصولاً اور انصافاً آپ یہ پوچھنے کے بھی مجاز نہیں کہ "امام زمانہ" یا اولی الامر وقت" کہاں ہے۔ نہ ہی خداوند تبارک و تعالےٰ پر اولی الامر کے ظاہر نہ کرنے کا الزام عاید ہوتا ہے۔ لہذا کم از کم ملتِ اسلامیہ اگر مشترکہ طور پر اس قرآنی اصول کو تسلیم کر لیوے تو عقلاً اولی الامر وقت کو ظاہر کرنا ذاتِ خالق پر بھی لازم آتا ہے۔

خلاصۂ کلام

جمہوریت کے متعلق گذشتہ تمام بیانات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :۔

اوّل :۔ اسلامی اصولوں کی رُو سے زندگی کا ہر شعبہ دینِ اللہ کے ماتحت ہے۔ رائے عامہ کے ماتحت نہیں۔

دوم :۔ جمہوریت اگرچہ حقیقی مفہوم کے ماتحت بھی عمل میں آئے تو اس کا اجرا محض رائے عامہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور کل رائے عامہ کے ماتحت بھی نہیں بلکہ اس کے ایک جزو یعنی اکثریت کی رائے کے ماتحت چاہے وہ غلط ہو یا صحیح ہو۔

سوم :۔ اسلامی یعنی قرآنی اصولوں کی رُو سے اکثریت محض دلیلِ حقانیت نہیں۔ بلکہ اکثریت ہمیشہ بے ایمان۔ گمراہ۔ بے علم۔ جاہل۔ ناشکرے۔ فاسق۔ بداعمال۔ بے عقل۔ کاذب۔ بدعہد۔ حق سے متنفر۔ کافروں کے دوست۔ یادِ خدا سے غافل اور زیادتی کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس۔ خدا کے شکر گزار۔ عقلمند۔ ایماندار۔ ذی علم۔ سچے اور حق پر قائم رہنے والے ہمیشہ قلیل ہوتے ہیں۔

چہارم :۔ اسلامی اصولوں کی رُو سے بروئے قرآن۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ" کے تحت انسانوں کا اس معیار کے مطابق تولنا ضروری ہے۔ مگر جمہوری اصولوں کی رُو سے بقول اقبالؒ جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔

پنجم :۔ موجودہ دَور کے جمہوریت پسند مسلمانوں کے مشہور قول اسلامی و جمہوری تقاضوں کی رُو سے بھی اسلام اور جمہوریت دو علیحدہ علیحدہ طریقے ثابت ہوتے ہیں۔

ششم :۔ دینِ اسلام کے کامل ہونے تک کے دَور میں کہیں بھی جمہوریت کارفرما نظر نہیں آتی۔ نہ ہی پہلے انبیاء کے دَور میں نہ ہی عہدِ رسالت مآب میں۔ بلکہ بعد از رسولؐ بھی تمام جہاد

خلافتِ اسلامی یعنی عہدِ سلطان عبدالمجید آف ٹرکی تک کسی عہد میں بھی جمہوریت کا نعرہ کسی نے بلند نہیں کیا اور ہمیشہ خلیفہ کو ذاتی طور پر مکمل اختیارات حاصل رہے۔ یعنی کہیں بھی یہ ضابطہ بطور قانون ملکی موجود نہیں کہ خلیفہ کو رائے عامہ یا مجلسِ شوریٰ کی اکثریت کے فیصلے کا پابند ہونا پڑے گا۔ یا جو مجلسِ شوریٰ کی اکثریت فیصلہ کرے گی۔ خلیفہ کو ضابطہ کے ماتحت اسی فیصلہ کو صاد کرنا پڑے گا۔

ہفتم:۔ تمام اسلامی دَور میں آج تک کسی امیر یا خلیفہ کو باضابطہ انتخابات (ووٹنگ) قائم کر کے کبھی نہیں چُنا گیا۔ نہ ہی آج تک کسی خلیفہ کی کوئی مجلسِ شوریٰ عامۃ المسلمین کے ووٹنگ سے قائم کی گئی ہے۔

نکتہ اعتراض:۔ عہدِ اسلامی میں خلیفہ یا امیر کی ہمیشہ بیعت ہوتی رہی ہے۔ اس بیعت کو کیوں نہ انتخابات یا ووٹنگ کے مترادف سمجھ لیا جائے؟ (محمد یعقوب)

جواب:۔ بیعت اور انتخابات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر تو بیعت بیک وقت دو دو تین تین یا چار چار امیدوارانِ خلافت و امارت کی ہوتی رہی اور پھر اس بیعت کا نتیجہ معلوم ہونے کے بعد کہ کتنے آدمیوں نے ایک کی بیعت کی اور کتنوں نے دُوسرے کی اور جس کی زیادہ آدمیوں نے بیعت کی اس کو خلیفہ منتخب گردانا گیا تو یقیناً بیعت کو رائے عامہ یا انتخابات کا مترادف گردانا جا سکتا ہے۔ (اور وہ بھی اکثریت کا۔ کل کا نہیں) اور جب یہ اظہرمن الشمس ہے کہ تمام دَورِ اسلامی میں کبھی ایسا آخر تک نہیں ہوا تو بیعت کو انتخابات یا ووٹنگ سمجھ لینا سرتاپا غلط ہے۔ اس امر سے انکار محال ہے۔ کہ خلیفہ یا امیر بیعت سے پیشتر کسی مخصوص معیّنہ ضابطہ کے ماتحت نہیں بنتے رہے بلکہ جس غیر معیّنہ طریقے سے بھی کوئی بن گیا۔ اختیار حاصل کر لینے کے بعد لوگوں سے بیعت کرائی جاتی تھی۔ اور بنے ہوئے حکمران کی مخالفت کی عوام سے توقع رکھنا بے سود ہے۔ مخالفت چند مخصوص ہستیاں کر سکتی ہیں مگر جب اقتدار پیشتر ہی دوسرے کے ہاتھ میں آچکا ہو تو اُن کی مخالفت سے ان کا کیرکٹر تو ثابت ہو جائے گا۔ مگر مخالفت کا اثر نہ ہوگا "چڑھتے سورج کی پرستش" کا محاورہ زبان زدِ عام ہے۔ یہی حال بیعت بعد از حصولِ اقتدار کا ہے۔ پھر اس بیعت میں ایک بڑا سقم یہ بھی رہا کہ بیعت کسی ضابطہ کے ماتحت (باقی صفحہ ۱۰۱ کے نیچے)

ہشتم:۔ بدقسمتی سے تاریخ اسلام میں لفظ "خلافت" یا "خلیفہ" سے محض "انتظام ملکی" یا "برسرِ اقتدار فرد" مراد لیا جاتا ہے۔ اور اسی کو نائب یا خلیفۂ رسولؐ کہا جاتا ہے۔ درآں حالیکہ نائب یا خلیفۂ رسولؐ کو بعد از رسولؐ مذہبی اور سیاسی بلکہ زندگی کے جملہ امور میں علمی و عملی برتری حاصل ہے۔ اور تاریخ میں بکثرت مثالیں ایسی موجود ہیں کہ امراء یا خلفاء اس برتری سے محروم تھے۔ ان امور میں دوسرے بزرگوں کے محتاج رہے۔

مثلاً خلیفہ عبدالملک جب ملکی کرنسی کے سلسلہ میں قیصرِ روم سے عاجز آگیا تو حضرت امام محمد باقرؑ سے رجوع کرکے اس مصیبت سے نجات پائی اور قیصر کو شکست دی۔ حالانکہ حضرت امام محمد باقرؑ کے ہاتھوں میں اقتدار نہ تھا۔ اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید اپنے فقہی مسائل میں قاضی ابو یوسف و یحییٰ وغیرہ کا ہمیشہ محتاج رہتا تھا۔ حالانکہ عنانِ حکومت ان کے ہاتھوں میں نہ تھی۔ لہٰذا خلافتِ محمدیہ فی الحقیقت محتاجِ حکومت نہیں۔ خلیفۃ المسلمین محض اعلم ترین و عادل ترین و متقی ترین و عاقل ترین و بہادر و شجاع ترین یعنی بہترین مسلمین ہی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہوتا ہے۔ خواہ اس کے پاس حکومت ہو یا نہ ہو۔ خواہ اسے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ وہ لوگوں کا محتاج نہیں بلکہ لوگ اس کے محتاج ہیں۔

نہم:۔ مسلمانوں کی سرداری کے لئے معیار عوام کے ووٹ یا جمہوری انتخاب نہیں بلکہ معیار تقویٰ و قابلیت ہے۔

دہم:۔ جمہوریت محض غیرمسلم یورپائی حکمران اقوام کی پیداوار ہے۔ چونکہ گذشتہ

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰۰) نہیں ہوتی رہی یعنی ہر فردِ مسلم سے بیعت نہیں لی گئی بلکہ محض سربرآوردہ اشخاص سے۔ حالانکہ جمہوری تقاضوں کی رُو سے ہر فردِ واحد کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ اور اسلام میں حقوق کے لحاظ سے امیر و غریب کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ بڑائی کا معیار تقویٰ ہے۔ اور یہ تقویٰ محض سربرآوردہ افراد ہی کو حاصل نہیں۔ بلکہ غرباء میں یہ صفت زیادہ ہے۔ لہٰذا محض سربرآوردہ حضرات سے بیعت لینا بھی ان کے مفید مطلب نہ تھا بلکہ اقتدار جو بغیر انتخاب کے حاصل ہو چکا تھا محض اس کو قائم رکھنے کے لئے یہ لی جاتی رہی ہے۔ (غیاث الدین)

دور میں دُنیا میں مسلمان حکمرانوں کی کمزوری اور خود غرضی کی وجہ سے ان اقوام نے دُنیا میں سیاسی و سائنسی اقتدار حاصل کر لیا۔ اور جمہوریت کے اصولوں کے ماتحت چونکہ ہر عالم و جاہل۔ خاطی و پرہیزگار۔ نیک و بد کے لئے اقتدار حاصل کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ لہٰذا موجودہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے بھی اس دل خوش کُن امید اور حکمران اقوام کے اثرات کے ماتحت "اسلامی جمہوریت" یا "اسلام میں جمہوریت" کا نعرہ بلند کیا۔ وگرنہ اگر اسلامی اصول کے ماتحت زندگی کا ہر ایک شعبہ دین اللہ کے ماتحت ہے۔ تو خلیفہ رسولؐ یا امیر المسلمین کا من جانب اللہ ہونا یقینی اور ضروری ہے۔

"جمہوریت" کے متعلق تو بیان ختم ہوا۔ اب آیندہ صفحات میں "امامت" کے متعلق ضروری وضاحت کی جائے گی اور بعد ازاں "عہدِ امامت" سے پیشتر کا راہِ عمل نہ صرف اسلامی حکومتوں کے لئے بلکہ غیر اسلامی حکومتوں کے سامنے بھی پیش کیا جائے گا۔ تاکہ دُنیا سے فساد کسی حد تک ختم ہو سکے اور امن و امان کسی حد تک پیدا ہو سکے۔

امامت

قانون اسلام اور اس کا نفاذ

جیسا کہ پیشتر بھی بیان کیا گیا نظام حکومت اسلامیہ نہ شخصی ہے نہ جمہوری بلکہ شرعی ہے۔ یعنی امر و رضاء شارع حقیقی پر موقوف ہے۔ چونکہ قانون اسلام کسی شخص یا جمہور کا وضع کردہ نہیں۔ نہ ان کی مرضی کو اس میں کوئی دخل ہے۔ قانون خدا تعالے کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں ردو بدل بھی طاقت بشری سے باہر ہے۔ اس لئے اصولاً و عقلاً کسی فرد یا اکثریت کے لئے اس قانون کو اپنی مرضی سے نافذ کرنے اور اس قانون کی تاویل و تنقید کا حق اپنے نمائندوں کے سپرد کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اس قانون کا نفاذ صرف ایسے ہی متبرک ہاتھوں سے ہو سکتا ہے جو اوّل تو حاکم حقیقی کی طرف سے رعایا پر مقرر کئے گئے ہوں اور پھر اس قانون کے ایک ایک مقام سے اس کی ایک ایک دفعہ سے کما حقہٗ طور پر واقف ہوں اور سمجھتے ہوں اس شخصیت کو شارع حقیقی کا مقرر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص واقعی اس بات کے قابل اور اس امر عظیم کا مستحق ہے۔ جو قانون کے ایک ایک حرف کے مطالب و معنی سے نہ صرف واقف ہی ہے بلکہ اس کے نفاذ یعنی (Applied contents in Islam) میں بھی ماہر و یکتائے روزگار ہے۔ جو خود سب سے بڑھ کر اس قانون پر کلی طور پر عامل ہے۔ جو تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنا مثل نہیں رکھتا۔ جو خود غرضی سے بالکل علیحدہ ہے۔ جس کی نیت پر کسی قسم کا شبہ ہونے کی گنجائش ہی نہیں۔ عقلاً و انصافاً صرف ایسا ہی شخص قرآنی قانون کو نافذ کر سکتا ہے۔ اور یہ ایک عیاں اور طے شدہ بات ہے۔ کہ کوئی شخص کسی کے کہنے سے ایسا نہیں بن سکتا بلکہ اپنی ذات سے ہی ان صفات کا حامل ہو سکتا ہے۔ جمہوریت کے ووٹ کسی میں یہ صفات پیدا نہیں کر سکتے۔

برگزیدۂ خدا تعالے ہونا اور عالم علم کتاب ہونا[شاہ] کسی فرد کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔

شاہ عالم علم کتاب ہونے کا معیار مندرجہ ذیل آیۂ مجیدہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ (باقی صفحہ ... پر ملاحظہ ہو)

جب ایک معمولی سکول یا کالج کے لئے ایک علم سے واقف بلکہ سند یافتہ ہونا لازمی ہے۔ تو دُنیا کے سب سے اہم امر یعنی نفاذِ قانون قرآن کے لئے اختیارات کیونکر جمہور کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔ جمہور کے سپرد ہی نہیں بلکہ جمہور کو کیونکر یہ اختیار دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے قرآنی قانون نافذ کرنے کے لئے کسی فرد یا جماعت کو مختار بنا دیں۔ جب طلباء اپنے ووٹوں کی اکثریت سے معلم کے دماغ میں علم داخل نہیں کر سکتے تو علم کتاب کی مکمل علمیت کیونکر جمہور کی رائے سے کسی میں داخل ہو سکتی ہے۔ اس مقام پر حضرت علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ (لکھنوی) کی کتاب "وجودِ حجت" کے مندرجہ ذیل فقرات ہر ذی علم مسلمان کی توجہ کے قابل ہیں:-

"انسان نقائص کا مجموعہ اور کمزوریوں کا مجسمہ ہے۔ بڑے بڑے ذمہ دار افراد ان کمزوریوں سے بلند نہیں جو انسانی جذبات کے تحت میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ حکومتوں کے نظم و نسق میں جو تمام تر آئین پر مبنی ہوتا ہے۔ انتہائی درجہ تک بے آئینی صرف کی جاتی ہے۔ لیکن اس بے آئینی کو کھینچ تان کر آئین ہی کے سر منڈھا جاتا ہے۔"

پھر اگر امامت و خلافت بھی ایسی ہی خود ساختہ کارروائی کا نتیجہ ہے تو اس کے لئے ایک شخص کا امام و خلیفہ نام رکھ کر اس کے افعال کی ذمہ داری اسلام کے سر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام و بلقیس کے ضمن میں مرقوم ہے:-

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۔ قف (پارہ ۱۹ ع ۱۱ النمل)

اس شخص نے جس کے پاس علم کتاب کا ایک ادنیٰ جزو تھا (حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں) یہ عرض کی کہ میں اُسے (بلقیس کو) لائے دیتا ہوں۔ قبل اس کے کہ آپ کی پلک بھی جھپکے۔ چنانچہ جب (حضرت سلیمانؑ نے) اس کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو فرمایا۔ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔

ظاہر ہے کہ علم کتاب کے ایک جزو سے جو واقف تھا۔ اس میں اس قدر طاقت موجود تھی کہ برسوں یا مہینوں کی راہ کو تختِ بلقیس کے اس نے طرفۃ العین میں طے کر لیا۔ پس جو پوری کتاب کا عالم ہو اس کی طاقت کا اندازہ تو شق القمر یا ردِّ شمس سے آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ علم فضل ربی ہے۔ من جانب اللہ ہے۔ جمہور کے ووٹوں سے کسی کے دماغ میں نہیں ٹھونسا جا سکتا۔ عجیب تماشہ ہے کہ آج کل بڑے بڑے علماء کو خبر تک نہیں کہ کسی میں ایسی ادنیٰ طاقت بھی ہے۔ (واقعہ)

گفتگو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ اس غرض کے لئے دنیاوی بادشاہان اور سلاطین کے اصول و قوانین بہت کافی ہیں۔

لیکن اگر امامت کوئی ایسی چیز ہے۔ جس سے حقیقی معنوں میں مفادِ اسلام کا تحفظ منظور ہے۔ تو اس کو ایسا ہی ہونا چاہیئے جو ان کمزوریوں سے علیحدہ ہو۔

ایک طرف تو مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ قانونِ اسلام خداوندِ عالمین ہی کا وضع کردہ ہے۔ اور اس میں تمام تر اسی کی مرضی کو دخل ہے۔ کیونکہ مخلوق کی بہتری کو سب سے زیادہ اس کا خالق ہی جاننے والا ہے۔ اور حقِ حکومت و اختیار صرف اسی کو حاصل ہے۔

دوسری طرف اس کی موجودگی میں وہ قانون کو نافذ کرنا ہی نہیں بلکہ قانون کے نافذ کرنے کا حق عطا کرنا اپنے اختیار میں لے لیتے ہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نفاذ انسان ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ نافذ کرنے والے کو یہ حق انسان عطا کریں گے یا وہ جس کو کہ حقِ حکومت و اختیار حاصل ہے۔ یعنی خداوندِ عالمین عطا فرمائے گا۔ ظاہر ہے کہ جس کو آپ حاکمِ مطلق سمجھتے ہیں وہ ہی یہ حق دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ نتیجۃً و اصولاً مرکزی طاقت و اقتدار اور اس قانون کا نفاذ اور اس کی تاویل و تنقید کا حق و اختیار صرف اسی کو حاصل ہے جو بادشاہِ حقیقی کا مقرر کردہ نمائندہ ہو اور اس کا ہر فعل و قول کسی شخصیت یا جمہور کی ہر نکتہ چینی سے بالاتر رہ کر خارج حقیقی کے امر و تصدیق کے ماتحت رہے۔ چاہے وہ جمہور کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اسی کی پیروی کی جا سکتی ہے اور اسی کی پیروی کا حکم ہے۔ اسلام نے جمہوری طریقے سے کسی کی بھی پیروی کو قطعی تسلیم کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اکثر جگہ اکثریت کی پیروی کو صریح طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ آیاتِ مندرجہ زیرِ عنوان "آیاتِ قرآنی در مقدمہ" ملاحظہ فرمایئے۔ یہ امر صاف صاف الفاظ میں ارشاد کیا گیا ہے۔

امام۔ مسلمان اور اسلامی حکومتیں

ایسی شخصیت جس کی صفات اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ملتِ ابراہیمیؑ کی رو سے بموجب قرآن "امام" کہلاتی ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (پ ۱)۔ یعنی میں تجھ کو لوگوں کا امام مقرر کرتا ہوں (ابراہیمؑ نے) عرض کی میری اولاد میں سے (خدا نے) فرمایا ظالم ہوں گے ان کو یہ عہد نہ پہنچے گا۔

جس طرح خدا تعالے اور رسولؐ کی پیروی لازمی ہے۔ خدا تعالے ہی کے فرمان کے مطابق امام کی پیروی بھی لازم ہے۔ کیونکہ ذاتِ خدا تعالے خود تو بندوں کے سامنے آ نہیں سکتی کیونکہ وہ جسم

عیوبات سے پاکیزہ ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانے میں موجود نہیں۔ تکمیل دین الٰہی کے بعد ضرورت نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لہذا ہر زمانے میں ایسی شخصیت کی ضرورت ہے۔ جو حکم الٰہی کے مطابق نبی آخر کے لائے ہوئے دین کامل کو لوگوں پر واضح کر سکے۔ جس کا تعلق براہ راست ذات احدیت سے ہو۔ جو وہی منشاء قانون الٰہی بیان کرے جو منشاء رب العالمین ہو۔ ایسے شخص کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی اور لابدی ہے۔ عام علماء اس کے مصداق قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ کیونکہ عام انسان حرص و ہوس کے پتلے ہیں۔ ہر ایک میں خواہشات نفسانی موجود ہیں۔ اگر عام علماء زمانہ ہی اس کے مصداق ہوتے تو آج مسلمان بھی گروہ در گروہ آپ کو نظر نہ آتے۔ بلکہ ایک ہی فرقہ ہوتا۔ لہذا اس کا مصداق ایسی ہی شخصیت ہو سکتی ہے جس کا ہر امر میں ذات خالق سے تعلق ہو اور جو ایسا کوئی منشاء قانون الٰہی بیان نہ کر سکے۔ جو منشاء شارع قانون کے خلاف ہو۔ تمام حاضرہ امور دنیا کے متعلق حکم الٰہی کے مطابق ہی حکم دیتا ہو۔ اور ہر امر کے لئے رب العالمین سے حکم لے سکتا ہو۔ بلکہ ہر سال کے جملہ امور کے لئے [illegible] احکام الٰہی پہنچ جاتے ہوں۔ آیت قرآن:-

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (پارہ ۳۰ - القدر)	(یعنی شب قدر میں) اپنے پروردگار کے حکم سے ملائکہ اور پاک روح ہر معاملہ کے نازل ہوتے ہیں۔

لہذا رسولؐ کے بعد امام زمانہ واجب الاطاعت ہے۔ اس لئے کہ جب کتاب ہدایت موجود ہے۔ تو اس کے ساتھ ہدایت دینے والے کا وجود بھی ضروری ہے۔ قول خدا تعالیٰ وجعلنا فی ذریته النبوة والکتاب۔ اس پر شاہد ہے کہ ذریت ابراہیمؑ میں نبوت اور کتاب دونوں رکھ دی گئیں۔

نبوت بموجب آیت وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ ختم ہو چکی ہے۔ لیکن کتاب ختم نہیں ہوئی۔ لہذا اس کے وارث بھی موجود ہیں۔ جو مصطفےٰ ہیں۔

کما قولہ تعالیٰ۔ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔

امام نور ہے۔ جس کی روشنی میں منشاء ربانی صحیح طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا (پارہ ۲۸ سورۃ التغابن)	یعنی پھر اللہ پر اور اس کے رسول اور اُس نور پر جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ ایمان لاؤ۔

نور سے کتاب اللہ مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ کتاب ہدایت ہے اور امام نور ہے۔ جیسا کہ خود خالقِ انسان نے فرمایا:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (پارہ ۶ ع ۶)	یعنی بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور مجسم اور ایک کتاب روشن آئی۔

مندرجہ بالا دونوں آیات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسولؐ علیحدہ ہے۔ کتاب علیحدہ ہے۔ اور نور علیحدہ۔ اور اسی نور ہی کی روشنی میں کتاب اللہ سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور اس نور پر ایمان لانے کا حکم بھی موجود ہے۔ لہٰذا خدائے تعالےٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ اس نور کی پیروی کرنا بھی موجب احکامِ الٰہی لازمی ہے۔ چونکہ قرآن ہر زمانے میں امامِ وقت کی پیروی کا خداوند حاکم الحاکمین کی طرف سے ہر انسان کو حکم ہے اور اس امر کی تائید آیت مجیدہ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" سے بھی ہوتی ہے۔ حیرت ہے کہ خداوند عالم اُس وقت کسی شخصیت کی پیروی کا حکم دے جبکہ وہ شخصیت موجود ہی نہ ہو۔ ایسا خیال بھی خداوند تعالےٰ کی شانِ خدائی کے سراسر خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ اولی الامر کا وجود ہر زمانے میں لازم ہے۔ اور وہ ہر زمانے میں موجود ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:۔ "کونوا مع الصادقین" یہ حکم بھی ہر زمانے کے لئے ہے۔ اور صادقِ حقیقی وہ ہے۔ جس نے کبھی ایک جھوٹ بھی نہ بولا ہو۔ جس نے اپنی زندگی میں کبھی ایک بار بھی قولاً یا فعلاً جھوٹ اختیار کیا وہ صدق کی حد سے باہر ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ صادق معصوم عن الخطا ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر زمانے میں معصوم کا وجود ثابت ہے۔

لہٰذا ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی قیامت تک کے لئے ہر زمانے میں کم از کم ایک معصوم موجود ہوتا ہے۔ ورنہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کی پیروی کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اولی الامر کی پیروی کا حکم محض اس لئے دیا گیا کہ وہ معصوم ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر اس کی پیروی سے گمراہی اختیار کرنے کا بھی اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے۔

ــہ مجبوری کو اقرار کرکے اپنے قول میں تو صادق ہو سکتا ہے۔ مگر وہ صادقِ مطلق نہیں ہو سکتا۔

گو داعیانِ جمہوریت کہتے ہیں۔ کہ پبلک اسے منتخب کرے گی تو پھر وہ شخصیت بنے گی۔ مثلاً ایک امیر کی موت واقع ہو جانے کے بعد جب تک جمہور اپنا دوسرا امیر منتخب نہ کریں تب تک کوئی امیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ زمانہ بغیر امام کے رہا۔ موجودہ وقت کے مطابق انتخاب اولی الامر اُمّت کے لئے کئی سال درکار ہیں۔ کیونکہ اُمّتِ محمدیہ دنیا میں دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس انتخاب کے لئے محض ووٹنگ تو درکنار۔ چھپے چھپے انتظامات کے لئے بہت وقت درکار ہے۔ اس دوران میں ہزارہا اموات واقع ہو جائیں گی۔ کئی گمراہ ہو سکتے ہیں۔ کئی غلط راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس طریقہ کے مطابق اس تمام وقت میں زمانہ بغیر امام کے ماننا پڑے گا۔ جو کہ قولِ خدا تعالےٰ کے خلاف ہے۔ قرآن کی رُو سے کوئی زمانہ ایسا نہیں جو کہ بغیر امام کے ہو۔ ارشاد ہے:۔

یوم ندعوا کل اناس بامامھم (بنی اسرائیل ع ۸)	یعنی جس دن ہم ہر زمانہ کے لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

جائے پچھلی خلافتوں کو اور ان کے بعد کی خلافتوں کو بھی اگر امامتِ اُمّت ہی تصوّر کر لیا جائے تو ان کو ختم ہوئے سینکڑوں سال ہو چکے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر آئندہ زمانہ میں بھی مسلمان کسی امامت کے ماتحت ہیں۔ خداوند عالمین تو تمام انسانوں کو اُن کے امامِ زمانہ کے ساتھ بلائے گا۔ آپ اس زمانہ کے لوگ کس امامِ وقت کے ساتھ جائیں گے جبکہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ اس وقت امامِ زمانہ کوئی نہیں۔ اس ضمن میں واضح رہے کہ قرآن علیحدہ چیز ہے اور امامِ زمانہ علیحدہ۔ قرآن قانونِ قدرت ہے اور امام اس قانون کا محافظ اس کو نافذ کرنے والا اور اس پر خلقِ خدا تعالےٰ کو چلانے والا۔ آج مسلمان اگر اس نظامِ اسلامی اور قرآنی اصولوں کو متفقہ طور پر قبول کرتے ہیں تو آج ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ خداوند عالمین امامتِ وقت کو تمام پر ظاہر فرما دیوے۔ متفقہ طور پر تسلیم کرنا اس لئے کہ جمیع اُمّت کے تسلیم کر لینے سے اتمامِ حجّت ہو جاتی ہے۔ اور کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اور تمام فرقے جمیع اُمّت میں شامل ہیں۔ جو کوئی بھی واحدانیت خداوند تعالےٰ اور رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتا ہے۔ اگر کسی بھی فرقے نے یہ امر تسلیم نہ کیا۔ تو اتفاق نہ ہوگا۔ لہٰذا متفقہ طور پر دلی اعتقاد اگر بنا لیا جائے کہ واقعی تعیینِ امام ہمارے اختیار

ت حاشیہ اگلے صفحے کے نیچے ملاحظہ فرمائیں۔

سے باہر ہے۔ اور یہ حاکم حقیقی ہی کے اختیار میں ہے۔ تو خداوند خالق ارض و سماء کا امام وقت کو ظاہر کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ کہہ سکتے ہیں کہ خداوند جب تمام مسلمانوں نے مان لیا۔ تو ظاہر کیوں نہیں فرماتا۔ اور اگر آپ یہی کہے جائیں گے کہ "ہمارا اختیار ہے۔ ہم جمہور جسے چاہیں اپنا امیر بنائیں"۔ تو اصولاً آپ کو یہ کہنے کا بھی حق حاصل نہیں کہ "امام زمانہ کہاں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اُسے ظاہر کیوں نہیں کرتا"۔ آپ شوق سے اپنے خیال کے مطابق کسی کو امام مقرر کر دیجئے۔ آپ خود اپنے خیال اور اس کے بُرے نتائج جو روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان کے ذمہ دار ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا۔ (پ ۵ سورۃ النساء)	یعنی پھر اس وقت کیا حالت ہو گی جب اُن پر اُن کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کے سبب کوئی مصیبت پڑے گی پھر وہ تمہارے پاس خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے کہ ہمارا ارادہ تو سوائے نیکی اور اتفاق کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔

حاشیہ صفحہ ۱۰۰ ؎ اعتراض :- متفقہ تسلیم کرنے کی شرط عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اس اصول کو ایک گروہ کے نہ تسلیم کرنے سے امام کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے گروہ یا تمام دُنیا کیوں نقصان میں رہے۔

جواب :- اس کا جواب صفحہ ۹۸ پر آخری پیراگراف سے ظاہر ہے۔ متفقہ تسلیم کرنے کی شرط امام کے ظاہر ہونے کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ نہ کارِ امامت کی انجام دہی کے لئے۔ کارِ امامت میں پوشیدگی سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ چونکہ یہ ایک خدائی عہدہ ہے۔ لہٰذا جس کو یہ عہدہ تفویض ہو چکا ہو۔ اُس کے کام کی انجام دہی رُک نہیں سکتی۔ رسولؐ غارِ حرا میں جا کر پوشیدہ نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت بھی وہ رسولؐ تھے بوقتِ ہجرت غار میں جا کر پوشیدہ ہو گئے۔ اس وقت بھی رسالت جاری تھی۔ شعب ابوطالبؑ میں جا کر نہاں رہے۔ رسالت میں فرق نہیں آیا۔ بعینہٖ نائبِ رسولؐ اگر پوشیدہ ہے تو اس کے عہدہ اور کام میں فرق نہیں۔ اُس کا وجود ہی اتمامِ حجت خدا تعالیٰ اور قیامِ عالم کا باعث ہے۔ البتہ اُن کے ظاہر ہونے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں جو صفحہ ۹۸ کے آخری پیرا اور صفحہ ۹۹ کے شروع کے الفاظ سے ظاہر ہیں۔ تیسری کوئی صورت عقلی طور پر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس ضمن میں صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ بھی ملاحظہ ہو (مؤلف)

اگر اصولِ جمہوریت کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ بُرائیاں بھی ایسے ہی جاری رہیں گی جیسا کہ موجودہ شب و روز دُنیا کے کونے کونے میں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ تاوقتیکہ خداوند عالمین اپنے امر کو ظاہر فرماوے

حتیٰ یاتی اللّٰہ بامرہٖ (پارہ ۱۰ التوبہ) | یہانتک کہ اللہ اپنے امر کو ظاہر کردے۔

فی الحقیقت قرآن اور عقل کی روشنی میں مسلمانوں کے مرض کا واحد علاج امامت اور صرف امامت ہے۔ جب قرآنِ معظم نے اس کا صاف صاف فیصلہ کردیا ہے تو مسلمانوں کا بھٹکنا خود ان کا اپنا قصور ہے۔ وفاتِ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں کی تمام تاریخ کو دیکھیے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں مقامات نظر سے گزر جاتے ہیں۔ جہاں کہ ان کے افعال بالکل غیر ذمہ دارانہ رہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام ہی کو لے لیجئے۔ کیا اس وقت مسلم اکثریت بھٹکی نہ ہوئی تھی۔ بہتر شہداء جو کربلا میں شہید کردئے گئے یا واقعۂ شہادت سے پیشتر جو چند گرفتار کرکے جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے ان کے علاوہ لاکھوں مسلمان کیا ہوئے۔ اس واقعہ سے علاوہ سینکڑوں جنگیں جو کفار سے نہیں بلکہ آپس میں مسلمانوں ہی میں بعد از رسولؐ سے لے کر آخری نام نہاد خلیفۃ المسلمین تک برپا رہیں اور پھر مسلمان جب عہدِ رسولؐ میں ایک ہی طریقے پر عامل تھے اور بعد میں بتدریج آج تک فرقہ فرقہ ہوتے رہے۔ یہ مسلمانوں کا بھٹکنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ تمام خلافتوں کا قیام مسلمانوں کی طرف سے درست طریقے سے ہُوا اور خلافتیں اپنا کام بالکل درست طور سے انجام دیتی رہیں۔ تو مسلمانوں میں جو ہنگامے ہوئے۔ وہ بھی نہ ہونے چاہئیں تھے۔ اور بموجب قرآن وعدہ خداوندی کے مطابق اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب آجانا چاہیئے تھا۔ مگر یہ عیاں ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ دوسروں پر غالب آجانا اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ دوسرے اس کے مغلوب ہو جائیں اب جبکہ تمام عالم میں مسلمانوں کی نسبت غیر مسلم عمومی طور پر بہت زیادہ ہیں اور پھر مسلمان عموماً ہر جگہ کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ غیر اسلامی حکومتوں کے سامنے دستِ سوال دراز کررہے ہیں۔ خوراک مالی امداد اور ہتھیاروں کے لئے محتاج ہیں کیا اسی کو غلبۂ اسلام کہا جائے گا۔ مسلمان دنیا کی پہلی طاقت تو کجا وہ دنیا میں تیسرے یا چوتھے درجے کی طاقت میں بھی شمار نہیں۔ کبھی روس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ کبھی امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی چاہتے ہیں

مختصر فہرست کتب امامیہ کتب خانہ لاہور

آثار حیدری تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام
قیمت ۸/ مجلد وائق عشر
شیعہ دینیات مصنفہ مولوی فرمان علی
ہر سہ حصہ کامل سٹ ۱۲/
نماز امامیہ مترجم مع اصول دین خطبات
عیدین وغیرہ - جدید ۴/
دعائے نور مترجم رنگین عکسی ۱۲/
لمعۃ الضیا - سوانح عمری امام رضاؑ مجلد
۱/ ۱۳/ تفریح الشیعہ ۱۲/
اعجاز جعفری دو دام کوثری ۴/
افسانۂ عترت ۲/ جلوہ بہشتی ۲/
پیغام توحید ۳/ اوصاف الیدین ۹/
زادِ نجات اردو ترجمہ مودۃ القربیٰ ۸/
مسح رجلین بجواب غسل رجلین ۵/
واقعہ وہم ۴/ النار الجحیم ۵/
ابطال الاستدلال قیمت ۸/
عقل و تہذیب المحدیث ۵/
ریویو الفاروق ۳/ آل عمران ۴/
اعجاز المسیح پر ریویو ۴/
اظہار حق (صغیر حسن) قیمت ۴/
فلسفۂ شہادت قیمت ۶/
شانِ عزا - (آقا نعمت اللہ جان) ۸/
چہار لاشیں - قیمت ایک روپیہ

رباعیات انیس ۸/ عاشور غم ۱۰/
تہذیب ماتم ۵/ خلفائے ثلاثہ کا
ایمان ۳/ وفات عثمان ۴/ دلچسپ مکالمہ
۶/ جواہر المعرفت - شیخ عبد العلی ہروی
اعلیٰ قیمت ۸/ مجلد ۱۲/
شیعہ کاشف اسرار عکسی رنگین سادہ ۳/ رنگین ۸/
فلسفۂ اسلام (آقا محمد سلطان مرزا) ۱۲/
تحفۃ العوام کامل بلا جلد ۳/ مجلد ۴/
امامیہ بچوں کے لئے دینی کتب کا سلسلہ
مصنفہ علامہ مرزا یوسف حسین صاحب
قیمت ہر پنج کتب کامل سٹ ۱/۸
شیعہ بچوں کی نماز (فرمان علی) ۴/
فلک النجات کامل ۱/ مجلد ۶/
صحیفہ کاملہ مجلد ۱/۱/۳
خزینۃ البکاء ۴/ وسائل الشفاعۃ ۱۲/
مجالس خاتون جدید ہر دو حصہ کامل مجلد ۶/
مصباح المجالس حصہ اول ۱/۸ حصہ دوم ۶/
محافل و مجالس چہاردہ معصومین ۸/
ذاکرہ ماتم المعروف بہ چہل مجلس ۱/۸ مرتضیٰ
نہج البلاغۃ ہر حصہ مجلد ۳/۸
(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب)
تفسیر فصل الخطاب جلد ۴/ مجلد ۸/

خلافت الابرار کامل ۱/۸ مجلد ۲/
سوانح رسول مقبول بلا جلد ۲/ مجلد ۱۲/
سید الاوصیا (سوانح حضرت علیؑ) قیمت ۲/
مجلد ۳/ سید الصالحین (سوانح امام حسنؑ)
قیمت دو روپے - ذبح عظیم سوانح حضرت امام
حسین علیہ السلام قیمت ۵/ مجلد ۶/
مناقب مرتضوی جدید ۱۲/
آئینہ مذہب سنی دو روپے - آنسو
(مصنفہ مرزا محمد حسین) مجلد ۱/۸ - ہماری
شہزادیاں مصنفہ محمود نصرتی مجلد ۱۲/
نہج البلاغۃ مکمل قیمت ۱۲/۸ از مولانا عبد الرزاق
ملیح آبادی ندوی سید محمد حسین احمد جعفری ندوی
مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل
قندیل نور (نور الصیاوی) مجلد ۲/۸ بارہ امام
مؤلفہ ترمذی ۸/ سیرت زینب مؤلفہ
ترمذی ۵/ سیرت رسولؐ مؤلفہ ترمذی ۲/
سیرت سجاد مؤلفہ ترمذی ۱۲/
پیغام حسینی مؤلفہ ترمذی ۱۲/
قرآنی افسانے مؤلفہ ترمذی ۵/
شاہکار فطرت مجلد ۸/
قرآن مجید مترجم مقبول احمد قلم خاص ۳۲/
ضمیمہ قرآن مجید . . . . مجلد ۱۶/

نوٹ :- ایک کارڈ لکھ کر فہرست کتب مفت طلب فرمادیں (۲) محصول ڈاک بذمہ خریدار (۳) آرڈر دیتے وقت اخبار ہذا کا حوالہ ضرور دیں۔ پتہ صاف لکھیں۔